خواتین کا دینی، علمی اور اصلاحی رسالہ

ماہنامہ حیا کراچی

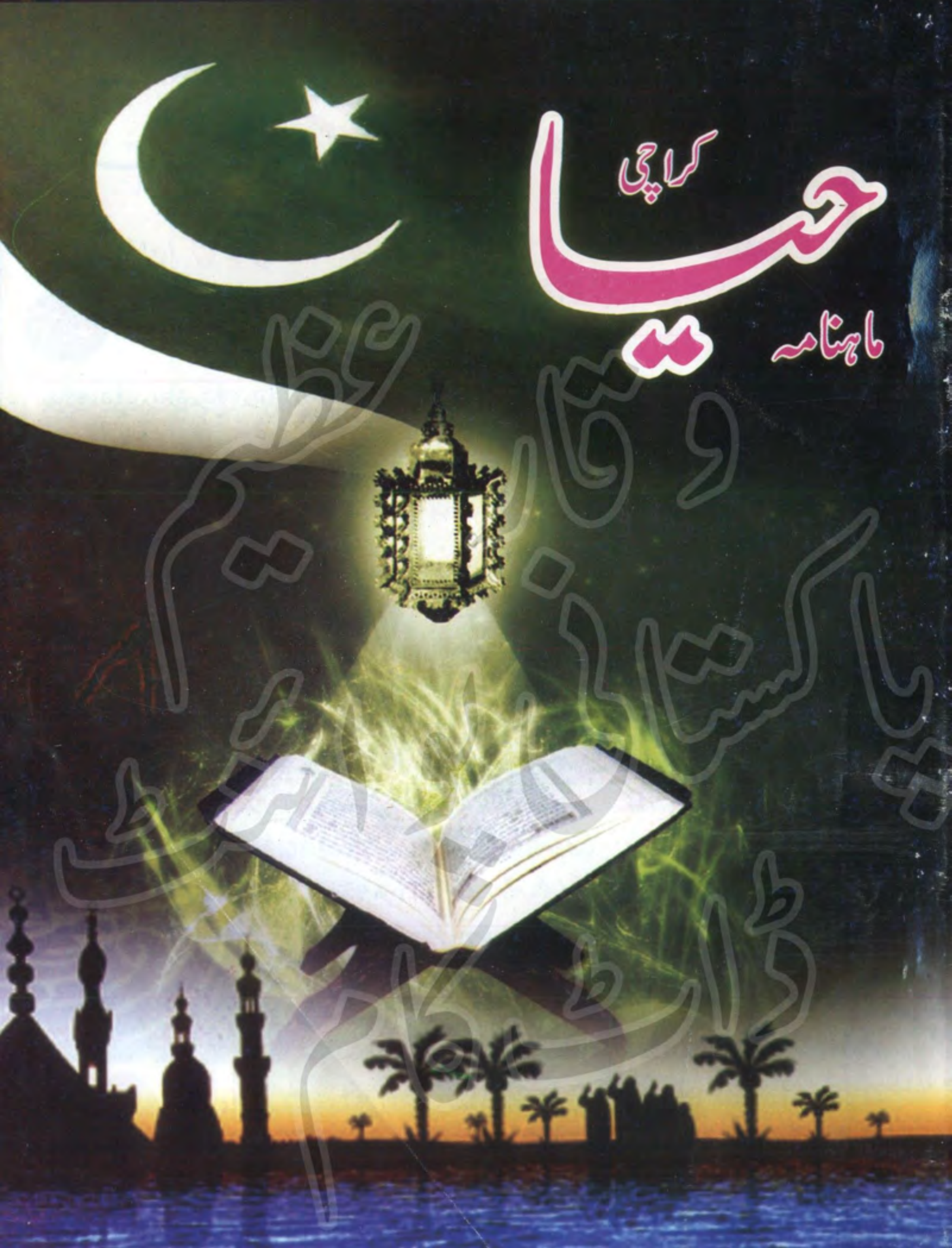

آئینہ

11 — دعا ایک عظیم سرمایہ — سید سلیمان ندوی
13 — ماہ رمضان کے فضائل و مسائل — مفتی عبدالرؤف سکھروی
22 — فداک ابی وامی یا رسولؐ — راحت ارشد حسین
32 — شب قدر کی برکات — مولانا فضل الرحیم
35 — رازدانِ رسولؐ — محمد سعید علوی
41 — رمضان المبارک رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ — محمود عباسی
51 — خواتین اور دین کی خدمت — مریم حسن
56 — اماں جی — مولانا عبدالقیوم حقانی
61 — انبیاء کے دیس میں — بنت عبدالمجید
69 — ماحول کا اثر — بادیہ رحمن
75 — ممتا کے سائے — صبا یونس
78 — متاع حیات — تبسم محسن علوی
89 — پاکستان میرا دوسرا وطن — نسترین شہیدی
91 — اے وطن کے چارہ گرو! — ام جویریہ
100 — باادب بانصیب — فرحانہ عزیز
105 — اتنا ابھرے گا — خالدہ بنت سعید
116 — ایک زندگی ایک کہانی — ام حیات ہنگورا
120 — مجبوری — بادیہ رحمن سحر
137 — مسجد نبویؐ — شاہدہ محمود
139 — اور دیر ہو گئی — شگفتہ کنول

آئینہ

141 — قرآن کی برکت — مریم حسن
143 — تیرے عشق کی انتہا چاہیے — مریم غازی
145 — زندگی کی دوڑ — فوزیہ اکبر ندیم
153 — توبہ — رومان جمیل
155 — بچوں کی عدم تربیت — رضی الدین سید
157 — دو ماؤں کا جگر پارہ — ڈاکٹر فیاض
160 — میڈیکل سائنس — مولانا خالد سیف اللہ
164 — خودکشی کے اسباب — سید امجد علی
168 — قائداعظم — ڈاکٹر صفدر محمود
172 — اسلام میں حیا — شاہ عبداللہ
174 — حیا، ظلمتوں میں نور کی کرن — ساجدہ غازی
176 — گھر کہانی — مریم بلوچ
180 — آپ کے مسائل — محمد ساجد میمن
182 — خوابوں کی تعبیر — عبداللہ صفدر
184 — تبسم — محمود عباسی
186 — گھر کا اجالا — بنت محمد الیاس نیازی
191 — سہانا بچپن — بادیہ حبیب الرحمن
193 — میری پسند — ادارہ
204 — گلدستہ حیا — ادارہ
214 — حیا کی محفل — ادارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمانِ الٰہی

روزے کے فوائد

اللہ تعالیٰ کی ذات رحمان و رحیم ہے، ماہِ رمضان کے روزے نعوذ باللہ! ہماری بد اعمالیوں کی سزا نہیں، بلکہ خالصتاً اللہ تبارک و تعالیٰ کی صنعت رحمت کا مظہر ہے، اپنے بندوں کو گناہوں سے پاک کرنے اور جنت میں داخل کرنے کے لئے اللہ نے ماہ غفران ہمیں نصیب فرمایا ہے، اسی طرح میرے پیارے اللہ جی کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آئی ہے، جو وہ بندوں کو بھوکا پیاسا رہنے کا حکم دے رہے ہیں، بلکہ وہ علیم و خبیر ذات روزے میں چھپی بے شمار حکمتوں کو جانتے ہوئے محض اپنے بندوں کی روحانی و جسمانی صحت کی بقاء کے لئے روزوں کا حکم دے رہی ہے اور روزے سے ملنے والے اخروی فوائد تو بے شمار ہیں، ابدی راحتیں، باب الریان سے دخول کا وعدہ اور روز محشر کی مہمانی کا لطف اٹھانے والے روزے دار ہی ہوں گے۔

جسم انسانی روح و جسم کا مرکب ہے، مادی غذائیں جسم کو تو صحت مند رکھتی ہیں، لیکن روحانی صحت کے لئے مادی غذائیں کافی نہیں بلکہ روح تو اللہ کی اطاعت و عبادت سے تقویت پاتی ہے اور اس طرح انسان کو فرشتوں سے یک گونہ نسبت حاصل ہونے لگتی ہے اور فرد کے اندر ملکوتی صفات پروان چڑھنے لگتی ہیں، نتیجتاً قلب پر انوارات کی بارش ہوتی ہے اور انسان کو اللہ کا قرب نصیب ہوتا ہے، بھوکا پیاسا رہنے سے حکمتوں کے دروازے کھلتے ہیں جبکہ روزہ نہ رکھنے سے اور ہر وقت کی لبیا خوری سے حیوانی صفات پختہ ہوتی ہیں اور عبادت کا ذوق کم ہو جاتا ہے۔

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نورِ نبوت

ماہ رمضان، تقویٰ کا تربیتی کورس

رمضان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "ایک دوسرے کی غم خواری کا مہینہ" قرار دیا ہے، اس مہینے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ و خیرات بھی بہت کثرت سے کیا کرتے تھے، اس لئے رمضان میں ہمیں بھی صدقہ و خیرات، دوسروں کی ہمدردی اور ایک دوسرے کی معاونت کا خصوصی اہتمام کرنا چاہئے۔ یہ صلح و صفائی کا مہینہ ہے، لہٰذا اس میں جھگڑوں سے اجتناب کا بھی خاص حکم دیا گیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "اگر کوئی شخص تم سے لڑائی کرنا چاہے تو اس سے کہہ دو کہ میں روزے سے ہوں۔"

رمضان صرف سحری اور افطاری کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک تربیتی کورس ہے، جس سے ہر سال مسلمانوں کو گزارا جاتا ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان کا تعلق اپنے خالق و مالک کے ساتھ مضبوط ہو، اسے ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ سے رجوع کرنے کی عادت پڑے، وہ ریاضت اور مجاہدہ کے ذریعے اپنے اخلاق رذیلہ کو کچلے اور اعلیٰ اوصاف و اخلاق اپنے اندر پیدا کرے، اس کے اندر نیکیوں کا شوق اور گناہوں سے پرہیز کا جذبہ بیدار ہو، اس کے دل میں خوف خدا اور فکر آخرت کی شمع روشن ہو، جو اسے رات کی تاریکی اور جنگل کے ویرانے میں بھی غلط کاریوں سے محفوظ رکھ سکے، اسی کا نام "تقویٰ" ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں، جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تا کہ تم میں تقویٰ پیدا ہو"۔ جو شخص "تقویٰ" کے اس تربیتی کورس سے ٹھیک ٹھیک گزر جائے، اس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خوش خبری عطا فرمائی ہے کہ "جس شخص کا رمضان سلامتی سے گزر جائے، اس کا پورا سال سلامتی سے گزرے گا۔" اس سے معلوم ہوا کہ رمضان ہمیں سال بھر کی سلامتی سے ہم کنار کرنے کے لئے آیا ہے، بشرطیکہ ہم سلامتی چاہتے ہوں اور یہ سلامتی حاصل کرنے کے لئے اس ماہ مقدس کا استقبال اور اکرام و اعزاز کر سکیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین

☆......☆......☆

ترتیب: مولانا محمود عباسی

آوازِ حیا

رمضان کا رحمتوں، فضیلتوں اور برکتوں والا مہینہ ہم پر سایہ فگن ہے اور اہل ایمان اپنے اپنے ظرف کے مطابق اس ماہ کی برکتوں اور سعادتوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، یوں تو ایک مؤمن و مسلمان کی پوری زندگی اور اس کا ہر ہر عمل جو اللہ اور رسول کے حکم اور طریقہ کے مطابق انجام دیا جائے عبادت اور باعث سعادت ہے، لیکن کچھ اوقات اور لمحات ایسے ہوتے ہیں جن میں ہر ہر لمحہ ایک مؤمن و مسلمان کے لئے باعث صد مسرت اور برکت ہوتا ہے، انہی مبارک اوقاتِ میں سے ایک ماہِ رمضان بھی ہے......

سال کے گیارہ مہینے انسان اپنی دنیاوی زندگی اور اس کے تقاضوں میں اس قدر مشغول و مصروف رہتا ہے کہ یہی اس کے لئے اصل اور اس کی توجہ کا مرکز بن جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس کے دل پر اعمال اور عبادات سے غفلت کے پردے پڑنے لگتے ہیں۔ عام دنوں میں انسان اگرچہ عبادت کرتا بھی ہے لیکن چوں کہ عبادت کا وقت عام مصروفیات کے مقابلے میں کم ہوتا ہے جس کی بنا پر انسان کی روحانی ترقی سست پڑ جاتی ہے، رمضان کا مہینہ اسی لئے رکھا گیا ہے تاکہ انسان اپنی روحانی ترقی میں اضافہ کرے......

اور اس روحانی ترقی میں اضافہ کا طریقہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنی دنیاوی مصروفیات اور مشغولیات میں سے وقت نکال کر زیادہ سے زیادہ نوافل، ذکر

آوازِ حیا

واذکار، تلاوتِ قرآن میں اپنا وقت گزارے اور سب سے اہم بات جس کی طرف عام طور پر ذہن نہیں جاتا اور اس سے غفلت برتی جاتی ہے وہ ہے "گناہوں کا چھوڑنا"۔

جب ہم نے رمضان میں کچھ وقت کے لئے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں سے پرہیز کرلیا تو وہ چیزیں جو ہمیشہ کے لئے حرام ہیں، ان سے پرہیز نہ کرنا اور ان کا ارتکاب کرنا، یہ کہاں کی عقل مندی ہے؟......اب ہوتا یہ ہے کہ روزہ بھی ہے اور ساتھ ساتھ جھوٹ بھی بول رہے ہیں، غیبت بھی ہو رہی ہے، دل آزاری کا سلسلہ بھی جاری ہے......اب آپ خود ہی سوچیں! ایسا روزہ جس میں گناہ کی بھی آمیزش ہو وہ روحانی ترقی میں اضافہ کا باعث بنے گا یا کمی کا......

ماہِ رمضان، ایک تربیتی کورس ہے، جس میں مسلمان اپنے تقویٰ کو بڑھانے کی کوشش اور فکر کرتا ہے اور جو شخص اس تربیتی کورس سے کامیابی کے ساتھ گزر جائے، ایسے لوگوں کے لئے اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ خوش خبری ہے کہ "جس شخص کا رمضان سلامتی کے ساتھ گزر جائے اس کا پورا سال سلامتی کے ساتھ گزر جائے گا۔"

کیا ہم اس تربیتی کورس میں کامیاب ہونے کے لیے تیار ہیں۔ سوچئے اور ضرور سوچئے!

آپ کی مدیرہ

راحت ارشد حسین

دعا......ایک عظیم سرمایہ

علامہ سید سلیمان ندویؒ

دعا ایک سرمایہ......ایک قوت ہے۔ اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ نے اپنے جن انعاماتِ خاصہ سے انسان کو نوازا ہے، ان میں ایک دعا بھی ہے۔ دعا ایمان کا نشان، تعلق الٰہی کی دلیل، مغزِ عبادت، حقیقتِ عبودیت، جانِ بندگی، روحِ فقر اور رونقِ درویشی ہے۔ دعا بندہ و رب کا رابطۂ قویہ، مومن کا اسلحہ، بے تاب روح کی غذا، جانِ حزیں کا اقرار، زخمی دل کا مرہم اور سوختہ سامان عشاق کی نامرادیوں کا مداوا ہے۔ دعا فقراء کا خزانہ، مسکینوں کا توشہ، ناداروں کی ڈھارس، لاچاروں کی تسکین، بے نواؤں کی تسلی، ضعیفوں کی قوت، راہِ حق کے طلب گاروں کی ڈھال اور سالکین طریق کا زادِ راہ ہے۔ دعا کا شغف واشتغال، اس میں الحاح و زاری، تضرع و خشوع اور ابتہال وتبتل، توحید وللّٰہیت اور صفات الٰہیہ پر ایمان کامل اور یقین راسخ کا نتیجہ ہے۔ دعا جامع الاسباب، کلیدِ خیر اور مطلب برآری کی احسن واکمل تدبیر ہے۔ دعا دارین کی حاجات وضروریات کے حصول کا اقویٰ واجمل سبب ہے۔ دعا درماندہ بندہ کی اپنے رحیم وکریم رب کے دربار میں مناجات، پکار اور عرضداشت ہے، جس کا ہر بول بندہ اور آقا کے تعلق کو قوی سے قوی کرتا ہے۔

ایک فقیرِ بے نوا کا سرمایہ ہی دعا اور قوتِ دعا ہے کہ فقیر اپنی بے مائیگی اور ہیچ در ہیچ ہونے کا یقین رکھتے ہوئے دعا و رضا، تقویٰ و تسلی، عبدیت وعبودیت کے وظیفہ میں اپنی زندگی گزار دیتا ہے۔ محبوبِ ازل کا طالبِ حقیقی ہر آن قلباً وحالاً اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز اور اس کے ساتھ مناجات ودعا میں مشغول رہتا ہے۔ اسی لئے فخر الفقراء، سید الانبیاء، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر جز وکُل دعا ومناجات سے آراستہ ملتا ہے کہ جس قدر حقیقتِ فقر وعبدیت میسر آئے گی، انسان میں تبتل اور التجاء الیٰ اللہ اور احتیاج کی کیفیت بڑھتی جائے گی۔ صحیفہِ اسلامی دعاء کی عظمت و برکت پر دال اور قصصِ انبیاء اجابتِ دعاء پر ناطق اور اسوۂ نبویہ اور احادیثِ مبارکہ دعاء کے فضائل اور اہمیت پر شاہد ہیں:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور کہا پروردگار نے دعا کرو مجھ سے، قبول کروں گا واسطے تمہارے، تحقیق وہ لوگ کہ تکبر کرتے ہیں عبادت میری سے، عنقریب داخل ہوں گے دوزخ میں ذلیل ہوکر۔''

دوسری آیت میں ہے: ''اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو (آپ میری طرف سے فرمادیجئے) میں قریب ہوں اور پکارنے والے کی پکار (دعا) کو قبول کرتا ہوں، جب وہ مجھ کو پکارتا ہے۔ پس ان کو چاہئے کہ میرے احکام کو قبول کریں اور مجھ پر یقین رکھیں، امید ہے کہ وہ لوگ رشد (فلاح) حاصل کرسکیں گے۔''

''تحقیق میرا پروردگار نزدیک ہے دعا قبول کرنے والا۔''

پہلی آیت مبارکہ میں دعا کو عبادت کے مترادف قرار دیا ہے۔ حدیث مبارکہ میں بھی ارشاد ہے: ''الدعاء ھو العبادۃ'' دعا ہی عبادت ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تائید میں محولہ بالا آیت پڑھی۔ (جمع الفوائد، ۲/۶۵، بحوالہ ترمذی)

دوسری مرفوع روایت میں ہے: ''اللہ کے نزدیک دعا سے بڑھ کر کوئی دوسری چیز معزز نہیں۔''

جس کے لئے دعا کے دروازے کھلے گئے اس کے لئے رحمت کے دروازے کھل گئے۔ دعا نازل شدہ (مصائب) میں اور جو ابھی نازل نہ ہوئے ہوں، سب میں فائدہ دیتی ہے۔ قضا کو صرف دعا ہٹا دیتی ہے۔ پس دعا کو لازم پکڑو۔" (جمع الفوائد: ۲/۲۱۵، بحوالہ ترمذی)

شیخ الکل حضرت تھانوی قدس سرہ دعا کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں: "کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جس کو ہر قسم کے صلاح و فلاح کی ضرورت نہ ہو۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے دارین کی صلاح و فلاح کے واسطے اسبابِ متکثرہ ابوابِ متعددہ موضوع فرمادیئے کہ اہل حاجت اس سے مدد لیں اور عقبات و مہالک سے نجات پائیں۔ ان اسبابِ مذکورہ میں بجز دعا کے جتنے اسباب ہیں، ان کے مسببات خاص خاص امور ہیں، چنانچہ اسبابِ طبعیہ کا (مثل زراعت، تجارت و طبابت کے) مقصود بالذات فلاح دنیوی ٹھہرایا گیا ہے، اگرچہ وہ ضمناً نافع دینی بھی ہوں۔ مگر صرف دعا ایک ایسی چیز ہے کہ فلاحِ دین و فلاح دنیا دونوں کے لئے بالمساوات ایک ایک مرتبہ میں مشروع وموضوع ہے، جس سے بوجہ اس جامعیت کے اس کی وقعت و عظمت ظاہر و باہر ہے۔ اس لئے قرآن مجید و حدیث مبارکہ میں نہایت درجہ اس کی ترغیب و فضیلت اور تاکید جا بجا وارد ہے۔ احادیث سے معلوم ہوا کہ دعا تمام تر تدبیروں اور احتیاطوں سے بڑھ کر مفید ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قبل مصیبت بھی دعا کرتا رہے۔ اس کی برکت سے مصیبت نہیں آتی اور یہ بھی شکل ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے کوئی بلا ٹل جاتی ہے۔ پس دعا کر کے خواہ اس کا قبول ہونا، معلوم ہو یا نہ ہو، بدگمان ہونا چاہئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ سختیوں کے وقت اس کی دعا قبول فرمالیا کریں، اس کو چاہئے کہ خوشی عیشی کے وقت کثرت سے دعا مانگا کرے۔" اس سے معلوم ہوا کہ بلا مصیبت کے دعا مانگنے کا اثر مصیبت کے وقت دعا مانگنے میں ہوتا ہے اور ارشاد فرمایا کہ: "دعا میں ہمت نہ ہارو کیونکہ دعا کرتے ہوئے کچھ ضائع نہیں ہوتا۔" اور ارشاد فرمایا کہ: "دعا مسلمان کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون ہے اور آسمان و زمین کا نور ہے۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مصیبت زدہ قوم پر گزرا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے عافیت کیوں نہیں مانگتے۔" اور فرمایا کہ "کوئی ایسا مسلمان نہیں جو دعا میں اڑ جائے اور پھر اس کو عطا نہ ہو۔ خواہ سردست اس کو دے دیں یا آئندہ کے لئے جمع کر دیں۔"

اس سے معلوم ہوا کہ دعا قبول تو ضرور ہوتی ہے مگر صورتیں اس کی مختلف ہیں، کبھی وہ چیز مل جاتی ہے اور کبھی اس کے لئے جمع ہو جاتی ہے اور اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ کبھی اس کی برکت سے بلا ٹل جاتی ہے، غرض اس دربار میں ہاتھ پسارنے سے کچھ نہ کچھ مل کر رہتا ہے، لیکن باوجود اس کے دیکھا جاتا ہے کہ اکثر لوگوں کو عوام تو کیا بہت سے خواص کو بھی اس سے محض بے رغبتی و بے توجہی ہے، حتیٰ کہ جو معمولی اوقات دعا کے ہیں، جیسے نمازِ پنجگانہ، ان میں بجز آموختہ سا پڑھ لینے کے اصلاً الحاح یا دلچسپی کا اثر تک نہیں پایا جاتا اور یہ سمجھ کر دعا کرنے کا تو ذکر ہی کیا کہ یہ عرضداشت اللہ تعالیٰ کی جناب پاک میں پیش کرنی ہے۔ اور بار بار التجا کرنا اپنی مطلب برآری کا قوی ذریعہ سمجھا جاتا ہے اور تکرارِ عرض و معروض سے روزانہ امیدیں ابھرتی اور تازہ ہوتی ہیں۔ اگر کوئی بڑی مصیبت پڑتی ہے اور ہاتھ پاؤں مارنے سے کام نہیں چلتا تب بہ مجبوری کسی ایک آدھ کو شاذ و نادر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہوتی ہے، وہ بھی دعا کے ساتھ نہیں بلکہ بڑی دوڑ یہ ہوتی ہے کوئی وظیفہ، عمل عزیمت شروع کر دیا، خواہ شرع کے موافق ہو یا مخالف اور اگر کسی نے بڑی احتیاط کی اور موافقتِ شرع کا بھی لحاظ کر لیا تب بھی ان اعمال میں وہ برکت کہاں جو اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم فرمودہ دعاؤں میں ہے۔

☆......☆......☆

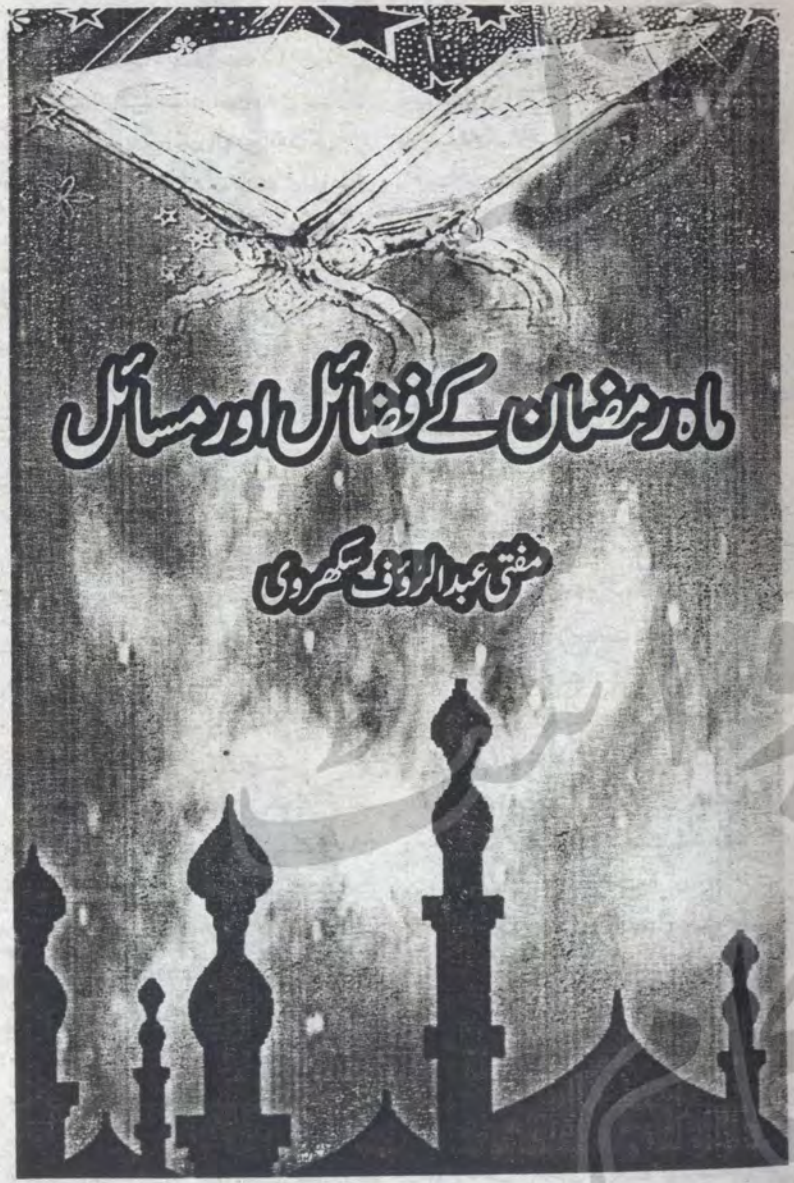

ماہ رمضان کے فضائل اور مسائل

مفتی عبدالرؤف سکھروی

ماہ رمضان کا اجر و ثواب:...... حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ماہ شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک خطبہ دیا، اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے لوگو! تم پر ایک

عظمت اور برکت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے، اس مبارک مہینے میں ایک رات (شب قدر) ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں میں بارگاہ خداوندی میں کھڑا ہونے (یعنی تراویح پڑھنے) کو نفل عبادت مقرر کیا ہے (جس کا بہت بڑا ثواب رکھا ہے) جو شخص اس مہینے میں اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے کوئی غیر فرض عبادت (یعنی سنت یا نفل) ادا کرے گا تو اس کو دوسرے زمانے کے فرضوں کے برابر اس کا ثواب ملے گا اور اس مہینے میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے زمانے کے ستر فرضوں کے برابر ملے گا۔

یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے، یہ ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ ہے اور یہی وہ مہینہ ہے جس میں مومن بندوں کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے جس نے اس مہینے میں کسی روزہ دار کو (اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کے لئے) افطار کرایا تو یہ اس کے لئے گناہوں کی مغفرت اور آتش دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا، بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔"

آپ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم میں سے ہر ایک کو تو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا (تو کیا غرباء اس ثواب عظیم سے محروم رہیں گے؟) آپ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا، جو دودھ کی تھوڑی سی لسی پر یا صرف پانی ہی کے ایک گھونٹ پر کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرادے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے آگے ارشاد فرمایا کہ) اور جو کوئی کسی روزہ دار کو پورا کھانا کھلا دے، اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض (کوثر) سے ایسا سیراب کرے گا جس کے بعد اس کو کبھی پیاس ہی نہیں لگے گی، تا آنکہ وہ جنت میں پہنچ جائے گا۔ (اس کے بعد آپ نے فرمایا) اس ماہ مبارک کا ابتدائی حصہ رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آتش دوزخ سے آزادی ہے۔ (اس کے بعد آپ نے فرمایا) اور جو آدمی اس مہینے میں اپنے غلام و خادم کے کام میں تخفیف اور کمی کردے گا، اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے گا اور اس کو دوزخ سے رہائی اور آزادی دے گا۔ (بیہقی)

فائدہ:...... ماہ رمضان مبارک، کیسا مبارک مہینہ ہے کہ اس میں ہر فرض کا ثواب ستر فرضوں کے برابر ہے اور ہر نفل عبادت کا ثواب فرض کے برابر ہے، یہ صبر و غمخواری کرنے کا مہینہ ہے، روزہ افطار کرانا گناہوں کی مغفرت اور دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہے، نیز روزہ کھلوانے سے جس کا روزہ کھلوایا ہے، اس کے روزے کے برابر روزہ کھلوانے والے کو ثواب ملتا ہے اور پیٹ بھر کر کھلانا حوض کوثر سے جام کوثر نصیب ہونے اور جنت ملنے کا ذریعہ ہے، اس ماہ کا ہر عشرہ خاص اہمیت کا حامل ہے، چنانچہ پہلا عشرہ سراسر رحمت ہے، دوسرا عشرہ دن و رات مغفرت کا عشرہ ہے اور آخری عشرہ دوزخ سے آزادی کیلئے ہے، اس لئے اس ماہ کی دل و جان سے قدر کریں اور مذکورہ تمام فضائل حاصل کرنے کی فکر کریں، ورنہ گیا وقت ہاتھ نہیں آتا جو کچھ حاصل کرنا ہے جلدی کرلیں، ورنہ آخرت میں پچھتانے سے کچھ نہ ہوگا۔

فرشتوں کی دعا اور یاقوت کا محل:...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان دروازوں میں سے کوئی دروازہ بھی رمضان شریف کی آخری رات آنے تک بند نہیں کیا جاتا اور کوئی مسلمان بندہ ایسا نہیں ہے کہ رمضان شریف کی راتوں میں سے کسی رات میں نماز پڑھے، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر سجدے کے بدلے میں ڈھائی ہزار نیکیاں لکھے گا اور اس کے لئے جنت میں سرخ یاقوت کا ایک مکان بنادے گا، جس کے ساٹھ ہزار دروازے ہوں گے اور ہر دروازے کے لئے سونے کا ایک محل ہوگا جو سرخ یاقوت سے آراستہ ہوگا، پھر جب روزہ دار رمضان المبارک کے پہلے دن کا روزہ رکھتا ہے، تو اس کے گزشتہ سب گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اور اس روزہ دار کے لئے روزانہ صبح کی نماز سے لے کر غروب آفتاب تک ستر ہزار فرشتے اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتے رہتے ہیں اور رمضان شریف کی رات یا دن میں (اللہ کے حضور جب) کوئی سجدہ کرتا ہے تو ہر سجدے کے عوض اس کو (جنت میں) ایک ایسا درخت ملتا ہے جس کے سایہ میں سوار پانچ سو برس تک چل سکتا ہے۔ (الترغیب والترہیب)

فائدہ:...... رمضان المبارک میں ہر سجدہ کے بدلہ ڈھائی ہزار نیکیاں ملتی ہیں اور جنت میں سرخ رنگ کے یاقوت کا ایک محل بنایا جاتا ہے، جس کے ساٹھ ہزار دروازہ ہوں گے اور روزہ دار کے پچھلے سارے گناہ صغیرہ معاف ہوجائیں گے، اس کے لئے روزانہ صبح سے لے کر شام تک ستر ہزار فرشتے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کریں گے، ہر سجدہ کے بدلہ میں جنت میں ایک ایسا درخت لگایا جائے گا، جس کے سایہ میں سوار پانچ سو سال تک چل سکتا ہے، اس ثواب عظیم کو حاصل کرنے کے لئے ماہ رمضان تک اگر دنیاوی مصروفیات بالکل چھوڑ دی جائیں تو بھی بہت سستا سودا ہے، ورنہ ان کو کم سے کم کرنا تو کچھ مشکل نہیں، سوچ لیں، ابھی یہ نعمت ملی ہوئی ہے، اس کی قدر کرلیں ورنہ قدر نعمت بعد زوال سے کیا حاصل؟

عظیم الشان محل:...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جنت ماہ رمضان کے لئے شروع سال سے اخیر سال تک سجائی جاتی ہے، جب رمضان شریف کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو جنت (اللہ تعالیٰ سے) عرض کرتی ہے، اے اللہ! اس مبارک مہینہ میں سے کچھ بندے میرے اندر قیام کرنے والے مقرر فرما دیجئے (جو عبادت کر کے میرے اندر داخل ہوسکیں)، (اسی طرح) حورعین بھی عرض کرتی ہیں کہ اے خدائے ذوالجلال! اس بابرکت مہینے میں اپنے بندوں میں سے ہمارے واسطے کچھ خاوند مقرر فرما دیجئے، چنانچہ جس شخص نے رمضان شریف کے مہینے میں اپنے نفس کی حفاظت کی اور کوئی نشہ آور چیز نہیں پی اور نہ کسی مومن پر (کوئی) بہتان لگایا اور نہ کوئی گناہ (کبیرہ) کیا تو اللہ جل شانہ (رمضان شریف کی) ہر رات میں اس بندہ کی سو حوروں سے شادی کردیتے ہیں اور اس کے لئے جنت میں ایک محل سونے، چاندی، یاقوت اور زمرد کا تیار کردیتے ہیں (اس محل کی لمبائی، چوڑائی کا یہ عالم ہے کہ) اگر ساری دنیا اکٹھی کر کے اس محل میں رکھ دی جائے تو ایسی معلوم ہو جیسے دنیا میں کوئی بکریوں کا باڑہ ہو (یعنی جس طرح تمام دنیا کے مقابلہ میں بکریوں کا باڑہ چھوٹا سا معلوم ہوتا ہے اسی طرح اگر ساری دنیا جنت کے اس محل میں رکھ دی جائے تو بکریوں کے باڑے کی طرح چھوٹی سی معلوم ہوگی)

اور جس شخص نے اس مبارک مہینے میں کوئی نشہ والی چیز پی یا کسی مومن پر کوئی بہتان لگایا یا کوئی گناہ (کبیرہ) کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے سال بھر کے نیک اعمال ختم کردیں گے، لہٰذا رمضان شریف کے مہینے میں بے احتیاطی سے بچو، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے، اس میں حدود سے آگے نہ بڑھو، اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے گیارہ مہینے مقرر کئے ہیں جن میں (طرح طرح کی) نعمتیں استعمال کرتے ہو اور لذتیں حاصل کرتے ہو، رمضان کا مہینہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کرانے کے لئے خاص فرما لیا ہے، لہٰذا رمضان کے مہینے میں بے احتیاطی سے گریز کرو (اور جان و دل سے اطاعت کرو)۔ (جمع الفوائد)

فائدہ:...... رمضان المبارک کا مہینہ خالص آخرت کمانے کا مہینہ ہے، اس لئے اس کی طرف خاص توجہ کی

ضرورت ہے، تمام گناہوں سے خصوصاً نشہ والی چیزیں استعمال کرنے، بہتان لگانے اور دیگر بڑے بڑے گناہوں سے بچیں اور سنت کے مطابق عبادت کا اہتمام کریں، ایسا کرنے پر رمضان المبارک کی ہر شب میں سو حوریں نکاح میں دی جائیں گی اور جنت میں سونے چاندی، یاقوت اور زمرد کا ایک عظیم الشان محل تیار کیا جائے گا، جس کی وسعت کا تصور انسانی ذہن سے بالا ہے، آپ بھی کچھ کرلیں۔

دعا کی قبولیت اور شیطان کی گرفتاری:...... حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رمضان شریف کی پہلی رات ہوئی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم (لوگوں سے خطاب کرنے کے لئے) کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کر کے ارشاد فرمایا: اے لوگو! تمہاری طرف سے تمہارے دشمن جنات کے لئے خداوند تعالیٰ کافی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تم سے دعا قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے (چنانچہ کلام پاک میں) ارشاد ہے: ''ادعونی استجب لکم'' مجھ سے دعا مانگو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا، خوب سن لو! خداوند قدوس نے ہر سرکش شیطان پر سات فرشتے (نگرانی کے لئے) مقرر فرمادیئے ہیں، لہٰذا اب وہ ماہ رمضان گزرنے تک چھوٹنے والے نہیں ہیں اور بھی سن لو! رمضان شریف کی پہلی رات سے اخیر رات تک (کے لئے) آسمان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور اس مہینے میں دعا قبول ہوتی ہے۔

جب رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی پہلی شب ہوتی تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم (ہمہ تن عبادت میں مصروف ہونے کے لئے) تہبند کس لیتے اور ازواج مطہرات سے علیحدہ ہوجاتے، اعتکاف فرماتے، شب بیداری کا اہتمام فرماتے، کسی نے پوچھا: ''شد المیزر'' (یعنی تہبند کس لیتے) کا کیا مطلب ہے؟ تو راوی نے جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں بیویوں سے الگ رہتے تھے۔ (کنز العمال)

فائدہ:...... اس ماہ کو اللہ پاک نے اپنی عبادت کے لئے خاص فرمایا ہے جس کے لئے خصوصی انتظام بھی فرمایا ہے کہ بڑے بڑے شیطان جو عبادت سے روکتے یا ان میں خلل ڈالتے ہیں، انہیں اس ماہ میں بند کردیا جاتا ہے تاکہ وہ مسلمانوں کی عبادتوں کو خراب نہ کریں یا ان کی ادائیگی میں رکاوٹ نہ ڈالیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی اس ماہ میں عبادت کے خاص اہتمام کی ہے، اس لئے اس ماہ میں ذکر و تلاوت اور دیگر عبادات کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرنا چاہئے اور دل و جان سے دعائیں کرنی چاہئیں، کیونکہ ان کی قبولیت کا خاص وعدہ ہے۔

شب و روز لاکھوں کی تعداد میں مغفرت:......

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب رمضان شریف کے مہینے کی پہلی شب ہوتی ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں (اور پورے مہینے یہ دروازے کھلے رہتے ہیں) ان میں سے کوئی ایک دروازہ بھی پورے مہینے میں بند نہیں ہوتا اور دوزخ کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں (اور تمام مہینے دروازے بند رہتے ہیں) اس دوران کوئی ایک دروازہ بھی نہیں کھلتا اور سرکش جنات قید کردیئے جاتے ہیں۔

اور (رمضان شریف کی) ہر رات میں ایک آواز لگانے والا (تمام رات) صبح صادق تک یہ آواز لگاتا رہتا ہے کہ اے بھلائی اور نیکی کے تلاش کرنے والے (نیکی کا ارادہ کر اور) خوش ہوجا اور اے بدی کا قصد کرنے والے (بدی سے) رک جا اور اپنے حالات میں غور اور ان کا جائزہ لے اور یہ بھی آواز لگاتا ہے۔

کوئی گناہوں کی معافی چاہنے والا ہے کہ اس کے گناہ معاف کردیئے جائیں۔

کوئی توبہ کرنے والا ہے؟ اس کی توبہ قبول کرلی جائے۔

کوئی ہم سے کسی چیز کے متعلق سوال کرنے والا ہے کہ اس کا سوال پورا کردیا جائے اور رمضان شریف کے مہینے میں اللہ تعالیٰ روزانہ رات کو (روزہ) افطار کرتے وقت ساٹھ ہزار آدمی جہنم سے بری فرماتے ہیں، جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اتنی تعداد میں جہنم سے بری فرماتے ہیں کہ مجموعی طور پر جتنی تعداد پورے مہینے میں آزاد فرماتے ہیں، یعنی ساٹھ ساٹھ ہزار تیس مرتبہ، جن کی کل تعداد اٹھارہ لاکھ ہوتی ہے۔ (الترغیب والترہیب)

(۲) حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ رمضان المبارک کی ہر شب میں چھ لاکھ آدمیوں کو دوزخ سے بری فرماتے ہیں اور جب رمضان المبارک کی آخری شب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ (اتنی تعداد میں آدمیوں کو دوزخ سے) بری فرماتے ہیں، جتنی تعداد میں آج رات تک پورے مہینہ میں آزاد فرماتے ہیں۔ (الترغیب والترہیب)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رمضان المبارک کی فضیلت کے متعلق ایک بہت طویل اور جامع روایت منقول ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ رمضان المبارک میں روزانہ افطار کے وقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے بری فرماتے ہیں جو جہنم کے مستحق ہوچکے تھے اور جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو یکم رمضان سے آج تک جس قدر لوگ جہنم سے آزاد کئے گئے ہیں، ان کے برابر اس ایک دن میں آزاد فرماتے ہیں۔ (الترغیب والترہیب)

فائدہ:...... پہلی حدیث کی رو سے ہر شب میں ساٹھ ہزار کی بخشش ہوتی ہے اور دوسری حدیث میں ہر شب میں چھ لاکھ آدمی دوزخ سے آزاد کئے جاتے ہیں، تیسری حدیث سے واضح ہے کہ روزانہ افطار کے وقت جہنم کے مستحق دس لاکھ آدمی جہنم سے رہا ہوتے ہیں جو حق تعالیٰ شانہٗ کا محض کرم ہے اور مزید کرم یہ ہے کہ ان کی طرف سے ہر رات یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ کوئی توبہ کرنا چاہے تو اس کی توبہ قبول کرلی جائے، کوئی دعا کرنا چاہے تو اس کی دعا قبول کرلی جائے۔ اس لئے توبہ و استغفار اور دعا کا اہتمام رکھنا چاہئے۔

رمضان شریف میں امت پر پانچ خصوصی انعام:......

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان شریف کے متعلق میری امت کو خاص طور پر پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں ملیں۔

(۱)...... روزہ دار کے منہ کی بو (جو بھوک کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے) اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

(۲)...... ان کے لئے دریا کی مچھلیاں تک دعاء مغفرت کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں۔

(۳)...... جنت ہر روز ان کے لئے سجائی جاتی ہے، پھر حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ میرے بندے (دنیا کی) مشقتیں اپنے اوپر سے پھینک کر تیری طرف آئیں۔

(۴)...... اس ماہ مبارک میں سرکش شیاطین قید کردیئے جاتے ہیں کہ وہ رمضان میں ان برائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے، جن کی طرف غیر رمضان میں پہنچ سکتے ہیں (یعنی رمضان میں شیاطین قید ہونے کی بناء پر روزہ داروں کو گناہوں پر نہیں ابھار سکتے، لیکن انسان کا نفس گناہ کرانے میں شیاطین سے کم نہیں ہے اور گناہوں کا چسکا بھی گناہوں کی پٹڑی پر چلاتا رہتا ہے، تاہم پھر بھی گناہوں کی کمی اور عبادت کی کثرت کا ہر شخص مشاہدہ کرتا ہے۔)

(۵)...... رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کی مغفرت کی جاتی ہے، صحابہؓ نے عرض کیا، یہ شب مغفرت شب قدر ہے؟ فرمایا: نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دے دی جاتی ہے۔ (الترغیب والترہیب)

فائدہ:...... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل آپ

کی امت کو کیا کیا نعمتیں ملی ہیں، آپ بھی مذکورہ انعامات پر غور کریں، اپنے روزہ کو گناہوں کی آلودگی سے دور رکھیں اور ذکر و تلاوت اور درود و سلام کی کثرت سے آراستہ رکھیں اور زیادہ سے زیادہ مذکورہ انعامات کے مستحق بنیں۔

ایک روزہ کا بدلہ:...... حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان کے چاند نظر آنے پر ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ رمضان المبارک کی کیا حقیقت ہے تو میری امت یہ تمنا کرے کہ سارا سال رمضان ہی ہوجائے۔ پھر (قبیلہ) خزاعہ کے ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! (رمضان کے بارے میں ہمیں کچھ) بتلایئے، آپ نے ارشاد فرمایا: رمضان المبارک کے لئے جنت شروع سال سے اخیر سال تک سجائی جاتی ہے، جب رمضان شریف کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش (الٰہی) کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جس سے جنت کے درختوں کے پتے ہلنے (اور بجنے) لگتے ہیں اور حورعین عرض کرتی ہیں: اے ہمارے رب! اس مبارک مہینے میں ہمارے لئے اپنے بندوں میں سے کچھ شوہر مقرر کردیجئے، جن سے ہم اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں اور وہ ہم سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں (اس کے بعد پھر) آپ نے فرمایا: کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ رمضان شریف کا روزہ رکھے، مگر یہ بات ہے کہ اس کی شادی ایسی حور سے کردی جاتی ہے جو ایک ہی موتی سے بنے ہوئے خیمے میں ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں فرمایا ہے: ''**حور مقصورات فی الخیام**'' یعنی حوریں خیموں میں رکی رہنے والی...... اور ان عورتوں میں سے ہر عورت کے جسم پر ستر قسم کے لباس ہوں گے، جن میں سے ہر لباس کا رنگ دوسرے لباس سے مختلف ہوگا اور انہیں ستر قسم کی خوشبو دی جائے گی، جن میں سے ہر عطر کا انداز دوسرے سے مختلف ہوگا اور ان میں سے ہر عورت کی (خدمت اور) ضرورت کے لئے ستر ہزار نوکرانیاں اور ستر ہزار خادم ہوں گے، ہر خادم کے ساتھ ایک سونے کا بڑا پیالہ ہوگا، جس میں کئی قسم کا کھانا ہوگا (اور وہ کھانا اس قدر لذیذ ہوگا کہ) اس کے آخری لقمے کی لذت پہلے لقمے سے کہیں زیادہ ہوگی اور ان میں سے ہر عورت کے لئے سرخ یاقوت کے تخت ہوں گے، ہر تخت پر ستر بسترے ہوں گے، جن کے استر موٹے ریشم کے ہوں گے اور ہر بسترے پر ستر گدے ہوں گے اور اس کے خاوند کو بھی اسی طرح سب کچھ دیا جائے گا (اور وہ) موتیوں سے جڑے ہوئے سرخ یاقوت کے ایک تخت پر بیٹھا ہوگا، اس کے ہاتھوں میں دو کنگن ہوں گے، یہ رمضان المبارک کے ہر روزہ کا بدلہ ہے (خواہ) جو (شخص) بھی روزہ رکھے (اور روزہ دار نے) روزہ کے علاوہ جو نیکیاں (اعمال صالحہ) کی ہیں، ان کا اجر و ثواب اس کے علاوہ ہے، مذکورہ ثواب صرف روزہ رکھنے کا ہے۔ (الترغیب والترہیب)

فائدہ:...... بار بار اس حدیث کو پڑھیں اور غور کریں کہ رمضان المبارک کے صرف ایک روزہ کا کتنا عظیم اجر و ثواب ہے اور روزے پابندی سے رکھیں اور اپنے تمام اعضاء کو گناہوں سے بچانے کا خاص خیال رکھیں۔

بلا عذر روزہ نہ رکھنا:...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے (شرعی) اجازت اور (مرض کی) مجبوری کے بغیر رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دیا، اگر وہ ساری عمر (بھی) روزے رکھے، تب بھی اس کی قضا نہیں ہوسکتی۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

فائدہ:...... جو لوگ بلا عذر شرعی رمضان المبارک میں روزے نہیں رکھتے، وہ غور کریں کہ رمضان المبارک میں روزہ نہ رکھنے کا کتنا بڑا نقصان ہے، ضابطہ میں گو روزہ کی قضا ہوجائے، لیکن رمضان المبارک میں اس کو رکھنے پر جو ثواب عظیم مل سکتا تھا، وہ عمر بھر روزہ رکھنے سے حاصل

نہیں ہوسکتا، اس لئے چند روز کی گرمی و سردی سب برداشت کرلیں اور رمضان المبارک میں روزے رکھنے کا اہتمام کریں۔

روزہ کے ضروری مسائل:...... فضائل کے بعد اب روزہ کے کچھ ضروری مسائل لکھے جاتے ہیں، جن سے واقف ہونا ہر مسلمان مرد و عورت کے لئے ضروری ہے، تا کہ بوقت ضرورت ان پر عمل کیا جاسکے، لہٰذا ان مسائل کو توجہ سے پڑھیں، روزہ کے مسائل چار قسم پر ہیں، انہیں ترتیب وار ذیل میں لکھا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

روزہ مکروہ نہیں ہوتا:...... وہ صورتیں جن میں روزہ نہیں ٹوٹتا اور مکروہ بھی نہیں ہوتا، یہ ہیں:

☆...... کسی قسم کا انجکشن یا ٹیکہ لگوانا۔ (ا-ر-ب)

☆...... کسی عذر سے رگ کے ذریعہ گلوکوز چڑھوانا۔ (ر-ب)

☆...... سخت ضرورت کے وقت خون چڑھوانا۔ (ر)

☆...... طاقت کا انجکشن لگوانا۔ (ع)

☆...... ایسی آکسیجن دینا جو خالص ہو اور اس میں ادویات کے اجزاء شامل نہ ہوں۔ (ر)

☆...... کلی کرنے کے بعد منہ کی تری نگلنا۔ (ر)

☆...... اپنا لعاب دہن جو اپنے منہ میں ہو، نگل لینا، البتہ اسے منہ میں جمع کر کے نگلنا نہ چاہئے۔ (ر)

☆...... ناک کو اس قدر زور سے سڑک لینا کہ حلق کے اندر چلی جائے۔ (ب)

☆...... دانت اس طرح نکلوانا کہ روزہ بے خطر ہوجائے اور خون حلق میں نہ جائے۔ (ر-ب)

☆...... دانتوں سے نکلنے والا خون نگل لینا، بشرطیکہ وہ لعاب دہن سے کم ہو اور منہ میں خون کا ذائقہ معلوم نہ ہو۔ (ا-ر-ب)

☆...... نکسیر پھوٹنا۔ (ر-ب)

☆...... چوٹ وغیرہ کے سبب جسم سے خون نکلنا۔ (ب)

☆...... کسی زہریلی چیز کا ڈسنا۔ (ب)

☆...... بواسیر کے مسوں کو (جن کا محل عموماً پاخانہ کی جگہ کا کنارہ ہوتا ہے) طہارت کے بعد اندر دبا دینا۔ (ب)

☆...... حلق میں بلا اختیار دھواں، گرد و غبار یا مکھی وغیرہ کا چلا جانا۔ (ا-ر)

☆...... بھول کر کھانا پینا یا بھول کر بیوی سے صحبت کرنا۔ (ا-ر)

☆...... اگر جماع کا اندیشہ نہ ہو تو بیوی سے بوس و کنار کرنا۔ (ر)

☆...... سوتے ہوئے احتلام (غسل کی حاجت) ہوجانا۔ (ا-ر-ب)

☆...... کان میں پانی ڈالنا یا بے اختیار چلے جانا۔ (ا)

☆...... خود بخود قے آنا۔ (ر)

☆...... آنکھوں میں دوا یا سرمہ لگانا۔ (ا-ر)

☆...... مسواک کرنا۔ (ا-ر)

☆...... سر اور بدن میں تیل لگانا۔ (ا-ر)

☆...... عطر یا پھولوں کی خوشبو سونگھنا۔ (ا-ر)

☆...... دھونی دینے کے بعد اگربتی اور لوبان کی خوشبو سونگھنا جبکہ ان کا دھواں باقی نہ رہے۔ (ر)

☆...... رومال بھگو کر سر پر ڈالنا اور کثرت سے نہانا۔ (ر)

☆...... بچہ کو دودھ پلانا۔ (ر)

☆...... پان کی سرخی اور دوا کا ذائقہ منہ سے ختم نہ ہونا۔ (ر)

روزہ مکروہ ہوجاتا ہے:...... وہ صورتیں جن میں روزہ نہیں ٹوٹتا، مگر مکروہ ہوجاتا ہے، یہ ہیں:

☆...... ٹوتھ پیسٹ، منجن، مسی، دنداسہ اور کوئلہ وغیرہ سے دانت صاف کرنا۔ (ر-ب)

☆...... نفس کے بے اختیار ہوکر صحبت ہوجانے یا

انزال ہوجانے کا خطرہ ہوتو بیوی سے بوس وکنار کرنا، معانقہ کرنا اور ساتھ لیٹنا۔(ر)

☆......بلاضرورت کسی چیز کو چبانا یا چکھ کر تھوکنا۔ (ا-ر-ب)

☆......غیبت کرنا۔(ا-ر)

☆......لڑنا جھگڑنا اور گالی گلوچ کرنا، خواہ کسی انسان کو گالی دے یا بے جان چیز کو۔(ا-ر)

☆......خون دینا۔(ا-ر)

☆......اپنے منہ میں تھوک جمع کر کے نگلنا۔(ر-ب)

☆......بلاعذر رگ کے ذریعہ گلوکوز چڑھوانا۔(ب)

روزہ ٹوٹ جاتا ہے:......وہ صورتیں جن میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور صرف قضا واجب ہوتی ہے، یہ ہیں:

☆......ڈاڑھ نکلوائی اور خون حلق میں چلا گیا۔(ر)

☆......کسی مرض کی وجہ سے اتنا خون یا پیپ دانتوں سے نکل کر حلق میں چلا جائے جو لعاب دہن کے برابر یا اس سے زیادہ ہو، جس کی علامت یہ ہے کہ تھوک میں ان کا رنگ نظر آئے اور منہ میں ذائقہ محسوس ہو۔(ر-ب)

☆......ناک اور کان میں تر دوا ڈالنا یا خشک سفوف ڈالنا جس کا جوف دماغ میں پہنچنا یقینی ہو۔(ا-ر-ب)

☆......اپنے ہاتھ سے منی نکالنا۔(ر)

☆......بیوی کا بوس وکنار لینے کی وجہ سے انزال ہونا۔(ا-ر)

☆......ایسی چیز کا نگل جانا جسے عادتاً کھایا نہیں جاتا، جیسے کنکر اور لکڑی کا ٹکڑا وغیرہ۔(ا-ر)

☆......یہ سمجھ کر کہ احتلام سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، روزہ افطار کر لینا۔(ر)

☆......بیماری یا کسی مجبوری میں روزہ افطار کر لینا۔(ب)

☆......سحری کا وقت خیال کر کے صبح صادق ہوجانے کے بعد سحری کھالینا۔(ا-ر)

☆......یہ سمجھ کر کہ آفتاب غروب ہوگیا ہے، افطار کر لینا۔(ا-ر)

☆......گھوڑا دوڑانے سے شرمگاہ کو حرکت ہوئی اور انزال ہوگیا، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ احتیاط اسی میں ہے کہ قضا کر لے۔(ر)

☆......روزہ یاد ہو مگر وضو کرتے ہوئے یا نہاتے ہوئے بلا اختیار حلق میں پانی چلا جائے۔(ا-ر-ب)

☆......غروب آفتاب سے پہلے چاند صاف نظر آیا، کسی عالم نے وثوق سے افطار کر لینے کا فتویٰ دیا جبکہ خود کو اس بارے میں مسئلہ معلوم نہ تھا، اس لئے افطار کر لیا، اس صورت میں قضا بھی کرے اور استغفار بھی، البتہ اس عالم پر قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔(ر)

☆......قصداً منہ بھر کر قے کر لینا۔(ا-ب)

☆......لوبان یا عود وغیرہ کا دھواں قصداً ناک یا حلق میں پہنچانا۔(ا-ب)

☆......منہ میں آنسو یا پسینے کے قطرے چلے جائیں اور منہ میں ان کا ذائقہ محسوس ہو اور روزہ دار ان قطروں کو نگل لے۔(ب)

قضا و کفار دونوں واجب:......وہ صورتیں جن میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا و کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں، یہ ہیں:

☆......قضا یہ ہے کہ ایک روزہ کی قضا میں ایک روزہ رکھا جائے۔

☆......کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے، جہاں غلام نہیں ملتے، یا اس کے خریدنے پر قدرت نہیں، وہاں ساٹھ روزے مسلسل رکھے، بیچ میں ناغہ نہ ہو، ورنہ پھر شروع سے ساٹھ روزے پورے کرنے ہوں گے اور اگر روزہ کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو پیٹ بھر کر دونوں وقت کھانا کھلائے۔

☆......جان بوجھ کر کچھ کھا پی لینا۔(ر)

☆......کسی بزرگ کا تھوک تبرکاً چاٹ لینا، یا بیوی یا اپنے بچہ کا لعاب نگل لینا۔(ر)

☆......مسئلہ معلوم ہو یا نہ ہو، بیوی سے صحبت کرنا جبکہ روزہ یاد ہو۔(ر)

☆......جان بوجھ کر کچا گوشت یا چاول کھالینا۔(ر)

☆......جان بوجھ کر سگار، حقہ، بیڑی اور سگریٹ وغیرہ پینا۔(ر)

☆......اگر کسی نے تھوڑی نسوار روزہ کی حالت میں منہ کے اندر رکھ کر فوراً نکال دی اور اس کا پورا یقین ہو کہ نسوار کا کوئی جز وحلق میں نہیں گیا تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، اگرچہ بالاتفاق مکروہ ہے، مگر چونکہ عادتاً ایسا ہونا متعذر ہے کہ نسوار کا جز وحلق میں نہ جائے، خصوصاً جبکہ استعمال کرنے والے کافی دیر تک منہ میں رکھے رہتے ہیں اور ذرا دیر رکھنے سے مقصد بھی حاصل نہیں ہوتا اور اس کے رہنے سے لعاب بھی زیادہ پیدا ہوتا ہے، لہٰذا مروجہ طور پر نسوار استعمال کرنا مفسد صوم ہی قرار دیا گیا ہے اور اس سے قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔(ر)

وضاحت:......روزے کے جو مسائل اوپر لکھے گئے ہیں، وہ تین رسائل سے لئے گئے ہیں:

☆......احکام رمضان المبارک سیدی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔(ا)

☆......روزے کے ضروری مسائل، از احقر (ر)

☆......ماہنامہ البلاغ شعبان ۱۴۱۵ھ (ب)

آسانی کے پیش نظر حوالہ کے لئے ان رسائل کے نام کے شروع کا ایک ایک حرف لکھا گیا ہے جو اس پورے رسالہ کی نشاندہی کرتا ہے۔

رمضان المبارک کے معمولات:......رمضان المبارک ابناء آخرت بننے کا مہینہ ہے، دنیاوی، کاروباری اور ملازمتی مصروفیات کم سے کم کر کے اور غیر ضروری تعلقات ختم کر کے زیادہ سے زیادہ ماہ مبارک میں اسلامی زندگی اختیار کریں، جس کے لئے درج ذیل امور کو اپنے اپنے حالات کے مطابق ترتیب دے کر اور ایک نظام الاوقات بنا کر پابندی سے انجام دیں:

☆......صدق دل سے تمام گناہوں سے توبہ کریں اور کثرت سے توبہ واستغفار کا اہتمام رکھیں۔

☆......روزہ رکھنے اور تراویح پڑھنے کا پورا اہتمام کریں، بلاعذر شرعی ترک نہ کریں۔

☆......روزے میں آنکھ، کان، ناک، زبان، دل، دماغ اور تمام اعضاء کو ہر گناہ سے بچانے کی پوری پوری کوشش کریں۔

☆......نماز باجماعت کا مکمل اہتمام کریں۔

☆......اشراق، چاشت، اوابین، صلوٰۃ التسبیح، تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضوء اور تہجد کے نوافل کا معمول بنائیں۔

☆......رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا مطالعہ کریں، اس مقصد کے لئے ''اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم'' تالیف حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ کا مطالعہ بہت کافی ہے۔

☆......تلاوت قرآن کریم کا جس قدر زیادہ ہو سکے، معمول بنائیں۔

☆......چلتے پھرتے لا الہ الا اللہ کا ورد رکھیں، کبھی کبھی پورا کلمہ پڑھ کر پھر درود شریف پڑھ لیا کریں۔

☆......جنت الفردوس مانگیں اور عذاب دوزخ سے پناہ مانگیں، نیز ملک وملت کی صلاح وفلاح کی دعا کریں اور اس ناکارہ کے لئے بھی دعا مغفرت اور خاتمہ بالخیر کی دعا فرمادیں تو بڑا اکرم ہوگا۔

اگر ماہ مبارک ان باتوں کے التزام کے ساتھ گزر گیا تو قوی امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور دل کی حالت بدلے گی، زندگی میں انقلاب آئے گا، دنیا کی بے ثباتی ناپائیداری وفنائیت محسوس ہو کر اس سے بے رغبتی دل میں پیدا ہوگی، فکر آخرت کا ذوق پیدا ہوگا، اس کرب انگیز زندگی میں سکون واطمینان محسوس ہوگا اور سال کے دیگر مہینوں میں بھی اپنے آپ کو اسلامی زندگی سے قریب رکھنا سہل ہوجائے گا۔

☆......☆......☆

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ بسم اللہ کر کے کھانا شروع کرتے۔آج ہماری کیا عادت ہے کہ نہ تو ہمیں بسم اللہ پڑھ کے کھانا یاد رہتا ہے اور نہ ہی کھانے کے بعد شکر کرنا۔بس جلدی جلدی کھایا اور اٹھ گئے۔

"بھائیو اور بچو! کھانا کھانے کے بعد ہمیشہ دل سے الحمدللہ کہا کیجئے کہ اس سے کھانے کی اس نعمت میں اضافہ ہوگا۔"

ظفر چچا کی یہ بات سن کر مجھ پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔میں نے بھی راستے بھر بڑے مزے لے لے کر سموسے کھائے تھے، ساتھ میں ٹھنڈا ٹھنڈا جوس، پھر چائے بھی پی تھی، مگر نہ تو بسم اللہ پڑھا، نہ ہی شکر کیا۔میں نے دل میں پکا ارادہ کر لیا کہ آئندہ ہمیشہ سنت کے مطابق کھاؤں گا۔

"بھائیو! اب آتے ہیں پانی پینے کی سنتوں کی طرف......آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پانی پینے کا طریقہ یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ بسم اللہ کر کے، بیٹھ کر اور تین گھونٹ میں پانی پیتے تھے، اب ہم اپنے پانی پینے کے طریقے پر غور کریں تو سوائے شرمندگی کے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے، ہماری کیا عادت ہے کہ پانی کا گلاس اٹھایا، وہیں کھڑے کھڑے ایک سانس میں جلدی سے پیا اور چل دیئے۔آیئے آج ہی سے سنت کے مطابق پانی پینے کی عادت ڈالیں۔فرحان بیٹے، ذرا ایک گلاس یا کٹورے میں پانی تو لائیں۔"

ظفر چچا نے مجھ سے پانی منگوا کر سب کے سامنے سنت کے مطابق اسے پی کر دکھایا۔میں نے دیکھا کہ وہاں موجود سب ہی سانس روکے ان کے طریقے کو دیکھ رہے تھے۔

"بھائیو اور بچو! کھا پی کر عام طور سے ہم سب گھروں سے اپنے اپنے کاموں کے لئے نکلتے ہیں، تو یاد رکھیں کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں گھر سے نکلنے کی دعا بھی سکھائی ہے جو بہت ہی آسان ہے۔ابھی عقیل آپ کو وہ دعا سکھائیں گے، آیئے عقیل بھائی۔"

عقیل بھائی اٹھے اور ظفر چچا کے قریب آ کر سب کو سلام کر کے گھر سے نکلنے کی انتہائی آسان دعا آہستہ آہستہ رک رک کر پوری کلاس کو کئی بار پڑھوائی، تا کہ سب کو یاد ہو جائے۔میں نے بھی ان کے ساتھ ساتھ دعا پڑھی اور کافی دیر تک اپنے آپ کو سرزنش کرتا رہا کہ میں گھر سے نکلتے ہوئے ہر بار یہ دعا پڑھنا کیوں بھول جاتا ہوں۔

"بھائیو اور بچو! یہ تو تھیں چند سنتیں جو آج آپ کو یاد کرانی تھی۔آیئے اب میں آپ سب کو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے ہونے والے کچھ معجزے سناتا ہوں جن کو سن کر آپ سب کو ان شاء اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کا محبوب ہونا یقینی طور سے معلوم ہو جائے گا۔یقینی اس لئے کہہ رہا ہوں کہ یہاں کچھ لوگ غلط باتیں ٹی وی کے ذریعے دیکھ اور سن کر کچھ پریشان ہو جاتے ہیں، اس لئے آپ سب بہت غور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے بارے میں سنیں۔"

ظفر چچا اتنا کہہ کر ذرا دیر کے لئے رکے تو مجھے یاد آیا کہ آج سے چند سال پہلے بھی ایک بیان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہونے والے معجزوں پر کچھ روشنی ڈالی گئی تھی، مجھے بڑی شرمندگی ہوئی کہ مجھے کچھ یاد نہ تھا۔مگر پھر مجھے اطمینان ہوا کہ اب ظفر چچا کی زبانی دوبارہ مجھے وہ سب سننے کو مل رہا ہے، اس لئے اب مجھے بڑی توجہ سے سن کر ظفر چچا کا یہ بیان بلکہ ہر بیان سننا چاہئے۔

"میرے عزیزو...... اللہ کے ہر نبی کی ذات برکتوں والی ہوتی ہے، مگر کیونکہ ہمارے نبی سارے نبیوں کے سردار تھے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے معجزے ظاہر ہوئے، آیئے اب میں آپ کو ان معجزوں میں سے کچھ کے بارے میں بتاؤں۔جس دن غزوہ خندق، یعنی کہ وہ جنگ، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود شریک تھے اور یہ جنگ کافروں کے ساتھ ایک خندق کھود کر لڑی گئی، تو اس دن جب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بہت بھوکے تھے اور ان کی بھوک کا اندازہ کر کے ایک صحابی حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں ایک سیر جو کے آٹے کی روٹیاں پکوائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے تقریباً پورے لشکر نے پیٹ بھر کر کھائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر پر صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور چند افراد کا کھانا پکایا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو وہاں لے گئے اور اس تھوڑے سے کھانے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام ساتھیوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔

ایک بار صرف ایک صاع یعنی کہ کوئی تین کلو جو اور ایک بکری کے بچے کے گوشت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسّی آدمیوں کو کھانا کھلوایا۔

مکہ کے قریب ایک جگہ ہے حدیبیہ، ایک بار جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا تو وہاں موجود کنویں میں پانی نہیں تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وضو کا پانی اس میں ڈال دیا تو اس کنویں سے اتنا پانی چڑھ آیا کہ کوئی پندرہ سو کی تعداد کے پورے لشکر نے خوب اچھی طرح پانی پیا۔

اسی طرح ایک غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر پیاس سے بے تاب تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹے سے پانی کے پیالے میں اپنا ہاتھ مبارک ڈال دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں مبارک سے پانی پھوٹنے لگا، اس پانی کو سارے لشکر نے پیا اور اس سے وضو بھی کیا۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دودھ کا پیالہ لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ سب اصحاب صفہ کو بلا لاؤ، یہ سب ملا کر کوئی ستر یا اسی آدمی تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو اسی پیالے سے دودھ پینے کو فرمایا۔تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے خوب پیٹ بھر کر دودھ پیا، مگر پھر بھی پیالہ اسی طرح دودھ سے بھرا رہا۔"

"میرے عزیز بچو اور ساتھیو! یہاں میں آپ سب کو یہ بتا دوں کہ اصحاب صفہ ان صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو کہتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث

سن کر ان کی اور قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرنے میں لگے رہتے تھے۔ صفہ مسجد نبوی میں اس چبوترے یا یہ سمجھ لیں کہ جگہ کو کہتے تھے جہاں یہ صحابہ بیٹھتے تھے، یہ سب انتہائی غریب اور نادار تھے۔

کئی مرتبہ تو ایسا ہوتا کہ فاقوں پر فاقے آتے، اگر کہیں سے کچھ آ گیا تو کھالیا، پھر تعلیم حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے، بعض کے پاس تو کپڑوں کی جگہ کوئی چادر ہی ہوتی جو وہ اپنے جسم پر لپیٹ لیتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ام سلیم نے تھوڑا سا کھانا پکا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو ولیمہ میں مدعو کر لیا اور حکم دیا کہ دس دس آدمی بیٹھ جائیں اور کھانا شروع کر دیں۔ اس طرح تقریباً تین سو آدمی نے سیر ہو کر کھایا اور کھانا اسی طرح رہا۔

غزوہ خیبر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دکھنے آ گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن یعنی کہ تھوک ان پر لگایا تو ان کی آنکھیں اسی وقت ٹھیک ہو گئیں اور پھر کبھی دکھنے نہیں آئیں۔

قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ نکل کر گر پڑی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے آنکھ کے ڈیلے کو اس کی جگہ رکھ دیا تو وہ آنکھ پہلے سے زیادہ سلامت اور خوشنما ہو گئی۔

عبداللہ بن عتیق رضی اللہ عنہ جب ابو رافع یہودی کو قتل کر کے واپس آنے لگے تو سیڑھیوں سے اترتے ہوئے گر پڑے اور ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ٹانگ پر اپنے مبارک ہاتھ پھیرے تو وہ فوراً ایسی ٹھیک ہو گئی کہ گویا کبھی ٹوٹی ہی نہ تھی۔

غار ثور میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پناہ لی تھی تو وہاں موجود ایک سانپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ڈس لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا لعاب دہن لگایا تو وہ اسی وقت شفاء پا گئے۔

ایک نابینا صحابی رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک دعا بتا کر فرمایا۔

''وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھو اور میرے وسیلہ سے یہ دعا مانگو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری حاجت پوری کرے گا۔''

ان نابینا صحابی رضی اللہ عنہ نے اسی طرح دعا مانگی۔ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ابھی اس مجلس سے اٹھے بھی نہ تھے کہ ان صحابی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔

حجۃ الوداع، یعنی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے پہلے جو آخری حج کیا، اس میں ایک عورت اپنے بچے کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ ''یہ بچہ بولتا نہیں ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑا پانی منگوا کر اس سے ہاتھ دھویا اور کلی کر کے اس عورت کو وہ پانی دے کر فرمایا۔ ''یہ پانی اس بچے کو پلاؤ اور کچھ اس پر چھڑک دو۔''

عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق کیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں بچہ بالکل صحیح طریقے سے بولنے لگا۔''

ظفر چچا نے اتنا بیان کیا ہی تھا کہ ایک بچہ کھڑا ہو گیا اور ان کی طرف ایسے دیکھنے لگا جیسے کہ کچھ پوچھنا چاہ رہا ہو۔ ظفر چچا نے فوراً ہی اشارے سے اسے اپنے قریب بلایا۔

''بیٹا آپ شاید کچھ پوچھنا چاہ رہے ہیں۔ چلئے پہلے تو اپنا نام بتایئے۔ پھر اپنا سوال کیجئے۔'' ظفر چچا نے بڑی شفقت سے اسے اپنے قریب بٹھایا۔

''جی......وہ......وہ......ماسٹر صاحب......نام تو میرا جی عمران ہے اور پوچھنا آپ سے یہ ہے کہ کیا وہ میرا ابا بھی وہ دعا پڑھ سکتا جو آپ نے ابھی بتائی۔ جی......

وہ......وہ......بیماری کی وجہ سے وہ اندھا ہو گیا ہے۔''

عمران کے سوال نے مجھے حیرت زدہ کر دیا۔ کس توجہ سے یہ بچہ بلکہ لگ رہا تھا کہ سب ہی ظفر چچا کا بیان سن رہے تھے۔ میں نے بڑے غور سے عمران کو دیکھا، وہ کوئی آٹھ یا نو سال کا ہو گا، صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے وہ مجھے بڑا اچھا لگا، میں نے ظفر چچا کو دیکھا، مجھے اپنی طرف دیکھتا ہوا محسوس کر کے وہ مسکرائے، پھر بڑی نرمی سے بولے۔

''بالکل بیٹے عمران، آپ ایسا کریں کہ ابھی کلاس ختم ہونے کے بعد میرے پاس آ جائیں، میں آپ کو دعا سکھا بھی دوں گا اور لکھ کر بھی دے دوں گا۔ بلکہ ایسا کریں آپ، اپنی جگہ جا کر بیٹھیں، ہم سب مل کر کئی دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم فرمائی ہوئی وہ دعا پڑھتے ہیں، تاکہ کچھ نہ کچھ تو ہمیں ابھی یہیں یاد ہو جائے۔ تو آیئے میرے ساتھ ساتھ دہرایئے۔

''اللھم انی اسئلک و اتوجه الیک بینک محمد نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بک الیٰ ربی فی حاجتی هذه لتقضیٰ لی اللهم فشفعه فیّ''

یہ دعا ایک کتاب حصن حصین میں نماز حاجت کے باب میں لکھی ہے جو اگر کسی کو بتائیں تو اس کتاب کا حوالہ دے دیں۔ تمام جائز مقاصد کے لئے پڑھی جا سکتی ہے۔ ان شاء اللہ جب آپ سب ساتھیوں اور بچوں کو اردو پڑھنی آ جائے گی تو آپ سب کو سنت پر تمام دعائیں سکھائی جانے کے ساتھ ساتھ ایسی کتاب بھی دی جائے گی، جس میں سے پڑھ کر آپ سب خود ہی یہ دعائیں یاد کر لیں۔ حصن حصین ایک بہت مستند کتاب ہے اور اس میں تمام دعائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی ہیں۔

اچھا ساتھیو اور بچو! اب میں آپ سب کو عقیل بھائی کے حوالے کر کے چلتا ہوں۔ ہمیشہ کی طرح پہلے آپ سب نورانی قاعدہ پڑھیں گے، پھر لکھنے کی مشق کریں گے۔ فرحان آپ میرے ساتھ ہی آ جایئے۔ السلام علیکم

میں خوشی خوشی اٹھا اور سب کو سلام کرتا ہوا ظفر چچا کے ساتھ باہر کی طرف چل دیا۔

☆......☆......☆

ابھی ہم دونوں کلینک پہنچے ہی تھے کہ ہمیں سرفراز بھائی باہر کھڑے نظر آئے۔ وہ کچھ پریشان سے الگ رہے تھے۔

''خیریت تو ہے سرفراز؟'' ظفر چچا نے ان کا چہرہ دیکھ کر فوراً ہی پوچھا۔

''ابو...... ابھی ابھی ایمرجنسی میں ایک مریض لایا گیا ہے۔ میرا اور مسلمان کا خیال ہے بلکہ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اسے دل کا دورہ پڑا ہے۔ میں اور سلمان تو فوراً ہی اسے لے کر اپنے اسپتال کے لئے نکل رہے ہیں۔ آپ اور فرحان جلدی سے سامان وغیرہ سمیٹ کر عقیل کے ساتھ آ جائیں۔ ہاں بریانی کی دیگیں شرفو کے حوالے کر دیں۔ مٹھائی بھی اسے دے دیں۔ مگر ابھی کچھ اور ذکر بالکل مت کیجئے گا۔'' سرفراز بھائی یہ کہہ کر جلدی سے کلینک میں چلے گئے۔

''فرحان تم دوڑ کر جاؤ اور عقیل کو بلا کر لے آؤ۔''

ظفر چچا یہ کہہ کر کلینک میں جانے کے لئے ہی تھے کہ اندر سے سلمان بھائی اور سرفراز بھائی کے ساتھ چند اور لوگ نکلے، جو ایک آدمی کو ایک چارپائی پر اٹھائے ہوئے گاڑی کی طرف لا رہے تھے، اس آدمی کے ڈرپ لگی ہوئی تھی، جس کا اسٹینڈ سلمان بھائی نے پکڑا ہوا تھا۔

سرفراز بھائی نے جو مجھے وہاں کھڑا دیکھا تو کچھ جھنجھلا کر بولے۔

''فرحان یہ تم کھڑے میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ چلو جلدی سے گاڑی کھول کر پیچھے کی سیٹ کا سامان باہر نکالو، قمر کو وہاں لٹانا ہے، تمہیں اتنی عقل نہیں ہے کہ خود ہی یہ کام کر لیتے۔''

سرفراز بھائی کی یہ بات سن کر مجھے اپنی بے توجہی پر بڑی شرمندگی ہوئی اور میں نے فوراً ہی ان کے کہنے کے

مطابق پیچھے کی سیٹ صاف کر کے ایک تکیہ ڈگی میں سے نکال کر وہاں رکھ دیا، چند ہی منٹوں میں سلمان بھائی اور سرفراز بھائی اپنے مریض کو لے کر گاؤں سے روانہ ہو گئے۔ ان کے جاتے ہی میں بھاگ کر عقیل بھائی کے پاس پہنچا اور آہستہ سے انہیں ساری بات بتائی۔ انہوں نے کوئی گھبراہٹ دکھائے بغیر بڑے اطمینان سے، مگر جلد ہی اپنا سبق ختم کیا اور اپنی کلاس کو آئندہ ہفتے کا ایک طرح کا ہوم ورک بتا کر باہر آ گئے، ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ کیا کیا جائے کہ عقیل بھائی نے شرفو کو بلا کر ساری بات سمجھائی، بریانی کی دیگیں اس کے حوالے کیں اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ مجھے بھی گاڑی میں بٹھا کر گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

☆......☆......☆

جس وقت عقیل بھائی نے مجھے گھر پر اتارا، میں بہت گھبرایا ہوا تھا، میں نے فوراً ہی اپنا بیگ اندر رکھا اور اسپتال کے لئے نکل گیا۔ وہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ اللہ نے اپنا فضل کیا اور بھائی قمر کی حالت اب خطرے سے باہر ہے۔ سلمان بھائی ایمر جنسی روم میں تھے۔ ان کے ساتھ ایک اور ڈاکٹر بھی کھڑے تھے۔ سرفراز بھائی نے جو مجھے دیکھا تو میری طرف آ گئے۔

''اللہ کا بڑا ہی شکر و احسان ہے کہ قمر کی وائٹل سائنز اب اسٹیبل ہیں، پلس بھی بہت بہتر ہے، راستے میں لگ رہا تھا کہ اس کا دل بالکل ڈوب رہا ہے، ہم نے ڈاکٹر حامد صاحب کو پہلے ہی کال کر دی تھی کہ وہ پہنچ جائیں۔ شکر ہے کہ وہ بھی وقت پر آ گئے۔ یار فرحان بڑی تھکن ہو رہی ہے، آج تو تمہارے ہاتھ کی چائے پینے کا دل چاہ رہا ہے۔ تم گھر پہنچو، چائے کا پانی رکھو، ہم تینوں بھی قمر کا فائنل چیک اپ کر کے تمہیں جوائن کرتے ہیں۔'' سرفراز بھائی کی آواز میں بڑی تھکن تھی۔ میں نے گھر کی طرف دوڑ لگا دی۔ مجھے گیٹ کے قریب خورشید کھڑا ہوا نظر آیا۔

''خورشید اندر چلو، ذرا جلدی سے کوئی سینڈوچ یا رول وغیرہ تو بنانا، ابھی سرفراز بھائی اور سلمان بھائی اپنے کسی ڈاکٹر دوست کے ساتھ پہنچنے والے ہیں۔'' میں نے خورشید کے پاس پہنچ کر اس سے کہا۔ ابھی میں اندر داخل ہونے ہی والا تھا کہ خورشید نے میرے ہاتھ میں ایک لفافہ پکڑا دیا۔

''کیا ہے یہ...... کس نے دیا ہے؟'' میں نے حیرت سے لفافہ لیتے ہوئے خورشید سے پوچھا۔

''دو لڑکے آئے تھے، کہہ رہے تھے، سلمان یا فرحان کو یہ لفافہ دے دینا۔ اب تم آ گئے ہو تو تم ہی لے لو۔ تمہاری مرضی کہ سلمان بھائی کو دو یا خود کھول لو۔''

''کچھ کہہ رہے تھے وہ تم سے...... نام پوچھا تھا تم نے ان کا......'' میری حیرت کسی طرح کم نہیں ہو رہی تھی۔

''کیسے پوچھتا...... موٹر سائیکل پر تھے۔ میں یہیں سلمان بھائی کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے مجھے فون کر کے کہا تھا کہ ایک مریض کے لئے یخنی بنا کر رکھو، میں لینے آ رہا ہوں کہ اتنے میں وہ لڑکے میرے قریب آ کر رکے، لفافہ پکڑا کر تم دونوں میں سے کسی کو دینے کا کہتے ہوئے چلے گئے۔ فرحان عجیب سے لڑکے تھے۔ مجھے تو ڈر لگ رہا ہے۔''

میں نے خورشید کو دیکھا۔ وہ واقعی ڈرا ہوا لگ رہا تھا۔ ابھی ہم دونوں اندر جانے ہی والے تھے کہ سلمان بھائی اور سرفراز بھائی اپنے ڈاکٹر دوست کے ساتھ پہنچ گئے۔ انہوں نے گاڑی باہر ہی سائیڈ میں کھڑی کی اور ہماری طرف آ گئے۔

''چلو جلدی سے چائے ڈرائنگ روم کی میز پر لا کر رکھ دو، ہم لوگ ذرا فریش ہو لیں۔ آیئے ڈاکٹر حامد میں آپ کو باتھ روم دکھا دوں۔'' سلمان بھائی، یہ کہتے ہوئے ڈاکٹر حامد کو اندر لے گئے۔ سرفراز بھائی بھی ان کے ساتھ ہی تھے۔ میں لپک کر سرفراز بھائی کے پیچھے پہنچا۔

''سرفراز بھائی آپ سے ایک ضروری بات کرنی

ہے۔'' میں نے آہستہ سے سرفراز بھائی سے کہا۔ سرفراز بھائی آگے بڑھتے بڑھتے رک گئے اور مجھے لے کر لاؤنج میں ایک طرف کو بیٹھ گئے۔

''کیا بات ہے فرحان! تم اتنے گھبرائے ہوئے کیوں لگ رہے ہو۔'' انہوں نے بڑی تھکی ہوئی آواز میں مجھ سے پوچھا۔ میں نے جلدی سے ان کو لفافے کا بتایا اور لفافہ ان کی طرف بڑھایا۔ وہ میری بات سنتے ہی سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔

''بھائی تم ہی کھولو۔ جس نے بھی خورشید کو لفافہ دیا، اس نے تمہارا اور سلمان کا نام لیا تھا، میرا نہیں۔'' سرفراز بھائی کی بات سن کر میں نے جلدی سے لفافہ کھولا۔ اس کے اندر ایک تہہ کیا ہوا ایک خط تھا۔ مجھے تو وہ خط ہی لگا۔ اس خط کو پڑھتے ہی مجھے ڈر لگنے لگا اور میں نے خاموشی سے اسے سرفراز بھائی کے ہاتھ میں دے دیا۔ وہ بڑے حضرت کا خط بلکہ ہمارے لئے ایک دعوت نامہ تھا۔ سرفراز بھائی نے میری حالت دیکھتے ہوئے ذرا بلند آواز میں بڑے حضرت کی تحریر پڑھی۔

''عزیز ترین گاؤں والو...... آپ سب کو اطلاع دی جاتی ہے کہ آج سے ٹھیک چھ دن کے بعد یعنی کہ بارہ مارچ بروز جمعرات دوپہر کے دو بجے آپ سب عورتوں، مردوں اور بچوں کی کھانے کی دعوت ہے اور اس کے بعد ہمارے ایک سب سے بڑے بزرگ حضرت مرزا نفیس الدین صاحب آپ سب کے سامنے ایک تقریر کریں گے، جس میں آپ سب کو دین اسلام کی بالکل ٹھیک ٹھیک باتیں بتائی جائے گی۔

آپ کا خادم

مرزا غلام عباس

سرفراز بھائی نے خط پڑھ کر ایک گہری سی سانس لی، پھر ایک اداس سی مسکراہٹ کے ساتھ مجھے دیکھا۔

''یار فرحان...... سیدھی سی بات ہے کہ بڑے حضرت سے ہماری گاؤں میں موجودگی برداشت نہیں ہو رہی۔ وہ ہر صورت میں ہمیں وہاں سے نکالنا چاہ رہے ہیں، آج جمعہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہاں یہ پرچے تقسیم ہو چکے ہوں گے۔ مگر یہ تم اتنے خوفزدہ کیوں ہو۔ بھائی اب تو ڈرنا چھوڑ دو۔'' سرفراز بھائی نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جہاں سلمان بھائی کھڑے تھے۔

''آؤ آؤ...... سلمان...... لو یہ دعوت نامہ پڑھو اور جمعرات کو گاؤں پہنچنے کے لئے سامان پیک کر لو۔''

سرفراز بھائی کے لہجے میں ان کا ہمیشہ والا اطمینان واپس آ گیا تھا۔ سلمان بھائی نے کچھ سوالیہ سی نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے بقول سرفراز بھائی ''دعوت نامہ'' لیا اور پڑھ کر وہیں ہمارے قریب ہی بیٹھ گئے۔

''سرفراز...... یہ تو یقینی ہے کہ وسیم اور شہزاد ہی یہ لفافہ خورشید کو دے کر گئے ہیں مگر ایک بات سمجھ میں نہیں آ رہی کہ بجائے فون کرنے کہ انہوں نے ہمیں یہ لفافہ کیوں بھجوایا۔'' سلمان بھائی نے دوبارہ بڑے حضرت کی تحریر پڑھی۔

''دوسرا نہ سمجھ میں آنے والا پوائنٹ یہ ہے کہ ہم تو گاؤں جاتے ہیں جمعہ کی صبح کو اور ان کی دعوت اور بیان جمعرات کو ہے تو ہمیں یہ نام نہاد بلاوہ بھیجنے کی کیا تک تھی۔'' سلمان بھائی کی بات سن کر سرفراز بھائی کچھ سوچنے لگے اور میں بھی ایک گومگو کی سی کیفیت میں ہو گیا۔

''یار سلمان، ایسا کرتے ہیں کہ میں گھر جا کر ابو کو یہ سب بتاتا ہوں، پھر پرسوں یعنی اتوار کو بیان کے بعد سوچتے ہیں کہ ان لوگوں کا اصل مقصد کیا ہے۔'' سرفراز بھائی یہ کہہ کر وہیں صوفے پر لیٹ گئے اور چند ہی لمحوں میں وہ گہری نیند میں جا چکے تھے۔ خورشید کی وہ چائے جو ڈرائنگ روم میں پہنچ چکی تھی، وہ میں نے سلمان بھائی اور ڈاکٹر حامد کے ساتھ بیٹھ کر خاموشی سے پی لی، پھر میں بھی اپنے کمرے میں سونے چلا گیا۔

☆......☆......☆

میں اتوار کا دن آنے تک برابر یہی سوچتا رہا کہ آخر

بڑے حضرت نے ہمیں گاؤں والوں کے لئے کی جان والی دعوت کی اطلاع دی ہی کیوں۔ مجھے سلمان بھائی بھی بڑے چپ چپ سے لگے، کسی سوچ میں کھوئے ہوئے، سرفراز بھائی بھی اسپتال میں خاموشی سے اپنا کام کرتے ہوئے کچھ فکر مند سے تھے، میں نے بھی ان دونوں سے کچھ پوچھنا مناسب نہ سمجھا اور اپنے اکاؤنٹس کے رجسٹر چیک کرتا رہا۔ اتوار آیا تو معمول کی طرح، مگر صبح سے مجھے ہر طرف ایک غیر معمولی سی خاموشی محسوس ہوئی۔ ہم دونوں بھائی کھانا کھا کر لاؤنج صاف کرنے کے لئے وہاں پہنچے ہی تھے کہ خورشید نے ہمیں سرفراز بھائی، عقیل بھائی اور ظفر چچا کے آنے کی اطلاع دی۔

"یار خورشید یا کون سا تکلف ہے، فوراً ان کو اندر لے کر آؤ اور ساتھ ذرا اچھی سی چائے بھی بنا کر لانا، وہ اپنی پانی جیسی چائے مت بنالینا، دودھ زیادہ ڈال کر ہم سب کے لئے اچھی سی کڑک چائے بنانا۔" سلمان بھائی کے انسٹرکشنز سن کر خورشید نے کچھ غصے سے مجھے دیکھا اور منہ بناتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

"السلام علیکم بچوں...... کیا ہو رہا ہے۔ آج ہمارے ڈاکٹر سلمان صاحب کچھ فکر مند سے نظر آرہے ہیں۔ کیوں بیٹے کیا بات ہے؟" ظفر چچا نے آگے بڑھ کر ہم دونوں بھائیوں سے ہاتھ ملایا اور ہمارے ساتھ کام میں لگ گئے۔ لاؤنج سیٹ کر کے ہم سب بیٹھے ہی تھے کہ خورشید چائے کے ساتھ کیک اور دہی بڑے لے کر اندر آیا اور ٹرے نیچے قالین پر رکھ دی۔

"یار خورشید آج تو بڑی کوئیک سروس کی ہے تم نے۔ واہ یار، کیک اور دہی بڑے بھی ہیں، یار آج تو تمہارا انعام پکا، یہ لو۔" سرفراز بھائی نے یہ کہتے ہوئے سو روپے کا ایک نوٹ نکال کر خورشید کو دیا۔ خورشید کی تو باچھیں کھل گئی۔ وہ بڑی فاتحانہ نظروں سے مجھے دیکھتا ہوا چلا گیا۔

"ہاں تو بچوں...... یہ دعوت کا کیا قصہ ہے۔ مجھے سرفراز نے بتایا تو ہے مگر میں وہ دعوت نامہ خود پڑھنا چاہ رہا تھا۔" ظفر چچا نے چائے کی پیالی اٹھاتے ہوئے کہا۔ سلمان بھائی خاموشی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں گئے اور وہاں سے لفافہ لا کر ظفر چچا کو دے دیا۔ ظفر چچا نے بار بار اپنا چشمہ ٹھیک کرتے ہوئے بڑے حضرت کی تحریر پڑھی۔ شاید وہ بھی کچھ الجھن میں تھے کہ آخر انہوں نے جمعرات کی دعوت کی خبر ہمیں کیوں دی ہے۔

"میرا خیال ہے کہ وہ کھل کر تو نہیں کہہ سکے کہ آپ حضرات بھی آئیں بلکہ اس طرح سے کیا کہیں گے کہ INDIRECTLY ہمیں بھی بلا رہے ہیں۔" ظفر چچا نے کافی دیر کی خاموشی کے بعد آہستہ سے کہا۔

"انکل کیا خیال ہے آپ کا، ہمیں جانا چاہئے کہ نہیں؟" ابھی سلمان بھائی نے یہ کہا ہی تھا کہ خورشید لاؤنج میں کچھ گھبرایا ہوا داخل ہوا۔

"سلمان بھائی...... سرفراز بھائی...... وہ...... وہ دونوں لڑکے...... ارے وہی لفافے والے آپ کو گیٹ پر بلا رہے ہیں۔" خورشید نے یہ کہہ کر دو تین لمبے لمبے سانس لئے۔

"کیا...... اچھا تم چلو، ہم آرہے ہیں۔" سرفراز بھائی نے بڑی عجلت سے اپنے جوتے پہنے اور باہر کی طرف لپکے۔ میں اور سلمان بھائی بھی ان کے پیچھے پیچھے گیٹ پر پہنچ گئے۔ وہاں وسیم کھڑا تھا۔

"آیئے آیئے...... ڈاکٹرز...... کہئے مل گیا آپ کو انویٹیشن۔" میں گیٹ کی طرف چلا تو بڑی بے خوفی سے تھا، مگر پھر گھبراہٹ کی وجہ سے سرفراز بھائی کے پیچھے ہو گیا۔ وسیم کی شاید مجھ پر نظر نہیں پڑی تھی۔

"اوہو...... تو یہ آپ ہیں وسیم بھائی۔ تسلیمات...... کہئے کیسے ہیں۔ ارے بھائی چیلے شہزاد، آپ بھی ہیں۔ آیئے...... آیئے اندر آجایئے۔ یہ گیٹ پر مہمانوں کو کھڑا کرنا ہمیں کچھ اچھا نہیں لگ رہا۔" سرفراز نے بڑی خوش اخلاقی سے وسیم کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ وسیم کو ایسے ویلکم کی بالکل توقع نہیں تھی، وہ کچھ سٹپٹا سا گیا۔

"بس بس رہنے دو، زیادہ بے تکلف ہونے کی ضرورت نہیں ہے، ہم صرف یہ کہنے آئے ہیں کہ جمعرات کو تم سب وہاں پہنچ جانا اور بھی جس کو دل چاہے لیتے آنا، ہاں، وہ تمہارا ابا بھی تو گاؤں والوں کو گھیرنے کی کوشش میں ہے، چلو اسے بھی بلاوہ دے دیتے ہیں، دیکھو آنا ضرور، یہ نہیں کہ ڈر کر چھپ گئے، دیکھتے ہیں کتنے پانی میں ہو تم سب۔" شہزاد نے نہایت بدتمیزی سے یہ کہا اور اپنی موٹر سائیکل پر بیٹھ کر چلے گئے۔

"لیجئے تو ہمیں ہمارے وسیم اور شہزاد صاحبان اپنی دعوت میں انوائٹ کر کے چلے گئے، اب یہ سوچنا ہمارا کام ہے کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔" سرفراز نے کہا تو یہ بہت ہنس کر مگر میں نے فوراً محسوس کر لیا کہ وہ بہت فکر مند ہیں۔

لاؤنج میں ظفر چچا بڑی بے چینی سے ہمارا انتظار کر رہے تھے، ہمیں دیکھتے ہی وہ جلدی سے ہمارے قریب آگئے، سرفراز بھائی نے انہیں وسیم اور شہزاد کا ہمیں گاؤں بلانے کا بتایا، ظفر چچا ایک گہری سوچ میں کھو گئے، کافی دیر بعد انہوں نے بڑے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"ہمیں جانا چاہئے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا معاملہ ہے، ہم کیسے اس طرح گھبرا کر یہیں بیٹھے رہیں، بسم اللہ کر کے چلتے ہیں، اللہ حفاظت کرنے والا ہے، دیکھا اور سنا تو جائے کہ وہ لوگ کرتے اور کہتے کیا ہیں۔" ظفر چچا نے ہم سب کو بڑی محبت سے دیکھا۔

"ظفر چچا زندہ باد......" سدا کے خاموش اور سنجیدہ سے عقیل بھائی کے نعرے کو سن کر ہم سب ہی ہنس پڑے۔

☆......☆......☆

عصر کے بعد تمام ساتھی آگئے، لاؤنج بالکل بھر گیا، ہاشم بھائی جیسے ہی آئے، میں لپک کر ان کے قریب پہنچ گیا۔

"ہاشم بھائی، آپ کی کتاب کہاں تک پہنچی۔" میں نے بڑی بے صبری سے ان سے پوچھا۔

"لکھ رہا ہوں بھائی، آہستہ سہی مگر لکھتا ضرور ہوں، ابھی تو غزوہ بدر کے بارے میں کچھ لکھا ہے، فکر مت کرو، کچھ اور آگے لکھ لوں، پھر تمہیں پڑھاؤں گا، چلو اب بیان شروع کیا جائے، سب انتظار کر رہے ہیں۔" ہاشم بھائی نے بڑی محبت سے میرا کندھا تھپتھپایا اور آگے بڑھ کر مائیک اٹھالیا۔

"میرے ساتھیو اور بھائیو...... السلام علیکم! یہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے کہ وہ سفر جو چند ساتھیوں کے ساتھ شروع ہوا تھا، اب کارواں اتنا بڑھ گیا ہے کہ سلمان بھائی کا یہ اتنا بڑا ہال جیسا کمرہ بھی چھوٹا پڑنے لگا ہے، اب تو لگ رہا ہے کہ چھت پر ہی آپ سب کے بیٹھنے کا انتظام کرنا پڑے گا، اگلے ہفتے سے ان شاء اللہ ہم سب اوپر ہی بیٹھیں گے۔ آیئے اب بیان شروع کیا جائے۔ آپ سب کو یاد ہو گا کہ پچھلے ہفتے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ بیان کیا گیا تھا۔ ان تینوں حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ایمانِ قبول کرنے کے دو ماہ بعد جمادی الاول ۸ میں وہ مشہور غزوہ ہوا جسے غزوہ موتہ کہتے ہیں، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ میں بنفس نفیس شرکت نہیں فرمائی، مگر اس جنگ کو غزوہ اس لئے کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پورا میدان جنگ اللہ تعالیٰ نے ایسے کر دیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں کا سارا حال صحابہ کرامؓ کو بیان فرما رہے تھے۔

ساتھیو اور بھائیو...... موتہ ایک مقام کا نام ہے جو ملک شام کے علاقے بلقاء میں واقع ہے مگر اب یہ جگہ آج کے اردن میں شامل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مختلف علاقوں کے سلاطین اور امراء کے نام دعوت اسلام کے خطوط روانہ فرمائے، ایک خط قیصر روم کی طرف سے شام میں نامزد امیر شرجیل بن عمرو غسانی کے نام بھی روانہ فرمایا۔ حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خط لے کر موتہ پہنچے تو

شرحبیل نے ان کو قتل کروا دیا۔ حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار مجاہدین کا ایک لشکر مدینہ سے موتہ کی طرف روانہ فرمایا۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر مقرر فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔

''اگر زید شہید ہو جائیں، جعفر بن ابی طالب امیر لشکر ہوں گے اور اگر جعفر شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر لشکر ہوں گے، اگر یہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر مسلمان جس کو چاہیں اپنا امیر بنا لیں۔''

بھائیو...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر امیر مقرر کرنے کی وجہ سے اس غزوہ کو غزوۂ جیش الامراء بھی کہتے ہیں، حضرت ابو قتادہؓ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیش الامراء روانہ فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا:

''اول اس مقام پر جانا، جہاں حارث بن عمیر شہید ہوئے اور ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا، اگر وہ اس دعوت کو قبول کر لیں تو فبہا ونعمت ورنہ اللہ تعالیٰ ذوالجلال سے اعانت اور مدد کی درخواست کر کے ان سے جہاد و قتال کرنا۔'' اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس خود لشکر کے ساتھ ثنیۃ الوداع تک تشریف لے گئے اور وہاں کچھ دیر ٹھہر کر لشکر کو یہ وصیت فرمائی:

''ہر حال میں تقویٰ اور پرہیزگاری کو ملحوظ رکھنا، اپنے ساتھیوں کی خیر خواہی کرنا، اللہ کی راہ میں اللہ کے نام پر اللہ سے کفر کرنے والوں سے جہاد و قتال کرنا، خیانت نہ کرنا اور کسی بچے، عورت اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا۔''

ساتھیو...... یہاں میں کچھ آپ کو ثنیۃ الوداع کے بارے میں بتا دوں کہ یہ مدینہ منورہ کی حدود کے اندر ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے، جس پر مدینہ کی چھوٹی چھوٹی بچیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ سے مدینہ تشریف آوری کا سن کر روز جمع ہو جاتی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کریں گی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو ان بچیوں نے وہ مشہور نظم پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا والہانہ استقبال کیا، اس نظم کا پہلا مصرع یہ تھا۔

طلع البدر علینا من ثنیۃ الوداع

ہوا ہے ثنیۃ الوداع سے ہمارے اوپر چودھویں کا چاند طلوع

لوگ جب لشکر کو رخصت کرنے لگے تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ رو پڑے، لوگوں نے ان سے پوچھا۔

''ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کس چیز نے تمہیں رلایا۔''

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں کہا۔

''آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کی قسم نہ مجھے دنیا سے محبت ہے، نہ تم سے شیفتگی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب اللہ میں سے یہ آیت پڑھتے سنا ہے۔ ''نہیں ہے تم میں سے کوئی شخص مگر ضرور دوزخ پر گزرنے والا اور اللہ کے نزدیک یہ امر مقرر ہو چکا ہے۔'' بس نہیں معلوم کہ دوزخ پر گزرنے کے بعد واپسی کیسے ہو گی، اس لئے روتا ہوں۔''

لشکر جب روانہ ہونے لگا تو مسلمانوں نے آواز دے کر کہا۔

''اللہ تم کو صحیح سالم اور کامیاب واپس لائے۔''

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے ان کے جواب میں جن کا ترجمہ یہ ہے:

''میں واپسی نہیں چاہتا بلکہ اللہ کی مغفرت اور اس کی راہ میں ایسے گہرے زخم کا خواہشمند ہوں کہ جو جھاگ پھینکتا ہو یا ایسا کاری زخم ہو کہ جو تیر ہو اور ایسے نیزے سے لگے کہ جو میری انتڑیوں اور جگر سے پار ہو جائے۔ یہاں تک کہ جب لوگ میری قبر پر گزریں تو یہ کہا جائے کہ واہ واہ کیا غازی تھا اور کیسا کامیاب ہوا۔''

لشکر جب چلنے کے لئے بالکل تیار ہو گیا تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آئے اور یہ چند اشعار پڑھے، جن کا ترجمہ یہ ہے:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیشک اللہ کے رسول ہیں،

جو شخص آپ کے فیوض و برکات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کے دیدار سے محروم رہا تو سمجھ لو کہ قضاء وقدر نے اس کی تحقیر کی کہ اس کو اس دولت عظمیٰ سے محروم رکھا۔ پس اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ کے محاسن کو ثابت و قائم رکھے اور انبیاء سابقین کی طرح آپ کی مدد فرمائے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں خیر و بھلائی کو بیش از بیش محسوس کر لیا ہے کہ میرا یہ احساس مشرکین کی نظر اور احساس کے برخلاف ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار سن کر فرمایا:

''اور تجھ کو بھی اے ابن رواحہ اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھے۔''

شرحبیل کو جب اس لشکر جرار کی روانگی کا علم ہوا تو اس نے ایک لاکھ سے زیادہ فوج مسلمانوں سے مقابلے کے لئے تیار کر لی، ادھر ہرقل مسلمانوں کے لشکر کے کوچ کی اطلاع پر خود اپنی ایک لاکھ فوج کے ساتھ شرحبیل کی مدد کے لئے بلقاء پہنچ گیا۔ معان پہنچ کر مسلمانوں کو یہ معلوم ہوا کہ دو لاکھ سے زیادہ کی فوج ان سے جنگ کرنے کے لئے پورے ساز و سامان سے لیس بلقاء میں موجود ہے اور مسلمان گنتی میں کل تین ہزار ہیں، مسلمانوں کا یہ لشکر دو رات معان میں ٹھہرا اور وہاں یہ مشورہ ہوتا رہا کہ کیا کرنا چاہئے۔ آخری رائے یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور مدد کا انتظار کیا جائے، ابھی یہ بات طے ہوئی ہی تھی کہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے سب کو مخاطب کر کے کہا:

''اے قوم! اللہ کی قسم جس بات کو تم مکروہ سمجھ رہے ہو، وہی شہادت ہے، جس کی تلاش میں تم نکلے ہو، ہم کافروں سے کسی قوت اور کثرت کی وجہ سے نہیں لڑتے بلکہ ہمارا لڑنا تو محض اس دین اسلام کی وجہ سے ہے، جس سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو عزت بخشی، پس اٹھو اور چلو ہمیں دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی ضرور حاصل ہو گی، یا تو کفار پر غلبہ حاصل ہو گا یا شہادت کی نعمت نصیب ہو گی۔''

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی اس پر جوش اور اخلاص سے بھری ہوئی تقریر سن کر لوگوں میں ایمانی قوت اور جذبے کی ایک لہر دوڑ گئی اور چند لوگوں نے کہا:

''اللہ کی قسم ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے بالکل سچ کہا۔''

اس کے بعد جانبازوں کی یہ تین ہزار کی جماعت اللہ کے دشمنوں کے دو لاکھ کے کثیر لشکر سے ٹکرانے اور ان سے مقابلہ کرنے کے لئے موتہ پہنچ گئی۔ موتہ کے میدان میں دونوں فوجیں آمنے سامنے صف آراء ہوئیں اور سب سے پہلے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اسلامی پرچم ہاتھ میں لئے مقابلے کے لئے آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہادت کا رتبہ حاصل کر لیا۔

ان کے بعد پرچم جعفر طیار رضی اللہ عنہ ہاتھ میں لے کر سامنے آئے، جب دشمنوں نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور گھوڑا زخمی ہو گیا تو گھوڑے سے اتر آئے اور اس کے کوچے کاٹ کر اللہ کے دشمنوں سے لڑنا شروع کر دیا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ لڑتے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

''جنت اور اس کا قرب کیا ہی پاکیزہ ہے اور اس کا پانی نہایت ٹھنڈا ہے اور رومیوں کا عذاب قریب آ گیا ہے، یہ کافر ہیں اور ان کے نسب ہم سے بہت دور ہیں۔''

بھائیو...... ان کے نسب ہم سے بہت دور ہیں، سے مراد ہے کہ ہم میں اور ان میں کوئی قرابت نہیں ہے۔''

اس کے بعد جعفر رضی اللہ عنہ نے ایک اور مصرع پڑھا۔

''مقابلے کے وقت ان کا مارنا مجھ پر فرض اور لازم ہے۔''

ادھر تو جعفر طیار رضی اللہ عنہ اپنی پوری قوت سے لڑ رہے تھے اور ادھر رومی بھی ان پر ہر طرف سے حملے کر رہے تھے، یہاں تک کہ لڑتے لڑتے ان کے دائیں بازو پر ایک ایسی ضرب لگی کہ وہ کٹ گیا، اس پر بھی انہوں نے اسلامی پرچم گرنے نہیں دیا۔

......(جاری ہے)......

قدر کے معنی عظمت وشرف کے ہیں اور اس رات کو لیلۃ القدر کہنے کی وجہ سے اس رات کی عظمت وشرف ہے۔

حضرت ابوبکر وراق رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس رات کو لیلۃ القدر (شب قدر) اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ جس آدمی کی اس سے پہلے اپنی بے عملی کے سبب کوئی قدر وقیمت نہ تھی، اس رات میں توبہ واستغفار اور عبادات کے ذریعے وہ بھی صاحب قدر وشرف بن جاتا ہے۔

قدر کے دوسرے معنی تقدیر وحکم کے بھی آتے ہیں، اس معنی کے اعتبار سے لیلۃ القدر کہنے کی وجہ یہ ہوگی کہ اس رات میں تمام مخلوقات کے لئے جو کچھ تقدیر ازلی میں لکھا ہے، اس کو جو حصہ اس سال رمضان سے اگلے رمضان تک پیش آنے والا ہے وہ ان فرشتوں کے حوالے کردیا جاتا ہے جو کائنات کی تدبیر وتنفیذ امور کے لئے مامور ہیں۔

اور بعض حضرات نے جو لیلۃ مبارک سے نصف شعبان کی رات یعنی شب برأت مراد لی ہے تو وہ اس کی تطبیق اس طرح کرتے ہیں کہ ابتدائی فیصلے امور تقدیر کے اجمالی طور پر شب برأت میں ہوجاتے ہیں، پھر ان کی تفصیلات لیلۃ القدر (یعنی شب قدر جو رمضان میں آتی ہے) میں لکھی جاتی ہیں، اس کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ایک قول سے ہوتی ہے، اس میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سال بھر کے تقدیری امور کا فیصلہ تو شب برأت یعنی نصف شعبان کی رات میں کرلیتے ہیں، پھر شب قدر میں یہ فیصلے فرشتوں کے سپرد کردیئے جاتے ہیں۔ (تفسیر مظہری)

اور یہ پہلے بھی لکھا جاچکا ہے کہ امور تقدیر کے فیصلے اس رات میں ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اس سال میں جو امور تقدیر نافذ ہونے ہیں، وہ لوح محفوظ سے نقل کرکے فرشتوں کے حوالے کردیئے جاتے ہیں اور اصل نوشتۂ تقدیر ازل میں لکھا جاچکا ہے۔ (معارف القرآن ج ۸/ص ۷۹۲)

امت محمدیہ پر شب قدر کا انعام:......رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ وہ ایک ہزار ماہ تک اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتا رہا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ہماری عمریں تو اس کے مقابلے میں بہت کم ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے شب قدر عطا فرمائی جو ایک ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ مفسرین نے سورۃ القدر کے نازل ہونے کے موقع کی تفصیل

بتاتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سامنے حضرت ایوب، حضرت زکریا، حضرت یوشع اور حضرت حزقیل علیہم السلام، ان چار حضرات انبیاء کا ذکر فرماتے ہوئے بتایا کہ یہ لوگ اسی سال اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہے اور ایک لمحہ بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نہیں گزرا، اس پر صحابہ کرامؓ کو رشک آیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے شب قدر کا عظیم موقعہ عطا فرمایا اور اس کے بارے میں ایک پوری سورۃ نازل فرمائی جس کا نام بھی سورۃ القدر ہے اور یہ سورۃ قرآن حکیم کے آخری پارے میں موجود ہے۔

اس سورۃ میں اللہ رب العزت نے شب قدر کی چار برکتیں ذکر فرمائی ہیں۔ اس رات کی پہلی برکت تو یہ ہے کہ ''انا انزلہ فی لیلۃ القدر ''یعنی بے شک ہم نے قرآن مجید کو شب قدر میں نازل فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ شب قدر میں قرآن مجید لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اترا اور پھر موقع بہ موقع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا۔

دوسری برکت شب قدر کی یہ بیان فرمائی: ''لیلۃ القدر خیر من الف شھر ''یعنی شب قدر ہزار مہینوں سے بھی زیادہ بہتر ہے، ہر مہینوں کو اگر سالوں میں تبدیل کیا جائے تو یہ تراسی سال چار ماہ بنتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ نہیں فرمایا کہ یہ رات ہزار مہینوں کے برابر ہے، بلکہ فرمایا:

''خیر من الف شھر ''ہزار مہینوں سے بھی زیادہ بہتر ہے، اب وہ کتنی زیادہ بہتر ہے، یہ اللہ تعالیٰ کو ہی علم ہے۔ مفسرین نے یہاں ایک اور بات کی طرف بھی توجہ دلائی جس سے اس رات کی برکتوں کی وسعت کا علم ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں کہ لغت عرب میں گنتی کے لئے الف سے زیادہ آگے کوئی لغت نہیں ہے، جیسے آج کل گنتی ہیں، بلین اور ٹریلین آخری عدد سمجھے جاتے ہیں، اسی طرح عربی میں آخری لفظ شمار کرنے کے لئے الف ہے، لہٰذا ''خیر من الف شھر '' کا مطلب یہ ہوا ہے کہ انسانوں کے نزدیک گنتی کا جو آخری عدد ہے، شب قدر کی برکتیں، اس سے بھی زیادہ ہیں۔ غور فرمائے امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ جل جلالہ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اتنا بابرکت موقع عطا فرمایا۔

تیسری برکت شب قدر کی یہ بیان فرمائی: ''تنزل الملئکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر سلم '' کہ فرشتے اور روح القدس یعنی جبرائیل علیہ السلام اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر لے کر زمین پر اترتے ہیں اور یہ رات سراپا سلامتی ہے۔

شب قدر کی فضیلت وبرکت کا چوتھا پہلو یہ ارشاد فرمایا: ''ھی حتی مطلع الفجر ''یعنی وہ شب فجر کے طلوع تک رہتی ہے، معلوم ہوا کہ شب قدر کی تمام فضیلت وبرکات ساری رات رہتی ہیں، رات کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں کیا گیا، لہٰذا ساری رات عبادت میں گزارنی چاہئے اور اگر ساری رات عبادت کی ہمت نہ ہو رہی ہو اور یہ سوچ کر رات کے آخری حصہ میں عبادت کرنی چاہئے، سو گئے اور پھر ساری رات عبادت کے بغیر گزر گئی تو بہت محرومی ہوگی، اس لئے اگر ساری رات عبادت نہ ہوسکے تو رات کے ابتدائی حصہ کی برکات سمیٹنے کا موقعہ ہاتھ سے نہ جانا چاہئے، پس جس قدر وقت ملے، بندہ شب قدر میں عبادت کو غنیمت جانے، ان ہی عظمتوں کی بناء پر اس رات کا نام شب قدر رکھا گیا کہ یہ رات واقعی بڑی قدر ومنزلت اور عظمت والی ہے۔

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب قدر کے لئے کسی ایک خاص تاریخ کی رات متعین نہیں فرمائی، البتہ یہ خوب وضاحت فرمائی کہ شب قدر رمضان المبارک کے آخری عشرے یعنی آخری دس دنوں کی طاق راتوں میں ہوتی ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم منقول ہے، فرمایا کہ شب قدر کو رمضان المبارک کی آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو، یعنی ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ ویں شب گویا کہ ان پانچ راتوں ہی میں سے کسی ایک میں شب قدر ہوتی ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ شب قدر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوتی ہے، یا بعد میں بھی ہوتی ہے......؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب قدر قیامت تک آتی رہے گی، بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے خصوصاً حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ۲۷ شب کا قول اختیار کیا ہے۔

بسا اوقات یہ خیال ذہن میں آتا ہے کہ چاند مختلف ممالک میں مختلف ایام میں نظر آتا ہے تو پھر شب قدر کیسے متعین ہوگی اور پھر یہ بھی خیال آتا ہے کہ ہمارے ہاں جس وقت رات ہوتی ہے، بعض ممالک میں اس وقت دن ہوتا ہے، پھر شب قدر کی لمحات کو کیسے مخصوص کیا جاسکتا ہے، تو اس کے بارے میں عرض یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ جس طرح عیدالفطر کے دن کی بھی برکتیں ہیں، اب یہ عید کا دن مختلف ممالک میں مختلف ہوتا ہے، ہم جب یہاں عیدالفطر کے دن کی برکات سمیٹ رہے ہوتے ہیں، بہت سے ممالک میں رات ہوتی ہے، لیکن جب ان ممالک میں عید کا دن ہوگا، وہاں بھی اللہ رب العزت عید کی برکات عطا فرماتے ہیں، بالکل اس طرح شب قدر کی برکات بھی اللہ رب العزت ہر مسلمان کو جہاں بھی وہ ہو، ضرور عطا فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل و کرم کے وسیع ہونے کے پیش نظر دل میں وسوسے نہیں آنے چاہئیں، انسان کی سوچ بہت محدود ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت لامحدود ہے، اب یہ بات کہ اس رات میں ہمیں کیا کرنا چاہئے، یہی سوال ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو میں اس کیا پڑھوں......؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، یہ پڑھا کر "اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی" یعنی "اے اللہ! بے شک آپ معاف کرنے والے ہیں، معاف کرنے کو پسند کرتے ہیں، پس مجھے معاف کر دیجئے۔"

یہ ایک مختصر اور بڑی اہم دعا ہے اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا کی تعلیم دی ہے، اس لئے اس رات کے لئے یہ مسنون دعا ہے، اس کے علاوہ شب قدر میں مختلف انداز میں عبادت کی جاسکتی ہے کیونکہ ایک ہی طرح کی عبادت جاری رکھی جائے تو پھر تجربہ یہ ہے کہ بشری تقاضوں کی وجہ سے نیند آنے لگتی ہے یا اکتاہٹ ہونے لگتی ہے، اس لئے کچھ دیر نوافل پڑھ لئے جائیں، کچھ دیر قرآن حکیم کی تلاوت کر لی جائے اور کچھ لمحے درود شریف، مناجات اور تسبیحات وغیرہ پڑھ لی جائیں اور پھر خوب دعائیں کی جائیں، اپنے گناہوں کی معافی مانگی جائے، اپنے لئے عزیز و اقارب کے لئے اور اپنے ملک کے لئے اور پوری امت کے لئے دعائیں کیجئے اور پوری کوشش ہو کہ شب قدر کے قیمتی لمحات سے کوئی محروم نہ رہے، اس لئے کہ ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان المبارک کا مہینہ تمہارے پاس آیا ہے اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اس سے محروم رہا، وہ ساری خیر سے محروم رہا اور محروم کے سوا کوئی اس خیر سے محروم نہیں ہوتا، اللہ رب العزت ہم سب کو شب قدر کی برکتیں نصیب فرمائے اور ہماری دعاؤں کو قبول فرمائے، خصوصاً یہ دعا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی:

اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی

یعنی "اے اللہ! بے شک آپ معاف کرنے والے ہیں، معاف کرنے کو پسند کرتے ہیں پس مجھے معاف فرما دیجئے۔"

راز دان رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت حذیفہ بن الیمان رضؓ

محمد سعید علوی

"تم چاہو تو مہاجرین میں شامل ہو جاؤ اور اگر چاہو تو انصار میں شمولیت اختیار کر لو، تمہیں اختیار ہے، دونوں میں سے جو بھی پسند ہو، اپنا لو۔"

یہ ہیں وہ الفاظ، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ابن الیمان سے اس وقت فرمائے تھے، جب وہ پہلے پہل دربار رسالت مآب میں حاضر ہوئے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت یمان رضی اللہ عنہ مکی تھے اور قبیلہ بنی عبس سے تعلق رکھتے تھے، انہوں نے اپنے ہی قبیلے کے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا، جس کی وجہ وہ مکہ چھوڑنے اور یثرب میں پناہ لینے پر مجبور ہوگئے، وہاں انہوں نے قبیلہ بنی عبدالاشہل کے ساتھ حلیفانہ معاہدہ کرلیا، پھر اسی خاندان میں شادی

کر لی اور وہیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہوئی، بعد میں وہ موانع دور ہو گئے، جو ان کے اور مکہ کی آمدورفت کے درمیان حائل تھے، تو وہ آزادی کے ساتھ وہاں آنے جانے لگے، لیکن ان کا قیام زیادہ تر مدینہ ہی میں رہتا اور جب آفتاب اسلام جزیرہ نمائے عرب پر ضوفگن ہوا تو حضرت یمان رضی اللہ عنہ بنوعبس کے دس افراد پر مشتمل اس وفد کے ایک رکن تھے، جس نے بارگاہ نبوت میں باریاب ہو کر اپنے اسلام کا وعدہ کیا تھا، یہ واقعہ ہجرت نبوی سے پہلے کا ہے، اسی طرح حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اپنی اصل کے اعتبار سے مکی اور پیدائش و پرورش کے لحاظ سے مدنی تھے، ان کی پرورش و پرداخت ایک مسلم گھرانے میں ایسے والدین کی آغوش میں ہوئی تھی جو ابتدا ہی میں اسلام کے ٹھنڈے اور خوشگوار سائے میں آ گئے تھے، اس طرح حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہونے سے قبل ہی دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے بے حد مشتاق تھے، اسلام لانے کے بعد سے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور اوصاف کے متعلق لوگوں سے برابر پوچھتے رہتے اور ان کے دل میں آتش شوق دیدار و زیارت ہمیشہ بھڑکتی رہتی تھی، آخر کار کمند شوق پر سوار وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لئے مدینہ جا پہنچے اور بارگاہ نبوت میں حاضر ہوتے ہی دریافت کیا۔

''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں مہاجر ہوں یا انصاری؟''

''تم چاہو تو مہاجرین میں شامل ہو جاؤ اور اگر چاہو تو انصار میں شمولیت اختیار کر لو، تمہیں اختیار ہے، دونوں میں سے جو بھی پسند ہو، اپنا لو۔''

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کن لہجے میں کہا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں انصاری ہوں۔''

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کر لی، وہ سائے کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لگے رہتے اور غزوۂ بدر کے سوا تمام غزوات میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے، غزوۂ بدر میں اپنی عدم شرکت کی وجہ انہوں نے خود ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

''میں اس وقت اپنے والد کے ساتھ ایک ضرورت سے مدینہ سے باہر گیا ہوا تھا، وہاں کفر قریش نے ہم دونوں کو گرفتار کر لیا اور پوچھا کہ ''تم لوگ کہاں جا رہے ہو؟'' ہم نے کہا: ''مدینہ'' انہوں نے پوچھا: ''کیا تم لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جانا چاہتے ہو؟'' ہم نے جواب دیا۔ ''ہم مدینہ جانا چاہتے ہیں'' اور پھر وہ ہم کو اس شرط پر رہا کرنے پر آمادہ ہو گئے کہ ہم ان سے اس بات کا عہدہ کریں کہ ''نہ ہم ان کے خلاف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کریں گے، نہ جنگ میں ان کا ساتھ دیں گے۔'' یہ عہد لے کر جب انہوں نے ہم کو رہا کیا تو ہم نے مدینے پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صورتحال سے آگاہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ایسی حالت میں ہم کیا کریں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اپنا عہد پورا کرنے اور ان کے خلاف خدائے تعالیٰ سے استعانت کی تاکید فرمائی۔''

جنگ احد میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے والد حضرت یمان رضی اللہ عنہ، دونوں نے شرکت کی، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس میں خوب داد شجاعت دی اور اختتام جنگ کے بعد صحیح سالم واپس لوٹے، لیکن ان کے والد حضرت یمان رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا، مگر ان کو یہ سعادت مشرکین کی بجائے مسلمانوں کی تلوار سے حاصل ہوئی۔ ہوا یہ کہ اس غزوہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ثابت بن وقیس رضی اللہ عنہما

کو عورتوں اور بچوں کے ساتھ ایک محفوظ جگہ میں چھوڑ دیا، کیونکہ یہ دونوں حضرات کافی ضعیف اور سن رسیدہ تھے، جب معرکہ کارزار گرم ہوا تو حضرت یمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھی سے کہا۔

''ہم کس بات کے منتظر ہیں؟ خدا کی قسم اب ہماری عمر کا بہت قلیل حصہ باقی رہ گیا ہے، ہم بہت جلد اپنی مدت حیات پوری کرنے والے ہیں، کیوں نہ ہم اپنی تلوار لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شریک ہو جائیں، ممکن ہے خدائے تعالیٰ ہم کو دولت شہادت سے بہرہ ور فرمائے۔''

پھر وہ دونوں اپنی اپنی تلوار لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑے، حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بن وقیس کو تو مشرکین کے ہاتھوں شعادت نصیب ہوئی، مگر حضرت یمان پر نادانستگی میں مسلمانوں کی تلواریں برسنے لگیں، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ میرے والد...... میرے والد...... پکارتے رہ گئے، مگر کسی نے ان کی آواز پر دھیان نہ دیا اور بوڑھے یمان رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کی تلواروں سے زخمی ہو کر گر پڑے اور گوہر مقصود اپنے دامن میں سمیٹے بارگاہ خداوندی میں حاضر ہو گئے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ صرف اتنا کہہ رہ گئے کہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کی مغفرت کرے، وہ ارحم الراحمین ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ بیٹے کو اس کے باپ کی دیت ادا کریں، مگر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر دیت لینے سے معذرت کر دی کہ ''وہ شہادت کے طالب تھے اور ان کی مطلوبہ چیز ان کو حاصل ہو گئی۔ خدایا تو گواہ رہنا، میں نے اپنے رب کی دیت کو مسلمانوں پر صدقہ کر دیا۔''

اس وسیع النظرفی اور کشادہ دلی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ان کا مرتبہ اور بلند کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے اندر پوشیدہ اور مخفی صلاحیتوں کو بھانپ کر ان سے حسب استعداد کام لیا کرتے تھے۔ آپ نے جب اس پہلو سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو جانچا تو ان کے اندر تین اعلیٰ ترین اور غیر معمولی خوبیوں کا انکشاف ہوا، ایک تو غیر معمولی ذہانت، جس سے کام لے کر وہ مشکل سے مشکل مسائل کو باآسانی حل کر لیا کرتے، دوسری زود فہمی اور حاضر دماغی، جس کے ذریعے وہ بہت جلد معاملے کی تہہ تک پہنچ جاتے اور تیسری چیز راز داری، جس پر وہ سختی کے ساتھ کاربند تھے۔

مدینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے سامنے سب سے مشکل اور ان کے لئے سب سے زیادہ پریشان کن مسئلہ یہ تھا کہ یہودیوں اور ان کے ہم خیال و ہم مشرب مشرکین میں منافقین کا ایک گروہ موجود تھا، جو اپنی گھناؤنی سازشوں اور مکروہ ریشہ دوانیوں کے ذریعے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی راہ میں طرح طرح کی مشکلات کرتا رہتا تھا، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ان تمام منافقوں کے ناموں سے آگاہ کر دیا تھا اور یہ ایک ایسا راز تھا، جس سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے سوا کسی دوسرے کو مطلع نہیں کیا تھا اور یہ خدمت ان کے سپرد تھی کہ وہ ان منافقین کی سرگرمیوں اور ان کی حرکات و سکنات پر برابر نظر رکھیں اور ان کی طرف سے پیش آنے والے خطرات کا سدباب اور تدارک کریں، اسی وجہ سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ''راز دان رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

یوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف مواقع پر بہت سی اہم اور نازک ذمہ داریوں کی ادائیگی میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا تعاون حاصل کرتے رہتے تھے، لیکن سب سے مشکل اور خطرناک ذمہ داری، جس میں ان کی ذہانت، زود فہمی اور راز داری کا زبردست امتحان تھا، اس وقت ان کے حوالے کی گئی تھی، جب غزوہ خندق کے موقع پر دشمن نے ہر طرف سے مسلمانوں کا محاصرہ کر رکھا تھا اور محاصرے کے طول پکڑ جانے کی وجہ سے

مسلمانوں کی پریشانیاں اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھیں، یہاں تک آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے اور کتنے ہی مسلمان خدا کے متعلق بدگمانی میں مبتلا ہو گئے، مسلمانوں کی تو یہ حالت تھی، لیکن قریش اور ان کے حلیف مشرک قبائل کی حالت بھی ان سخت گھڑیوں میں مسلمانوں سے بہتر نہیں تھی، ان کے قدم ڈگمگا گئے، خدا تعالیٰ نے ان کے اوپر تیز آندھی کا عذاب مسلط کر دیا تھا، جس سے ان کے خیمے الٹ گئے، دیگیں اوندھی ہو گئیں اور ان کے چولہے بجھ گئے، ہوا کے تیز جھکڑوں نے ان کے چہروں پر کنکریوں کی بوچھاڑ کر دی اور ان کی آنکھوں اور نتھنوں کو گرد و غبار سے بھر دیا، جنگ کے ان نازک اور فیصلہ کن لمحات میں جو فریق گھبرا کر صبر و ثبات کا دامن ہاتھوں سے چھوڑ دیتا ہے، وہ خائب و خاسر اور ناکام و نامراد رہتا ہے اور وہ فریق جو ضبط و تحمل سے کام لیتا ہے اور فریق مخالف کے راہ فرار اختیار کرنے کے بعد تک محاذ پر ڈٹا رہتا ہے، فتح منداور کامران ہوتا ہے اور ایسے لمحات میں جو جنگ کے انجام پر تو فیصلہ کن طور پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ برتری اسی فریق کو حاصل ہوتی ہے جو فریق ثانی کے حالات سے مکمل طور پر آگاہی حاصل کر کے اپنے موقف کا تعین کرتا اور نقشہ جنگ کو ترتیب دیتا ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی صلاحیتوں اور ان کے تجربات سے کام لینے کی ضرورت محسوس ہوئی اور آپ نے طے کیا کہ کوئی آخری اور فیصلہ کن قدم اٹھانے سے پہلے ان کو رات کی تاریکی میں دشمن کے کیمپ میں بھیج کر اس کے حالات معلوم کر لیں، تن تنہا دشمن کے کیمپ میں جانا، موت کے منہ میں جانے کی مترادف تھا، لیکن جذبہ اطاعت و جاں سپاری کی رہنمائی میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس مہم کو کس طرح انجام دیا، اس کو انہوں نے اپنے الفاظ میں یوں بیان فرمایا ہے:

"اس رات ہم لوگ صفیں باندھے محاذ پر ڈٹے ہوئے تھے، ابوسفیان اور اس کے ساتھی مشرکین ہم سے بالائی جانب صف آرا تھے اور بنو قریظہ کے یہودی ہم سے نشیب کی طرف تھے، ہم لوگوں کو بنو قریظہ کے ان یہودیوں سے اپنے اہل وعیال کے متعلق سخت خطرات لاحق تھے، وہ رات ظلمت، ٹھنڈک اور ہواؤں کی شدت کے لحاظ سے محاصرے کی شدید ترین رات تھی، ہوائیں اس طرح گرج رہی تھیں، جیسے وہ کانوں کے پردے پھاڑ ڈالیں گی اور تاریکی کا یہ عالم تھا کہ ہم کو اپنے ہاتھ نہیں دکھائی دیتے تھے، ایسی سخت گھڑیوں میں منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اپنے گھر لوٹ جانے کی اجازت مانگنے لگے، وہ کہتے کہ "ہمارے مکانات دشمن کے سامنے کھلے پڑے ہیں۔" حالانکہ دراصل وہ کھلے ہوئے نہ تھے۔ تو منافقین میں سے جو بھی آپ سے جانے کی اجازت مانگتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اجازت مرحمت فرما دیتے۔ یہاں تک کہ محاذ پر صرف تقریباً تین سو آدمی رہ گئے تھے، اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک ایک کر کے ہم میں سے ہر شخص کے پاس تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف بھی آئے۔ اس وقت ٹھنڈک سے بچاؤ کے لئے میرے پاس صرف بیوی کی ایک ہلکی سی چادر تھی، جو میرے گھٹنوں تک بھی نہیں پہنچتی تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب آئے۔ میں زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

"کون ہے؟"

"حذیفہ" میں نے جواب دیا۔

"حذیفہ؟" میں فاقے اور سردی کی شدت کے مارے زمین کی طرف سمٹ گیا اور بولا۔

"ہاں اے اللہ کے رسول! میں حذیفہ ہوں، حذیفہ بن یمان۔"

آپ مجھ سے اور قریب آ گئے اور سرگوشی کے انداز

میں فرمایا:

"تم چپکے سے دشمن کے کیمپ میں جاؤ، اس کے حالات معلوم کر کے مجھے آگاہ کرو۔"

حکم سن کر انتہائی خوف اور سخت ٹھنڈک کے باوجود میں نے موت کی وادی کی سمت قدم اٹھا دیئے اور آپ کی زبان مبارک سے میرے لئے دعا کے الفاظ نکلے۔

"اللهم احفظه من بين يديه ومن خلفه وعن يمينه وعن شماله وعن فوقه وتحته"

"خدایا اس کی حفاظت فرما، اس کے سامنے سے، اس کے پیچھے سے، اس کے دائیں سے، اس کے بائیں سے، اس کے اوپر سے اور اس کے نیچے سے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے یہ الفاظ ابھی ختم بھی نہیں ہونے پائے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل سے خوف اور میرے جسم سے ٹھنڈک کے اثرات کو زائل کر دیا۔ جب میں جانے کے لئے مڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکارا اور فرمایا:

"حذیفہ! دیکھو، ان کے کیمپ میں پہنچ کر کوئی اقدام نہ کرنا۔"

میں نے کہا، بہت اچھا اور خاموشی کے ساتھ تاریکی کے پردے میں چلتا ہوا مشرکین کے لشکر میں پہنچ گیا اور ان کے درمیان اس طرح گھل مل گیا، گویا میں انہیں کا ایک فرد ہوں، میرے پہنچنے کے کچھ ہی دیر بعد ابوسفیان ان کے درمیان تقریر کرنے کے لئے کھڑا ہوا، اس نے کہا:

"قریش کے لوگو! میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں، مگر مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں یہ بات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تک نہ پہنچ جائے، اس لئے میں تم لوگوں سے کہتا ہوں کہ ہر شخص اپنے بغل والے کو اچھی دیکھ لے۔"

میں نے اپنے پہلو میں بیٹھے آدمی کا ہاتھ پکڑا، اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا: فلاں بن فلاں اور پھر ابوسفیان نے تقریر کا سلسلہ آگے بڑھایا۔

"قریش کے لوگو! اب تمہارے لئے مزید ٹھہرنے کی کوئی گنجائش نہیں رہ گئی ہے، تم دیکھ ہی رہے ہو کہ ہمارے جانور ہلاک ہوتے جا رہے ہیں، بنو قریظہ کے یہودی ہم سے کنارہ کش ہو چکے ہیں اور تند و تیز ہواؤں کے ہاتھوں جن پریشانیوں اور مصیبتوں کا سامنا ہمیں کرنا پڑ رہا ہے، ان کا بھی تم مشاہدہ کر رہے ہو، اس لئے اب بہتر یہی ہے کہ یہاں سے کوچ کر چلو، میں خود واپس جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ اپنے اونٹ کے پاس آیا، اس کے گھٹنے سے بندھی ہوئی رسی کھولی اور اس پر سوار ہو گیا، پھر اسے ایک کوڑا رسید کر دیا، اونٹ اچھل کر کھڑا ہو گیا اور اپنے سوار کو لے کر روانہ ہو گیا، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپسی سے پہلے مجھے کسی اقدام سے روک نہ دیا ہوتا تو اس وقت تیر مار کر ابوسفیان کو قتل کر ڈالنا میرے لئے بہت آسان تھا۔ اس کے بعد جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آیا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات میں سے کسی کی چادر اوڑھے نماز میں مشغول ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو اپنے قریب بلایا، میں جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں بیٹھ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اوپر چادر کا ایک کنارہ ڈال دیا، میں نے پوری رپورٹ خدمت اقدس میں پیش کر دی، جسے سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے، اس پر اللہ کی تعریف کی اور اس کا شکر ادا کیا۔

"حضرت حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہ زندگی بھر منافقین سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رازوں کے امین رہے۔ خلفائے راشدین منافقوں کے متعلق ہمیشہ ان کی طرف رجوع کرتے رہے، حتیٰ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا تو یہ حال تھا کہ جب بھی کسی مسلمان کا انتقال ہوتا تو وہ لوگوں سے دریافت فرماتے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ اس کی نماز جنازہ میں شریک ہیں؟

اگر جواب اثبات میں ہوتا تو وہ شریک جنازہ ہوتے، بصورت دیگر انہیں اس کے مومن مخلص ہونے میں شک ہوجاتا اور نماز جنازہ نہ پڑھتے، ایک بار انہوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ ”میرے گورنروں میں سے کوئی منافق ہے؟“ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

”ہاں، ایک ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

”کون؟“

مگر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس کا نام بتانے سے معذرت کردی، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ”اس کے چند ہی دنوں بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عامل کو معزول کردیا، جیسے انہیں اس کی نشاندہی کردی گئی ہو۔“

شاید کچھ لوگوں کو یہ بات نہ معلوم ہو کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نہاوند، دینور، ہمدان اور رے کے فاتح تھے اور تمام مسلمانوں کے ایک مصحف پر جمع کئے جانے کے محرک بھی، یہی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ تھے، مگر ان تمام خدمات اور عظیم الشان کارناموں کے باوجود خدا کے خوف اور اس کی گرفت سے ہمیشہ لرزہ براندام رہتے تھے، جب ان کا مرض الموت شدت اختیار کر گیا اور وقت موعود قریب آپہنچا تو کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رات کے پچھلے پہر ان کی عیادت کو تشریف لائے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ ”یہ کون سا وقت ہے؟“ جب ان کو بتایا گیا کہ اب صبح ہونے ہی والی ہے تو فرمایا:

”اعوذ باللہ من صباح یفض بی الی النار......

میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں اس صبح سے جو مجھے جہنم میں پہنچادے۔“

پھر پوچھا: ”کفن لائے ہو؟“

کہا گیا: ”ہاں“

”دیکھو میرے کفن میں غلو سے کام نہ لینا، اگر خدا تعالیٰ کے یہاں میرے لئے خیر ہے تو وہاں مجھے اس سے اچھا لباس مل جائے گا۔“

پھر کہنے لگے۔ ”خدایا! تو جانتا ہے کہ ہمیشہ فقر کو غنا پر، تواضع کو تکبر پر اور موت کو زندگی پر ترجیح دیتا رہا۔“

پھر ان کی زبان سے آخری الفاظ ادا ہوئے۔

حبیب جاء علیٰ شوق، لاافلح من ندم......

اور طائر روح قفس خاکی کو چھوڑ کر اپنے ابدی اور دائمی آشیانے کی طرف پرواز کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون خدائے تعالیٰ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بن الیمان پر رحم فرمائے۔ وہ اپنی طرز کے ایک نرالے شخص تھے۔

☆......☆......☆

پانی کا ایک مشکیزہ

یحییٰ بن جعفر کہتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ سے میں نے (ایک ان کا واقعہ) سنا، فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ بیابان میں مجھے پانی کی بڑی ضرورت لاحق ہوئی، میرے پاس ایک اعرابی آیا، اس کے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا، میں نے اس سے پانی مانگا، اس نے انکار کردیا اور کہا کہ پانچ درہم میں دوں گا، میں نے پانچ درہم دے کر مشکیزہ لے لیا، پھر میں نے کہا، اے اعرابی! ستو کی طرف رغبت ہے؟ اس نے کہا، لاؤ میں نے اس کو ستو دے دیا جو روغن زیتون سے چرب کیا گیا تھا، وہ خوب پیٹ بھر کر کھا گیا، اب اس کو پیاس لگی تو اس نے کہا کہ ایک پیالہ پانی دیجئے، میں نے کہا، پانچ درہم میں ملے گا، اس سے کم نہیں کیا جائے گا۔ (ایسا ہی وہ حاجت مند تھا، اس حیلہ سے) میں نے اس سے اپنے پانچوں درہم واپس لے لئے اور میرے پاس پانی بھی رہ گیا۔

☆......☆......☆

رمضان المبارك

رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ

محمود عباسی

اللہ رب العزت کی رحمتوں، بخششوں اور کرم نوازیوں کا خاص مہینہ رمضان المبارک آنے والا ہے جس کا ہمیں پچھلے گیارہ مہینے سے انتظار تھا، یہ ایک ایسا عظیم مہینہ ہے جس کے پہلے عشرے میں بے انتہا رحمتوں کی بارشیں ہوتی ہیں اور دوسرے عشرے میں رب کائنات اپنے گناہ گار بندوں کی نافرمانیوں کو درگزر فرماتا ہے جبکہ آخری عشرے میں جہنم سے نجات عطا فرماتا ہے جن کے لئے دوزخ کی سزا ہوچکی ہے۔

ماہ صیام کا تم سے یہی تقاضا ہے
کہ لو خدا سے لگاؤ، صیام کے دن میں

ہمیں چاہئے کہ اس ماہ مبارک کا ذوق وشوق اور احترام وتعظیم کے ساتھ استقبال کریں اور اس کی خیرات و برکات سے اپنی جھولیاں بھرلیں، اس ماہ معظم میں وہ کام ہوتا ہے جو دوسرے مہینوں میں نہیں ہو پاتا۔ قرآن مجید کا اس مہینے سے خاص تعلق ہے، یہی وجہ ہے کہ اس میں قرآن شریف بہت جلد یاد ہوجاتا ہے، پڑھنا بھی آسان معلوم ہوتا ہے، دوسرا یہ کہ برائیوں سے بچنا اس ماہ میں دشوار نہیں ہوتا، اگر گزشتہ گیارہ ماہ میں برائیوں کو چھوڑنے کی اہمیت نہ ہوئی تو اب رمضان کی صورت میں اچھا موقع ہے کہ خواہش نفس کی پیروی ترک کردی جائے، نیز نیکیاں بھی اس ماہ مبارک میں سہل محسوس ہوتی ہیں، لہٰذا بندوں کو چاہئے کہ اس ماہ نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں کہ خوب خوب اجروثواب کمائیں، کیا معلوم کہ آئندہ رمضان شریف تک آپ اور ہم زندہ بھی رہیں یا نہ رہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ذوق وشوق سے ماہ رمضان المبارک کا انتظار فرماتے تھے، حدیث مبارک میں ہے کہ جب رجب المرجب کا مہینہ آتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی فرحت ومسرت کے عالم میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے۔

اللہ! ہمارے لئے رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان شریف کے مہینے تک پہنچادے تاکہ ہم زیادہ سے زیادہ اس ماہ مبارک کی خیرات وبرکات سے خود کو بہرہ مند کرسکیں۔

طبرانی کی روایت میں ہے کہ جب رمضان شریف کا مہینہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

تمہارے پاس رمضان آگیا ہے، برکت کا مہینہ جس کے دوران اللہ پاک تمہیں (اپنی رحمت ومغفرت) سے

گھیرے میں لے لیتا ہے، خطائیں درگزر فرماتا ہے، رحمت نازل فرماتا ہے اور دعا قبول فرماتا ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ خیر اور بھلائی کے میدان میں تم لوگوں کا مقابلہ کیا اس ہوتا ہے اور تمہیں لے کر فرشتوں سے فخر کرتا ہے۔

لہٰذا تم لوگ اللہ کو اپنی طرف سے بھلائی دکھاؤ، کیونکہ بد بخت اور قسمت کا مارا وہ شخص ہے جو اس جیسے مہینے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہ گیا۔

درحقیقت ماہ رمضان نفس و روح کی تربیت کا بہترین کورس ہے، اس میں آدمی چاہے تو بہت کچھ سیکھ سکتا ہے، سدھار سکتا ہے، اصلاح کر سکتا ہے، بہت کچھ بنا سکتا ہے، ذرا سی ہمت کرے تو انسان اپنی نفسانی خواہشات پر رمضان شریف میں بآسانی قابو پالیتا ہے اور دوسرا جو ہے انسان کا دائمی دشمن شیطان ہے، خواہ انسانی شیطان ہو یا جنی شیطان، جس کے ورغلانے پر انسان دھوکے میں پڑ جاتا ہے، جہاں تک جنی شیطان کا تعلق ہے تو ایک متفق علیہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

شیطانوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے، بعض روایات میں "مروۃ الشیطان" کا ایک لفظ ہے، یعنی باغی سرکش قسم کے شیطان پھر رمضان المبارک میں لوگوں کو بہکانے آنہیں سکتے کہ لوگوں سے بڑے بڑے گناہ سرزد کروائیں۔

ہمیں چاہئے کہ رمضان کے اس تربیتی مہینے سے خوب استفادہ کرے اور ایسا نہ ہو کہ خواب غفلت میں لگا رہے اور یہ بابرکت مہینہ ہاتھ سے نکل جائے۔

ماہ رمضان قرآن کا مہینہ:...... رمضان شریف کے مہینے میں انسانوں کے لئے کتاب ہدایت "القرآن" نازل کی گئی جیسا کہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے، رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لئے سراسر ہدایت ہے اور وہ ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راست دکھانے والی اور حقوق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہے۔ (البقرہ:185)

رمضان شب قدر کا مہینہ:...... اس ماہ کے جس جزو وقت میں قرآن مجید کو اتارا گیا، وہ رات کا وقت تھا، جس کی الگ حرمت و عظمت بن گئی، چنانچہ اسے "لیلۃ القدر" کا نام عطا ہو گیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا ہے اور کیا جانو کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے، فرشتے اور روح الامین (جبرئیل علیہ السلام) اس میں اپنے رب کے اذن سے ہر حکم لے کر اترتے ہیں، وہ رات سراسر سلامتی ہے، طلوع فجر تک۔ (سورۃ القدر)

رمضان روزوں کا مہینہ ہے:...... ماہ رمضان وہ مخصوص مہینہ ہے جس میں روزے رکھنا فرض کر دیا گیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ اب سے جو شخص اس (رمضان کے) مہینہ کو پائے اس پر لازم ہے کہ وہ اس پورے مہینے کے روزے رکھے اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو تو وہ دوسرے دنوں میں روزوں کی تعداد پوری کرے، اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی کرنا نہیں چاہتا، تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو اور جس ہدایت سے اللہ نے تمہیں سرفراز کیا، اس پر اللہ کی کبریائی کا اظہار اور اعتراف کرو اور یہ کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔ (سورۃ البقرہ:15)

روزے کی فرضیت اور تراویح:...... حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کردہ حدیث میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تم لوگوں کے پاس رمضان کا مبارک مہینہ آچکا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کے روزے تم پر فرض کئے ہیں۔ (نسائی، بیہقی)

حضرت خضر بن شیبانؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اللہ رب العزت نے تم پر رمضان کے روزے فرض کئے ہیں اور میں تم پر رمضان کی رات کا قیام (نماز تراویح) سنت قرار دیتا ہوں۔ (مسند احمد، سنن بیہقی)

روزہ نہ رکھنا سنگین جرم ہے:...... حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اجازت (یعنی شرعی عذر) کے بغیر رمضان المبارک کے کسی ایک دن کا روزہ نہیں رکھا، وہ عمر بھر روزے رکھ کر بھی اس کی تلافی نہیں کر سکتا۔ (بخاری، ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

مطلب یہ ہے کہ قضا دینے سے روزے کی فرضیت اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گی مگر رمضان کے روزے کی عظمت و اجر عمر بھر نفلی روزے رکھ کر بھی حاصل نہیں کر سکتا۔

روزے کی ذمہ داریاں:...... حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی روزہ دار ہونے کی حالت میں صبح کا آغاز کرے تو وہ بیہودہ گفتگو اور جہالت کا کام نہ کرے۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

ترمذی کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب رمضان کی پہلی رات شروع ہوتی ہے تو اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ پکار کر کہتا ہے: اے بھلائی کرنے والے! اور بڑھ اور اے برائی کرنے والے! رک جا۔

ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص روزہ رکھ کر بے ہودہ بات اور لغو کام نہیں چھوڑتا، اللہ کو کوئی ضرورت نہیں وہ اپنا کھانا پینا چھوڑے۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی)

روزے کا مقصد زبان کو لگام اور غلط کاموں سے باز رہنا:...... روزے کا مقصد بھوکا پیاسا رہنا نہیں ہوتا بلکہ اس کے ذریعے نفسانی خواہشات پر قابو پانا ہوتا ہے، اس لئے ہر روزہ دار کو چاہئے کہ اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھے اور اپنے اعضائے بدن کو غلط کاموں سے دور رکھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ بہت سے روزہ داروں کو ان کے روزے سے سوائے بھوک (اور پیاس) کے کچھ نہیں ملتا اور بہت سے رات جاگ کر عبادت کرنے والوں کو ان کی شب بے داری کے سوائے جگائی کے کچھ نہیں ملتا۔ (ابن ماجہ احمد حاکم)

بندہ اگر اخلاص کے ساتھ نیک اعمال انجام نہ دے تو اسے کچھ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ اللہ کا وجود بہت ہی پاک صاف ہے اور وہ صرف پاکیزہ اعمال ہی کو قبول فرماتا ہے۔ وہ بھی اس طرح کہ وہ اعمال خالص اللہ کی رضا جوئی کی غرض سے کئے گئے ہوں۔

رمضان المبارک میں بہشت دوزخ کے نظام میں تبدیلیاں:...... حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کردہ حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطان کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)

روزہ گناہوں سے بچنے کا موثر ذریعہ:...... حضرت معاذ بن جبلؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نقل کیا کہ روزہ ڈھال ہے، یعنی جس طرح ڈھال کے ذریعے دشمنوں کے حملوں سے بچا جا سکا ہے، اسی طرح روزہ کے ذریعے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانیوں سے بچا جا سکتا ہے۔ اسی طرح روزہ کے ذریعے جہنم کی سزاؤں سے بھی بچا جا سکتا ہے۔

روزہ صحت کا راز ہے:...... سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو صحت مندی کا راز بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا: روزہ رکھو! صحت مند ہو گے۔ (طبرانی)

دراصل انسان سال بھر اپنے پیٹ کو بھرتا رہتا ہے اور وہ بھی طرح طرح کی اشیاء سے کبھی مرغن اور نرم اور کبھی فرائی شدہ اور مصالحے دار، ظاہر ہے کہ معدہ ہی کو محسوس ہوگا کہ اس پر کیا بیت رہی ہوتی ہے، تاہم معدہ کو گاہے گاہے آرام دینا چاہئے، آخر وہ ایک مشین ہی تو ہے اور طبی طور پر یہ تحقیق سامنے آتی ہے کہ معدہ کو ہلکا رکھنے سے بدن کو راحت ملتی ہے اور صحت میں اعتدال قائم رہتا ہے۔

روزے کا اجروثواب:...... ویسے تمام اعمال صالح اور عبادات تو اللہ ہی کے لئے انسان کرتا ہے اور اللہ کو بھی یہ بات معلوم ہے مگر اللہ تعالیٰ نے روزے کو خاص اس کے لئے بتایا اور یہ کہ خود ہی اس کا بدلہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”روزے اللہ کے لئے ہیں، صحیح اور سچے روزے دار کا ثواب اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ (طبرانی، بیہقی)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے (حدیث قدسی میں) فرمایا: انسان کے تمام کام اس کے لئے ہیں البتہ روزے میرے لئے ہے، میں خود اس کا بدلہ (ہوں یا) جتنا چاہوں گا دوں گا۔ (بخاری، مسلم، نسائی)

روزہ دار کی دعا مقبول ہے:...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد ہے کہ تین اشخاص کی دعا رد نہیں ہوتی، ایک روزہ دار کی دعا، جب وہ افطار کے وقت دعا کرے، دوسرے عدل و انصاف قائم کرنے والے حاکم وقت کی دعا اور تیرے مظلوم کی دعا، اللہ پاک ان افراد کی دعاؤں کو بادلوں سے اوپر اٹھالیتا ہے، ان کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ فرماتا ہے۔

”میری عزت وجلال کی قسم! اے بندہ! میں تیری مدد ضرور کروں گا، اگرچہ بعد ہی سہی۔ (ترمذی، مسند احمد)

روزہ دار کو افطار کروانے کا اجر:...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی روزہ دار کا روزہ کھلوایا، اسے روزے دار کا سا اجروثواب ملے گا اور روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی نہ آئے گی۔ (ترمذی)

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو صحیح معنوں میں روزہ دار بننے کی توفیق عطا فرمائے اور ایام رمضان میں امت اسلامیہ پر اللہ کی خاص رحمتیں نازل ہوں، مظلوم مسلمانوں کی وہ دادرسی فرمائے۔ رمضان مسلمان کے لئے فتح مبین کا مہینہ ہو۔ (آمین)

ماہ رمضان کے وظائف:...... ماہ رمضان کی پہلی شب میں بعد نماز عشاء ایک مرتبہ سورہ فتح پڑھنا بہت افضل ہے۔

رمضان شریف میں ہر نماز عشاء کے بعد روزانہ تین مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھنے کی فضیلت ہے، اول مرتبہ پڑھنے سے گناہوں کی مغفرت ہوگی، دوم مرتبہ پڑھنے سے دوزخ سے آزاد ہوگا، تیسری مرتبہ پڑھنے سے جنت کا مستحق ہوگا۔

شب قدر:...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”شب قدر کو تلاش کرو، رمضان کی آخری دس راتوں کی طاق راتوں میں۔“

شب قدر کی دعا:...... حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے عرض کیا کہ ”مجھے بتائیے کہ اگر مجھے معلوم ہوجائے کہ کون سی رات شب قدر ہے تو میں اس رات اللہ سے کیا عرض کروں؟

ترجمہ:...... اے اللہ! آپ معاف کرنے والے ہیں اور کریم میں عضو کو پسند کرتے ہیں، لہٰذا مجھ سے درگزر کیجئے!!

پہلی شب قدر:...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں سے جو مرد یا عورت یہ خواہش کرے کہ میری قبر نور کی روشنی سے منور ہو تو اسے چاہئے کہ ماہ رمضان کی شب قدروں میں کثرت کے ساتھ عبادت الٰہی بجالائے، تاکہ ان مبارک اور معتبر راتوں میں عبادت سے اللہ پاک اس کے نامہ اعمال سے برائیوں کو مٹا کر نیکیوں کا ثواب عطا فرمائے۔ شب قدر کی عبادت ستر ہزار شب کی عبادتوں سے افضل ہے۔

نفل نماز:...... اکیسویں شب کو چار رکعت نماز دو سلام سے پڑھیں، ہر رکعت میں بعد سورہ فاتحہ کے سورہ قدر ایک ایک بار، سورہ اخلاص ایک ایک مرتبہ پڑھیں۔ بعد سلام کے ستر مرتبہ درود پاک پڑھیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ

اس نماز کے پڑھنے والے کے حق میں فرشتے دعا مغفرت کریں گے اور شب قدر کی برکت سے اللہ پاک اس کی بخشش فرمائے گا۔

دوسری شب قدر:...... ماہ مبارک کی تیسویں شب کو چار رکعت نماز دو سلام سے پڑھیں، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ قدر ایک بار اور سورہ اخلاص تین تین مرتبہ پڑھیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ واسطے مغفرت گناہ کے یہ نماز بہت افضل ہے۔

تیسویں شب قدر کو آٹھ رکعت نماز چار سلام سے پڑھیں، ہر رکعت میں بعد سورہ فاتحہ کے سورہ قدر ایک ایک دفعہ، سورہ اخلاص ایک ایک بار پڑھیں۔ بعد سلام کے ستر مرتبہ کلمہ تمجید پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کریں، اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما کر انشاء اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے گا۔

تیسری شب قدر:...... ماہ رمضان کی پچیسویں تاریخ کی شب قدر کو چار رکعت نماز دو سلام سے پڑھیں، بعد سورہ فاتحہ کے سورہ قدر ایک ایک بار، سورہ اخلاص پانچ پانچ مرتبہ ہر رکعت میں پڑھیں۔ بعد سلام کے کلمہ طیبہ ایک سو دفعہ پڑھیں، بارگاہ رب العزت سے انشاء اللہ تعالیٰ بے شمار عبادت کا ثواب عطا ہوگا۔

پچیسویں شب کو چار رکعت نماز دو سلام سے پڑھیں، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ قدر تین تین مرتبہ پڑھیں، سورہ اخلاص تین تین مرتبہ پڑھیں، بعد سلام کے ستر مرتبہ استغفار پڑھیں۔

پچیسویں شب قدر کو دو رکعت نماز پڑھیں، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ قدر ایک ایک مرتبہ، سورہ اخلاص پندرہ پندرہ مرتبہ پڑھیں۔ بعد سلام کے ستر دفعہ کلمہ شہادت پڑھیں، یہ نماز واسطہ نجات، عذاب قبر، افضل ہے۔

چوتھی شب قدر:...... ستائیسویں شب قدر کو بارہ رکعت نماز تین سلام سے پڑھیں، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ قدر ایک ایک مرتبہ، سورہ اخلاص پندرہ پندرہ مرتبہ پڑھیں، بعد سلام کے ستر مرتبہ استغفار پڑھیں۔ انشاء اللہ اس نماز کے پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ نبیوں کی عبادت کا ثواب عطا فرمائے گا۔ اس نماز کو پڑھنے والے اپنے مصلے سے نہ اٹھیں گے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اور اس کے والدین کے گناہوں کو معاف کر کے مغفرت فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ اس کے لئے جنت کو آراستہ کرو اور فرمایا کہ وہ جب تک تمام بہشتی نعمتیں اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لے گا، اس وقت تک اسے موت نہ آئے گی۔ واسطے مغفرت یہ دعا بہت افضل ہے۔

ستائیسویں شب قدر کو ساتوں ”حم“ پڑھیں۔ یہ ساتوں ”حم“ عذاب قبر سے نجات اور مغفرت گناہ کے لئے بہت افضل ہے۔

پانچویں شب قدر:...... ماہ رمضان کی انتیسویں شب کو چار رکعت نماز دو سلام سے پڑھیں، ہر رکعت میں بعد سورہ فاتحہ کے سورہ قدر ایک ایک بار، سورہ اخلاص پانچ پانچ مرتبہ پڑھیں۔ بعد سلام کے درود شریف ایک سو دفعہ پڑھیں، انشاء اللہ تعالیٰ اس نماز کے پڑھنے والے کو دربار خداوندی بخشش مغفرت عطا کی جائے گی۔

ماہ رمضان کی کسی شب میں بعد نماز عشاء سات مرتبہ سورہ قدر پڑھنی بہت افضل ہے، انشاء اللہ تعالیٰ اس کے پڑھنے سے ہر مصیبت سے نجات حاصل ہوگی اور سورہ ملک بھی بعد نماز عشاء سات مرتبہ پڑھنا، واسطے مغفرت گناہ بہت فضیلت والی ہے۔

جمعتہ الوداع:...... رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو بعد نماز ظہر دو رکعت نماز پڑھیں، پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ زلزال ایک بار، سورہ اخلاص دس بار، دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ کافرون تین مرتبہ پڑھیں۔ بعد سلام کے بعد دس بار درود شریف پڑھیں، پھر دو رکعت نماز پڑھیں، پہلی رکعت میں سورہ

فاتحہ کے بعد سورہ تکاثر ایک بار، سورہ اخلاص دس بار، دوسری رکعت میں بعد سورہ فاتحہ کے آیت الکرسی تین مرتبہ، سورہ اخلاص پچیس مرتبہ، بعد سلام کے درود شریف دس دفعہ پڑھیں، اس نماز کے بے شمار فضائل ہیں اور اس نماز کے پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ قیامت تک بے انتہا عبادت کا ثواب عطا فرمائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

رمضان کی آخری رات:......حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''رمضان کی آخری رات میں آپ کی امت کے لئے مغفرت و بخشش کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ'' وہ شب قدر ہوتی ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''شب قدر تو نہیں ہوتی لیکن بات یہ ہے کہ عمل کرنے والا جب اپنا عمل کر دے تو اس کو پوری اجرت مل جاتی ہے۔

رمضان المبارک:

(۱)......صبح آنکھ کھلتے ہی تین دفعہ درود شریف پڑھیں اور اپنی ہتھیلیوں پر پھونکیں، پھر یہ ہتھیلیاں منہ پر پھیر لیں۔

(۲)...... اپنا کام شروع کرنے سے پہلے 21 مرتبہ ''الملک'' پڑھیں اور سینے پر پھونکیں۔

(۳)...... اپنا کام شروع کرنے سے پہلے 21 مرتبہ ''الغفار'' پڑھیں اور پھر کام شروع کریں۔

(۴)......دوپہر کی نماز کے بعد 21 مرتبہ ''القھار'' پڑھیں اور دل کی دھڑکن کی جگہ پھونکیں۔

(۵)......دوپہر کے بعد تھوڑی دیر آرام کی غرض سے سونے لگیں تو 21 مرتبہ ''الخبیر'' پڑھیں۔

(۶)......نیند سے اٹھنے کے بعد 21 مرتبہ ''الکبیر'' پڑھیں اور پھر دل کی جگہ پھونکیں۔

(۷)......اگر کسی وقت جھنجلاہٹ یا غصہ آئے تو فوراً ''الحفیظ'' پڑھیں، غصہ دور ہو جائے گا۔

(۸)......اگر روزہ میں قوت برداشت ختم ہو رہی ہو تو 21 مرتبہ ''المقیت'' پڑھیں اور انگلیوں پر پھونک کر انگلیاں سونگھ لیں، بھوک اور پیاس فوراً ختم ہو جائے گی۔

(۹)......روزہ کھولنے سے کچھ دیر پہلے دستر خوان پر بیٹھیں اور 21 مرتبہ ''الواسع'' پڑھیں اور سوچیں کہ ساری نعمتیں آپ کے سامنے ہیں لیکن خدا کے حکم کی وجہ سے آپ نے سب کچھ اپنے اوپر حرام کر رکھا ہے۔

(۱۰)...... عشاء اور تراویح کے بعد 21 مرتبہ ''القوی'' پڑھیں۔

(۱۱)...... رات کو سوتے وقت سینے پر ہاتھ رکھ کر 100 مرتبہ ''الباعث'' پڑھیں اور 21 مرتبہ درود شریف پڑھیں اور آرام سے سو جائیں۔

رمضان شریف گزرنے کے بعد عید کے روز آپ اپنے آپ کو نیا انسان محسوس کریں گے، خود اعتمادی آپ کے اندر ظاہر ہوگی، قوت فیصلہ بڑھ جائے گا، آپ اپنے مسائل کے متعلق پورے اطمینان سے سوچ سمجھ کر صحیح فیصلہ کریں گے اور اس بات کے قائل ہو جائیں گے کہ اسلام میں جو احکامات ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ہزاروں بھلائی رکھی ہے۔

رمضان المبارک میں شب بے داری نوافل:......

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کے روزے کو فرض فرمایا ہے اور میں نے رمضان کی شب بے داری کو (تراویح اور تلاوت قرآن کے لئے) تمہارے واسطے (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) سنت بنایا (کہ موکدہ ہونے کے سبب وہ بھی ضروری ہے) جو شخص ایمان سے ثواب کے اعتقاد سے رمضان کے روزے رکھے اور رمضان کی شب بے داری کرے وہ اپنے گناہوں سے اس دن کی طرح نکل جائے گا جس دن اس کو اس کی ماں نے جنا تھا۔ (نسائی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ماہ رمضان المبارک بہت سی بابرکت اور فضیلت والا مہینہ ہے اور یہ صبر و شکر اور عبادت کا مہینہ ہے اور اس

ماہ مبارک کی عبادت کا ثواب ستر درجے عطا ہوتا ہے، جو کوئی اپنے پروردگار کی عبادت کرکے اس کی خوشنودی حاصل کرے گا، اس کی بہت بڑی جزا اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔

رمضان المبارک کا آخری عشرہ:...... رمضان المبارک کا آخری عشرہ جسے جہنم کی آگ سے نجات کا عشرہ بھی کہا جاتا ہے، اس مبارک عشرے میں جمعتہ الوداع ''لیلتہ القدر'' اور اعتکاف جیسی عظیم عبادات موسوم ہیں۔ جمعتہ المبارک کو'' سیدالایام'' بھی کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین دن جس پر سورج طلوع ہوتا جمعہ کا دن ہے۔ رمضان المبارک کا ایک جمعہ دوسرے مہینوں کے ستر جمعتہ المبارک کے برابر شمار ہوگا، کیونکہ رمضان میں ادا ہونے والے ایک فرض کا ثواب مہینوں کے ستر فرائض پر ملنے والے ثواب کے برابر ہے۔ رمضان المبارک میں آخری جمعہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود شریف بھیجیں۔ ویسے عام دنوں میں جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے کا بہت ثواب ہے۔ ''لیلتہ القدر'' نزول قرآن کی بابرکت رات ہے، ''لیلتہ القدر'' کا مطلب ''قدر والی رات'' ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار ماہ رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تمہارے پاس ایک مہینہ آیا ہے'' جس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا'' گویا تمام کی تمام بھلائیوں سے محروم رہ گیا اور اس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا، مگر وہ شخص جو حقیقتاً محروم ہی ہے۔'' (سنن ابن ماجہ)

حضرت عبادہ بن صامتؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''شب قدر رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں یعنی'' 21, 23, 25, 27, 29 ویں شب میں ہے یا رمضان المبارک کی آخری شب میں ہے تو جو کوئی ایمان کے ساتھ بہ نیت ثواب اس ماہ مبارک رات میں عبادت کرے، اس کے تمام سابقہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف کے بے شمار فضائل ہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے سرتاج آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتاف کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی رہیں۔ (متفق علیہ)

''جو شخص مسجد میں مغرب سے لے کر عشاء تک'' معتکف'' رہے، نماز اور قرآن مجید کی تلاوت کے سوا کلام نہ کرے تو اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ اپنے کرم سے اس معتکف کے لئے جنت میں محل تیار کرے، ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

''جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے رمضان المبارک میں ایک دن اور ایک رات کا اعتکاف کرے تو اس کو تین سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ جب کہ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

''جس نے رمضان المبارک میں دس دنوں کا اعتکاف کر لیا تو ایسا ہے جیسے دو حج اور دو عمرے کئے۔ مگر آج کل فیشن ہو چکا ہے، کسی کو فضائل معلوم نہیں اور وہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف کر لیتا ہے، مسجد امام کو چاہئے کہ ایسے لوگوں کی پہلے اصلاح کریں، فضائل بیان کریں، تاکہ وہ ٹھیک طریقہ سے عبادت کر سکے۔

نعوذ باللہ! ایسی شکایت بھی موصول ہوتی ہے کہ کچھ نادان لڑکے وضو خانہ کے پاس سگریٹ نوشی تک کر جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے اعتکاف سے بچائے، جس میں

عبادت نہ ہوں۔

اعتکاف میں بالغ ہونا ضروری ہے:...... پانچ وقت کی نماز اور روزے کا پابند ہونا ضروری ہے، اپنے آپ کو ہر گناہ سے پاک کریں، توبہ استغفار کریں، رمضان المبارک میں خوب ذکر کریں، اپنے علاقہ کے امام وخطیب کی اجازت سے اور قرآن کی تلاوت کا آسان طریقہ ہر نماز یعنی ہر نماز کے بعد ایک سپارہ پڑھے، اس طرح آپ کا قرآن کا ختم بھی جلدی ہوجائے گا، یہ آسان طریقہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اس رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں ہم سب کے گناہ کو معاف فرمائے اور خوب سے خوب عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اور اپنے عزیز واقارب کو بھی اس بابرکت مہینے میں ان کے لئے مغفرت کی دعا میں ضرور یاد رکھئے۔

صلوٰۃ التسبیح:...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی تسبیحات اور اس کی حمد وثنا کرنے کے خاص طریقوں پر خود عمل کیا اور وہ طریقے امت مسلمہ کو بھی سکھائے جو بہت سی احادیث سے ثابت ہیں۔ اس ضمن میں آپ صلی للہ علیہ وسلم نے ایک خاص نماز کی بہت زیادہ اور بڑے اہتمام سے ترغیب فرمائی ہے جو ''صلوٰۃ التسبیح'' کے نام سے مشہور ہے، اس کو ''صلوٰۃ التسبیح'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس نماز میں اللہ تعالیٰ کی پاکی اور تعریف بیان کرنے کے لئے یہ تسبیح پڑھی جاتی ہے۔

تسبیح:...... سبحان اللہ والحمدللہ ولآالہ الا اللہ واللہ اکبرO

ترجمہ:...... اللہ تعالیٰ تمام عیبوں اور برائیوں سے پاک ہے اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے۔ (یہ تسبیح تیرے کلمہ کا پہلا حصہ ہے)

فضیلت واہمیت:...... صلوٰۃ التسبیح کی فضیلت وافادیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ ذیل حدیث سے ثابت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے چچا حضرت عباسؓ سے یوں فرمایا:

''اے عباس! اے میرے چچا! کیا میں تمہیں ایع عطیہ نہ دوں، کیا ایک بخشش نہ کروں، کیا ایک چیز نہ بتاؤں، کیا تمہیں دس چیزوں کا مالک نہ بنادوں، جب تم اس کام کو کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اگلے پچھلے، پرانے اور نئے غلطی سے کئے ہوں، یا جان بوجھ کر کئے ہوں، صغیرہ ہوں یا کبیرہ چھپ کر کئے ہوں یا اعلانیہ کئے ہوں، سب ہی گناہوں کو معاف فرمائیں گے وہ کام یہ ہے کہ چار رکعت نفل صلوٰۃ التسبیح پڑھو، اے چچا! اگر ممکن ہو سکے تو روزانہ ایک مرتبہ اس نماز کو پڑھ لیا کرو، اگر تم سے یہ نہ ہوسکے تو ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر مہینے میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اپنی پوری زندگی میں ایک مرتبہ تو پڑھ لیا کرو۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، بیہقی)

چونکہ یہ نماز عام طور سے رائج نہیں ہے، اس لئے اس کے متعلق چند ضروری مسائل وہدایات لکھے جاتے ہیں۔

ترکیب نماز:...... صلوٰۃ التسبیح کو مکروہ اوقات کے علاوہ باقی دن رات کے تمام اوقات میں پڑھ سکتے ہیں، یہ نماز نفل ہے اور چار رکعتوں میں ایک سلام کے ساتھ پڑھی جاتی ہے، تسبیح ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ اور چاروں رکعت میں کل تین سو مرتبہ پڑھی جاتی ہے۔

نیت:...... نیت کرتا ہوں میں چار رکعت نماز نفل صلوٰۃ التسبیح، واسطے اللہ تعالیٰ کے، منہ میرا کعبہ شریف کی طرف، اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھ لیں۔

نماز پڑھنے کا طریقہ:...... صلوٰۃ التسبیح عام نفلوں کی طرح پڑھی جاتی ہے، فرق صرف یہ ہے کہ ہر رکعت میں تسبیح سبحان اللہ والحمدللہ والا الہ الا اللہ واللہ اکبر مندرجہ ذیل طریقے سے پڑھتے ہیں۔

پہلی رکعت:...... حسب معمول ثناء وتعوذ وتسمیہ اور الحمد پڑھے اور کوئی سورہ پڑھنے کے بعد رکوع میں جانے

سے پہلے پڑھیں۔ 15 مرتبہ، رکوع میں سبحان ربی العظیم پڑھنے کے بعد 10 مرتبہ، رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہو کر سمع اللہ لمن حمدہ، ربنا لک الحمد پڑھنے کے بعد 10 مرتبہ، پہلے سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھنے کے بعد 10 مرتبہ، پہلے سجدے سے اٹھ کر بیٹھنے کے بعد یعنی جلسہ میں 10 مرتبہ، دوسرے سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھنے کے بعد 10 مرتبہ، دوسرے سجدے کے بعد کھڑے نہ ہوں بلکہ بیٹھ جائیں اور بیٹھے ہوئے پڑھیں 10 مرتبہ، کل 75 مرتبہ، اب بقیہ اللہ اکبر کہے اگلی رکعت کیلئے کھڑے ہوجائیں اگر سہواً اللہ اکبر کسی نے پڑھ لیا تو کوئی حرج نہیں۔

دوسری رکعت:...... حسب معمول سورہ فاتحہ اور کوئی سورہ پڑھنے کے بعد پہلی رکعت کی طرح پڑھی جائے، دوسرے سجدہ کے بعد تسبیح قعدہ میں التحیات سے پڑھیں گے، پھر التحیات اور تشہد پورا کر کے اللہ اکبر کہہ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوجائیں۔

تیسری رکعت:...... حسب معمول سورہ الحمد اور کوئی سورہ پڑھنے کے بعد تسبیحات پہلی رکعت کی طرح پڑھی جائیں گی۔

چوتھی رکعت: حسب معمول سورہ الحمد اور کوئی سورہ پڑھنے کے بعد دوسری رکعت کی طرح تسبیحات التحیات پڑھیں۔

تسبیحات شمار کرنے کا طریقہ:...... ان تسبیحات کو زبان سے شمار نہ کریں، کیونکہ زبان سے گننے کی وجہ سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر تسبیح ہر ایک ایک انگلی دبا کر شمار کریں، انگلیاں جس طرح اپنی جگہ پر رکھی ہیں ویسے ہی رکھی رہنے دیں۔

دوسری ترکیب:...... اس نماز کی دوسری ترکیب جو اور حدیث مبارک سے ثابت ہے، وہ یہ ہے کہ:

(۱)...... ثنا کے بعد تسبیح 15 مرتبہ

(۲)...... سورہ فاتحہ اور سورہ کے بعد 10 مرتبہ

(۳)...... رکوع میں 10 مرتبہ

(۴)...... قومہ میں 10 مرتبہ

(۵)...... سجدہ میں 10 مرتبہ

(۶)...... جلسہ میں (دونوں سجدہ کے درمیان) 10 مرتبہ

(۷)...... دوسرے سجدہ میں 10 مرتبہ

اس طرح کل تعداد 75 ہوجائے گی اور اس طرح چار رکعت میں تعداد 300 ہوجائے گی اور دوسرے سجدے کے بعد سیدھے کھڑے ہوجائیں اور پہلی رکعت کی طرح پڑھی جائے گی۔

تسبیحات کے شمار میں بھول چوک:...... اگر کسی رکن میں تسبیح پڑھنا بھول جائیں تو اگلے رکن میں اس کمی کو پورا کرلیں اگر پھر بھی بھول جائیں تو تمام بھول ہوئی تسبیحات آخری قعدے میں التحیات سے پہلے پڑھ لیں۔

سجدہ سہو:...... اگر نماز میں کوئی غلطی ہوجائے یعنی نماز کے واجبات میں سے کوئی واجب بھول کر چھوٹ جائے اور سجدہ سہو کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو سجدہ سہو میں یہ تسبیح پڑھنے کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ تسبیح کی کل تعداد یعنی تین سو پوری ہوچکی ہے۔

دعا:...... اے اللہ! ہم عاجز بندے تیری پاکی بیان کرتے ہیں اور تیرے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔

اے اللہ! ہمارے صغیرہ، کبیرہ، چھوٹے، بڑے ظاہر باطن، اگلے پچھلے سب گناہوں کو اپنے فضل وکرم سے معاف فرمادے، ہماری خطاؤں سے درگزر فرما۔

اے غفور الرحیم! ہمارے گناہوں کو معاف فرما۔

اے اللہ! ہم اپنے گناہوں سے شرمندہ ہیں، ہم سچے دل سے توبہ کرتے ہیں، ہماری خطاؤں کو معاف فرما۔

اے اللہ! جو گناہ جان کر کئے ہیں اور جو انجانے میں ہوئے ہیں، سب کو اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک کے صدقے میں معاف فرما۔

اے اللہ! ہمیں نجات عطا فرما، تیری معافی بہت

بڑی چیز ہے۔
اے اللہ! ہمیں رحمت کے دامن میں چھپالے۔
اے اللہ! ہم کو سچی توبہ کی توفیق عطا فرما۔
اے معبود! برحق تیری عبادت میں جو ہم نے بہت قصور کئے ہیں سب کو معاف فرما۔
اے اللہ! ہم گنہگار ہیں، خطا کار ہیں، مگر پھر بھی تجھ سے معافی کے طلب گار ہیں۔
اے اللہ! اگر تو نے معاف نہ کیا تو ہم کس کے در پر جائیں گے۔
اے اللہ! تیرا در اس وقت تک نہ چھوڑیں گے جب تک ہمیں معافی نہ مل جائے۔
اے اللہ! اگر تو نے معاف نہ کیا تو ہم تباہ و برباد ہوجائیں گے ہم کو صرف اور صرف نجات چاہئے۔
اے اللہ! اپنے پاکیزہ اور رحمت سے ہمارے گناہوں کے داغ دھبوں کو دھودے۔
اے اللہ! ہمارے دلوں کو اخلاص کے ساتھ دین کی طرف پھیر دے، ہم کو پکا اور سچا مسلمان بنادے۔
اے اللہ! تنگ دستوں کی تنگ دستی دور فرما۔
اے اللہ! جو سفر میں ہیں انہیں خیریت سے رکھیو۔
اے اللہ! حضرت آدم علیہ السلام جیسی توبہ نصیب فرما۔
اے اللہ! حضرت یعقوب علیہ السلام جیسی گریہ و زاری عطا فرما۔
اے اللہ! حضرت یوسف علیہ السلام عطا فرما۔
اے اللہ! حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی دوستی نصیب فرما۔
اے اللہ! ہمیں حضرت ایوب علیہ السلام جیسا صبر عطا فرما۔
اے اللہ! حضرت داؤد علیہ السلام جیسا سجدہ شکر نصیب فرما۔
اے اللہ! حضرت عمرؓ جیسی خدمت اسلام رعب و دبدبہ اور شان و شوکت عطا فرما۔
اے اللہ! حضرت عثمانؓ جیسی شرم وحیا اور خزانہ عطا فرما۔
اے اللہ! حضرت علیؓ جیسی شجاعت و بہادری وسخاوت عطا فرما۔
اے اللہ! ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے تمام عمل نصیب فرما۔
اے اللہ! پیغمبری زندگی اور پیغمبری موت عطا فرما۔
اے اللہ! ہمارے چہرے قیامت کے دن روشن رکھنا۔
اے اللہ! قبرک اندھیرے اور عذاب قبر سے بچانا۔
اے اللہ! ہمارے نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں عنایت فرمانا۔
اے اللہ! موت کی سختی سے بچانا، قیامت کی گرمی اور جہنم کی آگ سے محفوظ فرما۔
اے اللہ! پل صراط کا راستہ آسان فرما اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین
اے اللہ! میدان محشر میں ذلت و رسوائی سے ہماری حفاظت کرنا، وہاں کی بھوک اور پیاس کی شدت سے ہمارا حشر اپنے جھنڈے کے نیچے فرمانا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے جام کوثر عنایت فرمانا، امین ثم امین
اے اللہ! جو اپنے بچوں کے رشتوں کے لئے پریشان ہیں، ان کو نیک اور اچھے رشتے جلدی عطا فرما۔
اے اللہ! ان کی خصوصی مدد فرما۔
اے اللہ! حج بیت اللہ اور عمرہ کے لئے ہماری لبیک قبول فرما۔ حاضری کی توفیق وسائل اور صحت عطا فرما۔
اے اللہ! ہم کو مرتے وقت ڈاکٹروں، اسپتالوں اور نامحرموں سے محفوظ رکھئے۔ آمین ثم آمین
یارب العالمین

خواتین اور دین کی خدمت

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

اسلام سے پیشتر طبقہ نسواں کی حالت:...... پہلے ہم یہاں کچھ تمہیدی باتیں کہنا چاہتے ہیں، جو ان اقدامات کو سمجھنے کے لئے ضروری ہیں، جو اسلام نے عورتوں کے مفاد میں کئے ہیں، یہاں مشہور عرب فاضل استاد عباس محمود العقاد کی کتاب "المراۃ فی القرآن" کے کچھ اقتباسات پیش کریں گے جو اس موضوع پر وسیع تحقیقی جائزہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

مصنف موصوف نے اسلام سے پہلے مذاہب اور معاشروں میں عورت کے مقام سے بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ہندوستان میں منو کے مذہبی قوانین میں باپ، شوہر یا دونوں کی وفات ہوجانے کی صورت میں بیٹے سے علیحدہ عورت کا کوئی مستقل حق نہیں تھا اور ان سب کی وفات کے بعد اس کا شوہر کے کسی قریبی رشتہ دار سے متعلق ہوجانا ضروری تھا، وہ کسی حال میں اپنے معاملے میں خود مختار نہیں ہوسکتی تھی، معاشی معاملات میں اس کی حق تلفی سے زیادہ سختی اس کے شوہر سے علیحدہ زندگی کے انکار کی صورت میں تھی، جس کے مطابق بیوی کو شوہر کے مرنے کے دن مرجانا اور اس کی چتا پر ستی ہوجانا ضروری تھا، یہ پرانی رسم برہمنی تمدن کے قدیم زمانہ سے سترہویں صدی تک برقرار رہی اور اس کے بعد مذہبی حلقوں کے ناپسندیدگی کے باوجود ختم ہوگئی۔"

"حمورابی کی شریعت (جس کی وجہ سے بابل مشہور ہوا تھا) عورت کو پالتو جانور سمجھتی تھی اور اس کی نظر میں عورت کی حیثیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس کی رو سے اگر کسی نے کسی کی لڑکی کو قتل کیا ہے تو قاتل کو اپنی لڑکی کی مقتولہ لڑکی کے بدلہ میں حوالہ کرنا ہوتی تھی، تاکہ لڑکی والا اسے قتل کردے یا باندی بنالے یا معاف کردے، مگر وہ اکثر قتل ہی کی جاتی تھی، یونان قدیم میں عورت ہر قسم کے حقوق اور آزادی سے محروم تھی، اسے ایسے بڑے گھروں میں رہنا ہوتا تھا جو راستہ سے دور، کم کھڑکیوں والے ہوتے تھے اور ان کے دروازوں پر پہرہ دار مقرر رہتے تھے، بیویوں اور گھریلو عورتوں کی طرف بے توجہی کے سبب بڑے بڑے یونانی شہروں میں ایسی محفلیں عام ہوگئی تھیں جن میں گانے والیوں اور حسین عورتوں سے دل بہلایا جاتا تھا، مہذب محفلوں میں عورتوں کو مردوں کے ساتھ جانے کی بہت کم اجازت تھی، اسی طرح فلسفیوں کے حلقے عورتوں کی موجودگی سے خالی نظر

آتے ہیں اور پیشہ ور عورتوں یا مطلقہ باندیوں جیسی شہرت وعزت کسی شریف خاتون کو کبھی حاصل نہیں ہوئی۔"

قدیم رومیوں کا عورتوں کے ساتھ معاملہ قدیم ہندوؤں ہی جیسا تھا، جس کے تحت وہ باپ، شوہر اور بیٹوں کے ماتحت رہتی تھیں، اپنے تہذیبی عروج کے دور میں ان کا خیال تھا کہ "نہ عورت کی بیڑی کاٹی جاسکتی ہے، نہ اس کی گردن سے جوا اتارا جاسکتا ہے، رومی عورت اسی وقت آزاد ہوئی، جب بغاوت اور نافرمانی کر کے رومی غلام آزاد ہوئے اور عورت کو غلام رکھنا ناممکن ہوگیا۔"

استاذ عقاد نے قدیم مصری تہذیب میں عورتوں کے بعض حقوق واختیار کے ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

"اسلام سے پہلے مصری تہذیب اور اس کے قوانین ختم ہوچکے تھے اور شرق اوسط میں اس دور میں رومی تہذیب کے زوال اور اس کی عیاشی اور لذت پرستی کے ردعمل کے طور پر دینوی زندگی سے نفرت کا رجحان پیدا ہوگیا تھا، بلکہ زندگی اور آل واولاد کی طرف سے سرد مہری پیدا ہوگئی تھی اور زاہدانہ رجحان نے جسم اور عورت کو نجس سمجھ لیا تھا اور عورت کو گناہوں کا ذمہ دار قرار دیا جاتا تھا، قرون وسطیٰ کے اس رجحان ہی کا اثر تھا کہ پندرہویں صدی عیسوی تک کلیسا کے ذمہ دار عورت کی فطرت کے بارے میں سنجیدگی سے غور کررہے تھے کہ کیا وہ جسم بلا روح ہے یا روح رکھنے والا جسم ہے جس سے نجات یا ہلاکت متعلق ہوتی ہے؟ اکثریت کا خیال یہ تھا کہ وہ نجات پانے والی روح سے خالی ہے اور اس نے کنواری مریمؑ والدہ حضرت مسیح کے سوا کسی کا استثنا نہیں۔"

رومی عہد کے اس رجحان کے بعد کی مصری تہذیب میں عورت کے مقام کو متاثر کیا، مصریوں پر رومی مظالم کی شدت ان کی رہبانیت اور دنیا بیزاری کا سبب بن گئی تھی، چنانچہ بہت سے زاہد لوگ رہبانیت کو قرب الٰہی کا ذریعہ اور شیطان کے مکر سے (جس میں عورت سر فہرست تھی) دوری کا وسیلہ جانتے تھے۔

حضرت موسیٰؑ کی طرف منسوب کتابوں کی تعلیم کے مطابق لڑکی باپ کی میراث سے خارج ہوجاتی ہے، اگر اس کا کوئی بھائی موجود ہے۔

میراث کے بارے میں حکم صریح یہ ہے کہ جب تک اولاد ذکور رہے گی، لڑکی اس سے محروم رہے گی اور جس لڑکی کو میراث ملے گی، اسے کسی دوسرے قبیلہ میں شادی کی اجازت نہ ہوگی اور نہ اسے کسی اور قبیلہ کی طرف میراث منتقل کرنے کی اجازت ہوگی، یہ حکم کتب تورات میں متعدد جگہوں پر ہے۔

اب ہم ان بلاد مقدسہ کی طرف رخ کرتے ہیں جہاں قرآن کریم کی دعوت شروع ہوئی تھی، یعنی جزیرۃ العرب، مگر آپ کو وہاں بھی اس کی توقع نہیں رکھنی چاہئے کہ وہاں عورتوں کے ساتھ انصاف اور اکرام کا کوئی الگ معاملہ تھا، بلکہ جزیرۃ العرب کے بعض اطراف میں عورتوں سے بدمعاملگی ساری دنیا سے زیادہ تھی اور بعض اطراف میں اس لئے اس سے اچھا معاملہ کیا جاتا تھا اور اس کی شوہر کے یہاں عزت تھی کہ وہ کسی بارعب رئیس کی لڑکی یا کسی محبوب بیٹے کی ماں ہے اور باپ، شوہر، بھائی اور بیٹے اپنی ملکیت یا حمایت میں داخل اشیا کی طرح اس کی حفاظت کرتے تھے، کیونکہ یہ آدمی کے لئے عیب تھا کہ اس کے حرم کی بے حرمتی کی جائے، جس طرح یہ عیب تھا کہ اس کی حمایت یافتہ یا کسی ممنوعہ چیز پر دست درازی کی جائے، جس میں اس کے گھوڑے، جانور، کنواں اور چراگاہ شامل تھی، وہ مال مویشی کے ساتھ میراث میں منتقل ہوتی تھی، آدمی شرم کے مارے اپنی بیٹی کو بچپن ہی میں زندہ درگور کردیتا تھا اور اس پر خرچ کو بوجھ سمجھتا تھا جبکہ اپنی مملوکہ باندی یا نفع بخش جانور پر خرچ کو بوجھ نہیں سمجھتا تھا اور جو اسے زندہ رکھتے اور بچپن میں جاں بخشی کردیتے، ان کی نظر میں ان کی حیثیت میراث کی تھی، جو باپ سے بیٹوں کو منتقل ہوتی تھی اور قرض یا سود کی ادائیگی میں اسے بیچا اور رہن رکھا جاسکتا تھا، وہ اس انجام سے

اسی وقت بچ سکتی تھی، جب وہ کسی معزز قبیلہ کی فرد ہوتی، جس کی حمایت وقربت کو وقعت حاصل ہوتی تھی۔"

بدھ مت:...... بدھ مت میں عورتوں کے بارے میں خیالات کا ایک نمونہ "مذہب واخلاق کی انسائیکلو پیڈیا" کے مقالہ نگار نے ایک بدھ مفکر کے قول سے پیش کیا ہے۔ (مطبوعہ ۱۹۰۶ص ۱۶۹) پر نقل کیا ہے کہ "پانی کے اندر مچھلی کی ناقابل فہم عادتوں کی طرح عورت کی فطرت بھی ہے، اس کے پاس چوروں کی طرح متعدد حربے ہیں اور سچ کا اس کے پاس گزر نہیں۔"

ہندو دھرم:...... مذکورہ انسائیکلو پیڈیا کا مقالہ نگار عورتوں کے بارے میں ہندوؤں کے خیالات کے بارے میں لکھتا ہے:

"برہمن ازم میں شادی کو بڑی اہمیت حاصل ہے، ہر شخص کو شادی کرنا چاہئے، لیکن منو کے قوانین کی رو سے شوہر بیوی کا سرتاج ہے، اسے اپنے شوہر کو ناراض کرنے کا کوئی کام نہیں کرنا چاہئے، حتیٰ کہ وہ اگر دوسری عورتوں سے تعلقات رکھے یا مر جائے، تب بھی کسی دوسرے مرد کا نام اپنی زبان پر نہ لائے، اگر وہ دوبارہ نکاح کرتی ہے تو سورگ (جنت) سے محروم رہے گی جس میں اس کا پہلا شوہر رہتا ہے، بیوی کے غیر وفادار ہونے کی صورت میں اسے انتہائی کڑی سزا دی جانی چاہئے، عورت کبھی بھی آزاد نہیں ہوسکتی، وہ ترکہ نہیں پاسکتی، شوہر کے مرنے پر اپنے سب سے بڑے بیٹے کے تحت زندگی گزارنی ہوگی، شوہر اپنی بیوی کو لاٹھی سے بھی پیٹ سکتا ہے۔"

"یونیورسل ہسٹری آف دی ورلڈ" (RAY STRACHEY) ہندوستان کے بارے میں لکھتا ہے:

"رگ وید میں (جس میں انسان کے جد امجد کی حکایات بھی ہیں) عورتوں کو پست اور حقیر مقام دیا گیا ہے، بعد میں یہ سمجھا جانے لگا کہ وہ روحانی طور پر ناقابل اعتبار بلکہ تقریباً بے روح ہے اور موت کے بعد مردوں کو نیکیوں کے بغیر اسے بقا حاصل نہیں ہوسکتی، اس کی ساری امیدوں کو ختم کرنے والے مذہب کے ساتھ رسم ورواج کی بیڑیوں نے (جو رفتہ رفتہ پیدا ہوتی گئیں) یہ ناممکن کردیا کہ عورت کسی نمایاں شخصیت کو جنم دے سکے، عورتوں کو جنم دینے والے منو نے انہیں اپنے گھر، بستر زیور کی محبت، بری خواہشیں، غصہ، بے ایمانی اور برے اطوار عطا کئے، عورتیں اتنی بری ہیں، جتنا کہ جھوٹ، یہ ایک مسلم حقیقت تھی، عورت کی طرف میں یہ داخل ہے کہ وہ مردوں کو اس دنیا میں غلط راستہ پر ڈالے، اسی لئے عقلمند، عورتوں کی صحبت میں بے فکر ہوکر نہیں بیٹھتے۔

بچپن کی شادی کی رسم، بیواؤں سے نفرت، ستی اور پردہ ایک ایسے سماج کے حسب حال ہیں، جس میں عورتوں کی اہمیت بچے جننے والی مخلوق سے زائد نہیں، شاید نوزائیدہ لڑکیوں کی موت ایک ایسی دنیا میں ان کے لئے رحمت ہے، جس میں اسے مشکوک، برائی کا سرچشمہ، دھوکہ باز، سورگ (جنت) کے راستہ کا روڑا اور نرک (دوزخ) کا دروازہ سمجھا جاتا ہے۔"

چین:...... مسٹر اسٹریچی چین میں عورتوں کی حیثیت کے بارے میں لکھتا ہے:

"مشرق بعید یعنی چین میں حالات اس سے بہتر نہیں تھے، چھوٹی لڑکیوں کے کاٹھ مارنے کی رسم کا مقصد یہ تھا کہ انہیں بے بس اور نازک رکھا جائے، یہ رسم اگرچہ اعلیٰ اور مالدار طبقات میں رائج تھی، لیکن اس سے "آسمانی حکومت" کے دور میں عورتوں کی حالت پر روشنی پڑتی ہے۔"

انگلستان:...... مذکورہ بالا مقالہ نگار انگلستان میں عورتوں کے مقام کے بارے میں تحریر کرتا ہے:

"وہاں اسے ہر قسم کے شہری حقوق سے محروم رکھا گیا تھا، تعلیم کے دروازے اس پر بند تھے، صرف چھوٹے درجہ کی مزدوری کے علاوہ کوئی کام نہیں کرسکتی تھی اور شادی کے وقت اسے اپنی ساری املاک سے دستبردار ہونا پڑتا تھا۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرون وسطیٰ سے انیسویں صدی

تک عورتوں کو جو درجہ دیا گیا تھا، اس سے کسی بہتری کی امید نہیں کی جاسکتی تھی۔"

اسلامی تعلیمات:......آپ گزشتہ تعلیمات کا مقابلہ اسلام کے اس نئے اور منفرد کردار سے کیجئے، جو اس نے عورتوں کے وقار و اعتبار کی بحالی، انسانی سماج میں اسے مناسب مقام دلانے، ظالم قوانین، غیر منصفانہ رسم و رواج اور مردوں کی خود پرستی اور تکبر سے اسے نجات دلانے کے سلسلے میں انجام دیا ہے، قرآن مجید پر ایک سرسری نظر بھی عورت کے بارے میں جاہلی نقطہ نظر اور قرآنی و اسلامی زاویہ نگاہ کے کھلے فرق کو سمجھنے کے لئے کافی ہے جس سے انفرادی سلوک اور اجتماعی قوانین متعلق ہوتے ہیں۔

وہ قرآنی آیات جو نصف نوع انسانی اور جنس لطیف کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، وہ عورت کے اندر اس لئے اعتماد پیدا کرتی ہیں کہ ان کے بموجب معاشرہ میں اور خدا کے نزدیک اس کا متعین مقام ہے اور وہ دین و علم، خدمت اسلام، خیر وتقویٰ میں تعاون اور صالح معاشرہ کی تعمیر میں پوری طرح حصہ لے سکتی ہے، قرآنی آیات قبول اعمال، نجات و سعادت اور آخرت کی کامیابی کے بیان میں ہمیشہ مردوں کے ساتھ عورتوں کا بھی ذکر کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

" اور جو کوئی نیکیوں پر عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ صاحب ایمان ہو تو ایسے (سب) لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا۔" (النساء:۱۲۴)

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

"سو ان کی دعا کو ان کے پروردگار نے قبول کرلیا اس لئے کہ میں تم میں کسی عمل کرنے والے کے (خواہ) مرد ہو یا عورت عمل کو ضائع نہیں ہونے دیتا، تم آپس میں ایک دوسرے کے جزو ہو۔" (آل عمران:۱۹۵)

اسی طرح وہ حیات طیبہ کے مواقع و وسائل عطا کرنے کے موقع پر بھی مردوں کے ساتھ عورتوں کو یاد رکھتا ہے، بلکہ اس کے لئے ضمانت دیتا ہے اور اس کا وعدہ کرتا ہے۔ "حیات طیبہ" ایک جامع اور دوررس معانی پر مشتمل کلمہ ہے جو مثالی اور کامیاب زندگی کا مفہوم اور عزت و اطمینان کے غیر محدود معانی رکھتا ہے۔

" نیک عمل جو کوئی بھی کرے گا مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اسے ضرور ایک پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ہم انہیں ان کے اچھے کاموں کے عوض میں ضرور اجر دیں گے۔" (النحل:۹۷)

صفات حسنہ، اعمال صالحہ اور دین کے اہم شعبوں کے ذکر کے وقت قرآن مجید صرف مردوں کے ساتھ عورتوں کا ذکر اور یہ اشارہ ہی نہیں کرتا کہ اعمال صالحہ اور صفات کریمہ میں ذکور و اناث کا کوئی فرق نہیں بلکہ اس کے برعکس وہ ایک ایک صفت کو الگ بیان کرتا ہے اور جب مردوں کی اس صفت کا ذکر کرتا ہے تو اسی صفت سے عورتوں کو بھی موصوف کرتا اور ان کا مستقل ذکر کرتا ہے اگرچہ اس کے لئے طویل پیرایہ بیان ہی کیوں نہ اختیار کرنا پڑے۔

اس کی حکمت یہ ہے کہ ان صفات میں قوت و صلاحیت رکھنے والے مردوں کو عورتوں پر قیاس کرنے پر وہ انسانی ذہن آمادہ نہیں ہوتے جنہوں نے غیر اسلامی مذاہب و فلسفہ اور قدیم معاشرت و آداب کے سایہ میں تربیت پائی ہے، ایسے ذہنوں نے ہمیشہ مردوں اور عورتوں میں تفریق کی ہے اور انہیں بہت سے فضائل میں مردوں کے ساتھ شرکت سے بھی مستثنیٰ کر رکھا ہے، چہ جائیکہ ان کی مزاحمت و سبقت کو گوارا کریں، آپ میرے ساتھ اس آیت کریمہ کی تلاوت کریں۔

ترجمہ: " بے شک اسلام والے اور اسلام والیاں اور ایمان والے اور ایمان والیاں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور صادق مرد اور صادق عورتیں اور صابر مرد اور صابر عورتیں اور خشوع والے اور خشوع والیاں اور

تصدق کرنے والے اور تصدق کرنے والیاں اور روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والیاں اور اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لئے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔" (الاحزاب:۳۵)

قرآن مجید صرف طاعات و عبادات ہی کے سلسلے میں ان کا ذکر نہیں کرتا بلکہ باصلاحیت مردوں، علماء اور اولوالعزم افراد، دینی و اخلاقی احتساب اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی راہ میں مشکلات برداشت کرنے والوں کے ساتھ بھی ان کا ذکر کرتا ہے اور مومنین و مومنات کو ایک متحدہ اور خیر وتقویٰ پر تعاون کرنے والی جماعت کی شکل میں دیکھنا چاہتا ہے۔

"اور ایمان والے اور ایمان والیاں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، نیک باتوں کا آپس میں حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے رہتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے رہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ ان پر ضرور رحمت کرے گا، بیشک اللہ بڑے اختیار والا ہے اور بڑی حکمت والا ہے۔" (التوبہ:۷۱)

وہ شرف انسانی کی اعلیٰ ترین منزل پر پہنچنے کا ذریعہ اور کامل معیار جنس و نسل اور رنگ و خون سے قطع نظر صرف تقویٰ کو قرار دیتا ہے۔

" اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور خاندان بنا دیا ہے کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو بیشک تم میں سے پرہیزگار تر، اللہ کے نزدیک معزز تر ہے، بے شک اللہ خوب جاننے والا ہے، پورا خبردار ہے۔

(الحجرات:۱۳)

یہ سب باتیں عورتوں میں ہمت، خودداری اور خود اعتمادی پیدا کرنے اور جدید نفسیات کی اصطلاح میں انہیں احساس کمتری سے دور رکھنے کے لئے بہت کافی ہیں۔

ان ہی تعلیمات کے نتیجے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے عصر حاضر تک مشاہیر خواتین، اسلام میں معلمات اور تربیت کرنے والی، جہاد اور تیمار داری کرنے والی ادیب و مصنف، حافظ قرآن، حدیث کی راوی، عابد و زاہد اور معاشرہ میں صاحب حیثیت و وجاہت خواتین کی ایک بڑی تعداد نظر آتی ہے جن سے علمی استفادہ کیا گیا اور جن سے تربیت حاصل کی گئی اور جو معیاری و مثالی شخصیت کی حامل تھیں۔

وہ حقوق جو اسلام نے مسلمان عورت کو دیئے ہیں، ان میں چند یہ ہیں، ملکیت و میراث کا حق، خرید و فروخت کا حق، نکاح اور شوہر سے علیحدگی (خلع) کا حق (اگر ضروری ہو) منگنی ختم کرنے کا حق، (اگر اس سے راضی نہ ہو) عیدین، جمعہ اور جماعت کی نمازوں میں شرکت کا حق، درس و تدریس اور دین کی تبلیغ اور ان کے علاوہ حقوق کی تفصیلات فقہی کتابوں میں موجود ہیں۔

مغربی فضلاء اور اہل انصاف کی شہادت و اعتراف:......متعدد انصاف پسند مغربی فضلاء اور معاشرتی و تمدنی تاریخ کے ماہرین نے ان قرآنی اور شرعی تعلیمات کی برتری کا اعتراف کیا ہے، جو عورتوں کے احترام اور ان کے حقوق پر مشتمل ہیں۔

ہم یہاں دو تین شہادتوں پر اکتفا کرتے ہیں، ان میں سے ایک شہادت ایک مغربی فاضلہ کی ہے، جو ہندوستان میں ایک تربیتی و اصلاحی تحریک کی قائد اور جنوبی ہند کے ایک ثقافتی ادارے (تھیاسوفیکل سوسائٹی) کی صدر رہی ہیں، انہوں نے ہندوستان کی تحریک آزادی میں بھی حصہ لیا تھا، کسی خاتون کی شہادت اس لئے بھی اہم اور قیمتی ہوتی ہے کہ وہ عورت کے معاملے میں حساس ہوتی اور اس کی طرف سے دفاع میں دلچسپی رکھتی ہے، مسز اینی بسنت (MRS. ANNIE BESANT) کہتی ہیں:

............(جاری ہے)............

مرحومہ ومغفورہ

مولانا عبدالقیوم حقانی کی سحرانگیز قلم سے ایک حیرت انگیز، روح پرور اور ایمان افروز داستانِ عبرت جسے پڑھ کر پتھردل نرم اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں، ایک ایسی داستان، جو سبق آموزی میں سب کے لئے یکساں ہے

ماں باپ کا مقام، حیثیت وعظمتِ شان
قرآن وحدیث کی روشنی میں

اور تمہارے رب کا قطعی حکم ہے کہ صرف اسی کی عبادت اور پرستش کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھے سے اچھا برتاؤ اور ان کی خدمت کرو۔ (بنی اسرائیل:۲۳)

پروردگار میرے ماں باپ پر رحمت فرما، جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں (شفقت کے ساتھ) پالا تھا۔ (بنی اسرائیل ۲۴)

اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے، جس کا تجھے علم نہ ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا، ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح گزر بسر کرنا۔ (سورۂ لقمان:۱۵)

نبوی تعلیمات:...... حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ "یا رسول اللہ! اولاد پر ماں باپ کا کتنا حق ہے؟" آپ نے ارشاد فرمایا کہ "وہ تمہارے جنت و دوزخ ہیں۔" (رواہ ابن ماجہ)

اللہ کی رضا، والد کی رضا میں ہے:...... حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ کی رضا مندی والد کی رضا مندی میں ہے، اور اللہ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔" (رواہ الترمذی)

والدہ کے اولاد پر حقوق:...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ مجھ پر خدمت اور حسن سلوک کے اعتبار سے سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری ماں، میں پھر کہتا ہوں، تمہاری ماں، میں پھر کہتا ہوں، تمہاری ماں کا، اس کے بعد تمہارے باپ کا حق ہے، اس کے بعد جو تمہارے قریب کے رشتہ دار ہیں، پھر جو ان کے بعد قریب کے رشتہ دار ہوں۔" (رواہ البخاری)

جس نے والدین کی خدمت نہیں کی وہ ذلیل ہو گیا:...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ آدمی ذلیل ہو، وہ خوار ہو، وہ رسوا ہو۔" عرض کیا گیا کہ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون؟" (یعنی کس کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے) آپ نے فرمایا: "وہ بدنصیب، جو ماں باپ کو یا دونوں میں سے کسی ایک ہی کو بڑھاپے کی

حالت میں پائے، پھر (ان کی خدمت اور ان کا دل خوش کر کے) جنت حاصل نہ کرے۔ (رواہ مسلم)

مولانا ظفر علی خان نے اشعار میں ترجمہ کیا ہے:

اک دن نبیؐ نے حلقۂ احباب میں یہ لفظ
دہرائے تین بار کہ "ناک اس کی کٹ گئی"
اصحابؓ نے کہا کہ وہ بدبخت کون ہے؟
توقیر جس کی حضرت باری میں گھٹ گئی
ارشاد یوں ہوا کہ وہ فرزندِ ناخلف
گھر جس کے جنت آئی اور آ کر پلٹ گئی
ماں باپ کا جسے نہ بڑھاپے میں ہو خیال
اس ناسعید بیٹے کی قسمت الٹ گئی

والدین کی خدمت بھی جہاد ہے:...... حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ "میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں۔" آپ نے پوچھا: "کیا تمہارے ماں باپ ہیں؟" اس نے کہا: "ہاں ہیں۔" آپ نے فرمایا: "تو پھر ان کی خدمت اور راحت رسانی میں جدوجہد کرو، یہی تمہارا جہاد ہے۔" (رواہ ابوداؤد)

جہاد کے لئے والدین کی اجازت:...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص یمن سے ہجرت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: "کیا یمن میں تمہارا کوئی ہے؟" اس نے عرض کیا: "ہاں، میرے والدین ہیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: "کیا انہوں نے تم کو اجازت دی ہے؟ اور تم ان کی اجازت سے یہاں آئے ہو؟" اس نے عرض کیا: "ایسا تو نہیں ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تو پھر ماں باپ کے پاس واپس جاؤ اور یہاں آنے کی اور جہاد اور دین کی محنت میں لگنے کی ان سے اجازت مانگو، پھر وہ اگر تمہیں اجازت دے دیں، تو آؤ اور جہاد میں لگ جاؤ اور اگر وہ اجازت نہ دیں تو ان کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہو۔" (رواہ ابوداؤد واحمد)

ماں کے قدموں میں جنت:...... معاویہ بن جاہمہ سے روایت ہے کہ میرے والد جاہمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ "میرا ارادہ جہاد میں جانے کا ہے اور میں اس بارے میں مشورہ لینے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: "کیا تمہاری ماں ہے؟" انہوں نے عرض کیا: "ہاں ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تو پھر انہی کے پاس اور انہی کی خدمت میں رہو، ان کے قدموں میں تمہاری جنت ہے۔" (رواہ احمد والنسائی)

والدین کے فرمانبرداروں کا بیان:...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میں سویا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں ہوں، وہیں میں نے کسی کے قرآن پڑھنے کی آواز سنی، تو میں نے دریافت کیا کہ "اللہ کا یہ کون بندہ ہے جو یہاں جنت میں قرآن پڑھ رہا ہے؟" تو مجھے بتایا گیا کہ "یہ حارثہ بن النعمان ہیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا یہ خواب بیان فرمانے کے بعد فرمایا کہ "حارثہ بن النعمان اپنی ماں کے بہت ہی خدمت گزار اور اطاعت اشعار تھے۔" یعنی اسی عمل نے ان کو اس مقام تک پہنچایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں ان کی قرأت سنی۔ (رواہ البغوی فی شرح السنۃ والبیہقی فی شعب الایمان)

ماں نہ ہو تو خالہ کے ساتھ حسن سلوک:...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ "حضرت! میں نے ایک بہت بڑا گناہ کیا ہے، تو کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے اور مجھے معافی مل سکتی ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "تمہاری ماں زندہ ہے؟" اس نے عرض کیا: "ماں تو نہیں ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: ”تو کیا تمہاری کوئی خالہ ہے؟“ اس نے عرض کیا: ”ہاں، خالہ موجود ہے۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تو اس کی خدمت اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے تمہاری توبہ قبول فرمائے گا اور تمہیں معاف فرمادے گا۔“ (رواہ الترمذی)

والدہ مشرکہ بھی ہو تب بھی صلہ رحمی ضروری ہے:......حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش مکہ کے (حدیبیہ والے) معاہدے کے زمانے میں، میری ماں جو اپنے مشرکانہ مذہب پر قائم تھی (سفر کرکے مدینہ میں) میرے پاس آئی، تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ”یارسول اللہ! میری ماں میرے پاس آئی ہے اور وہ کچھ خواہش مند ہے تو کیا میں اس کی خدمت کروں؟“ آپ نے فرمایا: ”ہاں، اس کی خدمت کرو اور اس کے ساتھ وہ سلوک کرو، جو بیٹی کو ماں کے ساتھ کرنا چاہئے۔“ (رواہ البخاری ومسلم)

انتقال کے بعد والدین کے حقوق:......ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک وقت جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، بنی سلمہ میں سے ایک شخص آئے اور انہوں نے دریافت کیا کہ ”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میرے ماں باپ کے مجھ پر کچھ ایسے بھی حق ہیں جو ان کے مرنے کے بعد مجھے ادا کرنا چاہئیں؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ان کے لئے خیر و رحمت کی دعا کرتے رہنا، ان کے واسطے اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور بخشش مانگنا، ان کا اگر کوئی عہد معاہدہ کسی سے ہوا ہو تو اس کو پورا کرنا، ان کے تعلق سے جو رشتے ہوں، ان کا لحاظ رکھنا اور ان کا حق ادا کرنا اور ان کے دوستوں کا اکرام و احترام کرنا۔“ (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ)

والدین کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جو کوئی یہ چاہے کہ قبر میں اپنے باپ کو آرام پہنچائے اور خدمت کرے تو باپ کے انتقال کے بعد اس کے بھائیوں کے ساتھ وہ اچھا برتاؤ رکھے، جو رکھنا چاہئے۔“ (رواہ ابن حبان)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”باپ کی خدمت اور حسن سلوک کی ایک اعلیٰ قسم یہ ہے کہ ان کے انتقال کے بعد ان کے دوستوں کے ساتھ (اکرام و احترام) کا تعلق رکھا جائے اور باپ کی دوستی و محبت کا حق ادا کیا جائے۔“ (رواہ مسلم)

زندگی میں والدین کی نافرمانی، اولاد بعد المرگ کیا کرے:......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی آدمی کے ماں باپ کا یا دونوں میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے اور اولاد زندگی میں ان کی نافرمان اور ان کی رضا مندی سے محروم ہوتی ہے، لیکن یہ اولاد ان کے انتقال کے بعد (سچے دل) سے ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے خیر و رحمت کی دعا اور مغفرت و بخشش کی استدعا کرتی رہتی ہے (اور اس طرح اپنے قصور کی تلافی کرنا چاہتی ہے) تو اللہ تعالیٰ اس نافرمان اولاد کو فرمانبردار قرار دے دیتا ہے، پھر وہ ماں باپ کی نافرمانی کے وبال اور عذاب سے بچ جاتی ہے۔“ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

والدین کی خدمت، عمر میں برکت:......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ ماں باپ کی خدمت و فرمانبرداری اور حسن سلوک کی وجہ سے آدمی کی عمر بڑھا دیتا ہے۔“ (راہ ابن منیع وابن عدی)

والدین سے حسن سلوک، اولاد کے حسن سلوک کا باعث بنے گی:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اپنے آباء (ماں باپ) کی خدمت و فرمانبرداری کرو، تمہاری اولاد تمہاری فرمانبرداری اور خدمت گزار ہوگی

اور تم پاکدامنی کے ساتھ رہو، تمہاری عورتیں پاکدامن رہیں گی۔“ (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبیرہ (یعنی بڑے بڑے) گناہوں کے بارے میں دریافت کیا گیا (کہ وہ کون کون سے گناہ ہیں) تو آپ نے فرمایا: ”خدا کے ساتھ شریک ٹھہرانا، ماں باپ کی نافرمانی و ایذارسانی، کسی بندے کو ناحق قتل کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔“

ماں باپ کو گالیاں نہ دو:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”اپنے ماں باپ کو گالی دینا بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔“ عرض کیا گیا کہ ”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا کوئی اپنے ماں باپ کو بھی گالی دے سکتا ہے؟“ فرمایا: ”ہاں، اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی کے ماں باپ کو گالی دے، پھر وہ جواب میں اس کے ماں باپ کو گالی دے، تو گویا اس نے خود ہی اپنے ماں باپ کو گالی دلوائی۔“ (رواہ بخاری ومسلم)

☆......☆......☆

اماں جی مرحومہ و مغفورہ

بالآخر رحمتوں کا سایہ، دعاؤں کا مرکز، روحانی اعتماد کی ڈھارس اور غموم کے ہجوم میں تسلی اور تسکین کا باعث بننے والی والدہ ماجدہ اماں جی رحمہ اللہ مرحومہ و مغفورہ بھی اس دار فانی سے رحلت فرما کر ہم گنہگاروں کو بے سہارا چھوڑ گئیں، زندگی ویران ہوگئی، کیا غم برپا ہوا اور کیسی کیسی رحمتوں کا سایہ اٹھ گیا اور کیسا درد و الم دے گیا کہ اس کی تلافی ہی ناممکن ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرض الوفات:......مرحومہ تین نومبر 1998ء کی صبح کو نماز تہجد کے لئے اٹھیں، وضو بنایا اور اپنے کمرے میں آکر مصلے پر نماز کے لئے کھڑی ہوئیں کہ سر چکرایا اور گر پڑیں تو پاؤں کی ہڈی ٹوٹ گئی، دور دور تک علاج کرایا، شدید درد، شدید علالت کے باوصف صبر و ثبات کا مظہر رہیں، زبان پر خدا کا ذکر رہا، ہمیں اور اپنی تمام اولاد کو صبر و تحمل کی تلقین کرتی رہیں، 5 نومبر کو میں نے حضرت مولانا عبداللہ شہید کی مرکزی جامع مسجد اسلام آباد میں نماز مغرب کے بعد ان کی شہادت کے بعد تعزیتی اجلاس میں شرکت کرنی تھی، دیر ہوگئی، والدہ سے اجازت لی تو بخوشی اجازت دے دی، فرمایا: ”بیٹے! اسلام آباد چلے جاؤ، پنجاب نہ جانا۔“ پھر فرمایا: ”خدا کامیابی عطا فرمائے اور بحفاظت واپس لوٹائے۔“ وہاں مجھ سے قبل جنرل (ر) حمید گل کو بیان کرنا تھا، جوان سے خاصا طویل ہوگیا، اس لئے میرے بیان میں تاخیر ہوتی گئی، ادھر ساڑھے دس بجے اماں جی مرحومہ مغفورہ کی تکلیف بڑھ گئی۔

نزع کے وقت آیت کریمہ کا ورد:......اہلیہ نے ان سے کلمہ پڑھنے کو کہا (جو اگرچہ اسے نہیں کہنا چاہئے تھا) مرحومہ نے باآواز بلند کلمہ توحید پڑھا اور پھر لا الـــہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین پڑھتے پڑھتے روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی، یہ جمعہ کی رات تھی، استاذی الکریم حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب کلاچوی نے اپنے تعزیتی مکتوب میں تحریر فرمایا: ”جمعہ کی رات کا انتقال اور جمعہ کے روز کی تدفین شہادت ہے۔“

وفات سے کوئی آٹھ دس منٹ قبل میری بڑی ہمشیرہ نے چارپائی پر ساتھ بیٹھ کر یٰسین شریف پڑھی، اماں جی مرحومہ و مغفورہ سنتی رہیں اور اتنی توجہ سے سنتی رہیں کہ شدت درد اور نزع کی تکلیف کے باوصف ان کی تلاوت میں بھی چار جگہ اصلاح فرمائی۔

رات کے ساڑھے دس بجے انتقال ہوا، اسی وقت غسل دے دیا گیا۔ مدرسۃ البنات کی قاریات و حافظات ساری رات ساتھ رہ کر تلاوت میں مشغول رہیں، نماز جمعہ کے بعد تین بجے جامعہ ابوہریرہ کے وسیع گراؤنڈ میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم استاذی و

استاذ العلماء حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی، نماز جنازہ میں جامعہ حقانیہ کے شیوخ اور اساتذہ کے علاوہ صوبہ بھر کے علماء، فضلاء، افغان زعماء، طالبان رہنما احباب اور عامۃ المسلمین نے شرکت کی، اسی وقت جامعہ کے لئے اپنا قبرستان بنانے کا فیصلہ بھی ہوا، رات کے دو بجے زمین بھی مل گئی، جامعہ ہی کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب مدظلہ صبح سویرے تشریف لائے، قبر کے لئے جگہ بھی مقرر فرمائی اور کدال لے کر اپنے مبارک ہاتھوں سے کھدائی کا آغاز فرمایا۔ شیخ التفسیر مولانا عبدالحلیم دیروی مدظلہ نے جنازہ کے اجتماع سے خطاب فرمایا۔ حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے آخری دعا فرمائی۔

امتحانات کا پل صراط:...... والدہ ویسے بھی ایک عظیم نعمت ہے اور جو والدہ ایسی ہو، جس کی فطرت اور خمیر میں دین رچا بسا ہو، جس کی حرکت وسکون، جس کا اوڑھنا بچھونا، جس کی فکر و تخیل کا ہر زاویہ، جس کے دل کی ہر دھڑکن اور زندگی کا انگ انگ ایسے گزرے کہ اس پر اللہ کے قرآن اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی مہر لگی ہوئی ہو، جس کی ساری زندگی قرآن کے درس و تدریس میں گزری ہو، جس نے فقر و غربت اور افلاس و ناداری کے دن بھی دیکھے ہوں، اہل قرابت کی سرد مہریاں اور لاچاری کے مرحلوں سے بھی گزری ہو، پرانے قبائلی طرز کے خانگی قتل مقاتلوں، غصہ و انتقام کی آگ کا نشانہ بھی بنی ہو، تین یتیم بچیوں اور ایک یتیم بیٹے کی تعلیم و تربیت، حفاظت اور بظاہر اسباب حیات کا بوجھ بھی اس کے کندھوں پر ہو، قرب و جوار اور بعض حالات میں آس پاس کے پڑوس میں کوئی پوچھنے والا تک نہ ہو، امراض و عوارض اس کے علاوہ ہوں، نہ کوئی بھائی ہو جو غمگسار بن سکے، نہ کوئی سرپرست اور رشتہ دار ہو، جس کے میٹھے بول سے زخموں کی مرہم پٹی ہو سکے، جاہل معاشرہ اور مادہ پرست غلیظ ماحول ہر وقت نوچ کھانے کے لئے تیار ہو۔

یتیم بیٹے کی تعلیم کا اہتمام:...... ایسے ناسازگار ماحول اور ناموافق حالات میں زندہ بچ کے رہنا بھی ایک کرامت ہے، مگر اماں جی مرحومہ و مغفورہ نہ صرف یہ کہ زندہ رہیں، بلکہ بہادروں کی طرح اپنے حقوق کی جنگ بھی لڑتی رہیں، اپنی بچیوں کی تعلیم و تربیت، پردہ و عفت اور ان کے نکاح و ازدواج کی ذمہ داریاں بھی ایسے احسن طریقے سے انجام دیں کہ بڑے بڑوں کو ان کے فیصلہ و عمل پر رشک آتا ہے اور اپنے یتیم اکلوتے بیٹے کی تعلیم و تربیت کے لئے جن مراحل سے گزریں، جن حالات سے واسطہ پڑا، فقر و غربت اور افلاس و ناداری کے باوجود جس ہمت، جرأت، استقامت اور بہادری کے ساتھ خدا کی ذات پر توکل کر کے اپنے بیٹے (ان حالات میں والدہ کی اور بہنوں کی معاشی ضروریات کے لئے تجارت، دکانداری، میٹرک کرنے کے بعد نوکری، زمینداری یا کوئی بھی کام کر کے گھریلو ذمہ داریوں کو نبھانا بظاہر ان کا اولین فرض تھا) کو میٹرک پاس کرانے کے بعد دینی تعلیم کے حوالے کر دیا اور خود آٹھ سال تک فقر و فاقہ، صبر و استقامت اور توکل علی اللہ کے مرحلوں سے گزر گزر کر اپنے بیٹے کو علوم نبوت سے آراستہ دیکھنے کی تمناؤں میں شدت سے بے چین رہتی تھیں۔

مجھ ناکارہ کے زمانہ تعلیم میں ایسے مرحلے بھی آئے کہ بعض اوقات ہم نے اپنے گھر میں ایک ایک مہینے تک گندم کی روٹی نہیں دیکھی، والدہ جوار کے ڈھوڈے پکا پکا کر اور محبت کی لوریاں دے دے کر اور چنے بھون بھون کر صبر و تحمل کا درس دیتیں، اکابر اور سلف صالحین کے واقعات سناتیں، حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ تو بڑے مزے لے لے کر سناتیں۔ اس طرح مشغول رکھ کر ہمارا گزارا اوقات ہو جایا کرتا تھا۔

......(جاری ہے)......

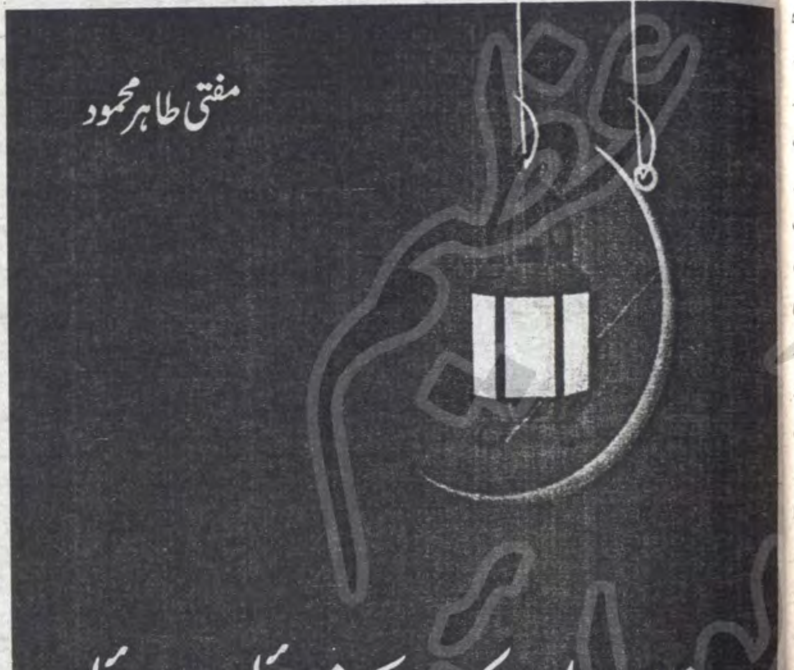

مفتی طاہر محمود

رمضان المبارک کے فضائل ومسائل

روزے، تراویح، اعتکاف، شب قدر، صدقۃ الفطر اور عید کے ضروری احکام

رمضان المبارک کی فضیلت

☆...... رمضان المبارک کے مہینے کو اللہ تعالیٰ نے سال بھر کے تمام مہینوں میں سب سے افضل اور بابرکت بنایا ہے کہ اسی مہینے میں قرآن کریم کا نزول ہوا۔

☆...... اس مہینے میں جنت کے تمام دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے تمام دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور سرکش شیاطین و جنات کو قید کر دیا جاتا ہے۔

☆...... یہ غم خواری کا مہینہ ہے (لہٰذا اس مہینے میں خاص طور پر محتاجوں کی خبر گیری کرنا چاہئے) اس مہینے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف فرمائی ہے، جس سے اس کی فضیلت ظاہر ہے۔

☆...... اس مہینے میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس کے علاوہ رمضان کے بہت سے فضائل ہیں، جو اختصار کے پیش نظر چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔

☆...... ماہ مبارک کی ان فضیلتوں کو دیکھتے ہوئے اس مہینے میں عبادتوں کا خاص اہتمام کرنا چاہئے اور گناہوں سے بچنے کا بہت خیال رکھنا چاہئے۔

روزہ کس پر فرض ہے؟

☆...... ہر مسلمان عاقل، بالغ، تندرست، مرد اور عورت پر رمضان شریف کے روزے رکھنا فرض ہے۔

☆......جو اس کی فرضیت کا انکار کرے، وہ کافر ہوجائے گا۔

☆......جو اس فرض کو ادا نہ کرے، وہ سخت گناہگار اور فاسق ہوگا۔

☆......جب نابالغ بچے روزے رکھنے کے قابل ہوجائیں تو ان کو روزوں کا عادی بنانے کے لئے ان سے ان کی ہمت اور برداشت کے مطابق روزے رکھوانے چاہئیں اور دس سال کی عمر میں اس کے لئے ان پر تھوڑی بہت سختی کرنا چاہئے۔

روزے کی نیت

☆......دل کے ارادے کو نیت کہتے ہیں، چاہے زبان سے کچھ کہا جائے یا نہ کہا جائے، روزے کے لئے نیت شرط ہے، چنانچہ اگر کوئی بلانیت سارا دن کچھ نہ کھائے اور نہ پیئے، تو روزہ نہیں ہوگا۔

☆......نیت عربی زبان میں ضروری نہیں، اپنی زبان میں بھی کر سکتے ہیں، عربی میں نیت کے الفاظ یہ ہیں:

بصوم غد نویت من شهر رمضان

(میں رمضان کے کل کے روزے کی نیت کرتا ہوں)

☆......رمضان شریف کے روزے کی نیت رات سے کرلینا بہتر ہے اور رات کو نہ ہو تو دن کو زوال سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے تک کرسکتا ہے، بشرطیکہ کچھ کھایا پیا نہ ہو۔

سحری

☆......روزہ دار کو رات کے آخری حصہ میں صبح صادق سے پہلے پہلے سحری کھانا مسنون اور باعث برکت وثواب ہے۔

☆......آدھی رات کے بعد جس وقت بھی سحری کھائی جائے، سحری کی سنت ادا ہوجائے گی، تاہم جس قدر ممکن ہو، سحری میں تاخیر کرنا یعنی دیر سے کھانا مستحب ہے، لیکن اتنی دیر نہ کرے کہ صبح ہونے لگے اور روزہ میں شک ہوجائے، کیونکہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

☆......اگر موذن نے غلطی سے اذان صبح صادق سے پہلے دے دی، تو سحری کھانے کی ممانعت نہیں، بلکہ صبح صادق تک کھا سکتے ہیں۔

جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا و کفارہ لازم ہوتے ہیں

☆......روزہ رکھ کر قصداً کھا، پی لینا۔

☆......بیوی سے قصداً ہم بستری کرلینا۔

☆......قصداً حقہ، بیڑی، سگریٹ پی لینا۔

☆......مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے بیوی سے ہم بستری کرلینا۔

روزہ توڑنے کا کفارہ

☆......رمضان المبارک کا روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ دو مہینے (چاند کے حساب سے) برابر لگاتار روزے رکھے، یہ دو ماہ ایسے نہ ہوں کہ جن کے درمیان رمضان وعیدین اور ایام تشریق آئیں، اگر روزے رکھنے کی طاقت نہیں تو ساٹھ مسکینوں کو صبح و شام پیٹ بھر کر کھانا کھلادے، اگر کھانا پکا کر کھلانا مشکل ہو تو ہر مسکین کو دو کلو (۶۶۲ گرام) خالص گندم یا اتنا ہی آٹا دے دے یا اس کی قیمت دے دے تو وہ بھی جائز ہے۔

جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، صرف قضا واجب ہوتی ہے

☆......ناک اور کان میں سیال دوا یا تیل ڈالنا، خشک دوا اگر دماغ تک پہنچ جائے تو روزہ فاسد ہوجائے گا، ورنہ نہیں۔

☆......جان بوجھ کر منہ بھر کے قے کرنا۔

☆......کلی کرتے وقت یا ناک میں پانی ڈالتے وقت اگر بلاارادہ حلق میں پانی چلا گیا اور روزہ بھی یاد تھا، تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اگر روزہ یاد نہیں تھا، تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

☆......عورت کو چھونے، چھیڑنے یا مشت زنی سے انزال ہوجائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

☆......لوبان، اگربتی اور عود وغیر کا دھواں قصداً ناک و حلق میں پہنچانا۔

☆......رات سمجھ کر صبح صادق کے بعد سحری کھالی۔

☆......قبل از غروب غلطی سے یہ سمجھ کر کہ سورج غروب ہوگیا ہے، روزہ افطار کرلینا۔

☆......بھول کر کھاپی لیا اور یہ سمجھ کر کہ اب تو روزہ ٹوٹ گیا ہے، پھر قصداً کھاپی لیا۔

جن چیزوں سے روزہ مکروہ ہوجاتا ہے

☆......نزلہ میں وکس (Vicks) اور دوسری ایسی دوا سونگھنا، جس کی تیزی دماغ تک پہنچتی ہو۔

☆......بلاضرورت کوئی چیز چبا کر یا نمک وغیرہ چکھ کر تھوک دینا۔

☆......تمام دن حالت جنابت میں رہنا کہ اس طرح نمازیں بھی قضا ہوں گی۔

☆......ٹوتھ پیسٹ، منجن یا کوئلہ سے دانت صاف کرنا، بشرطیکہ یہ چیزیں حلق میں بالکل نہ جائیں۔

☆......منہ میں اپنا تھوک جمع کر کے قصداً نگل لینا۔

☆......ایسا کوئی کام یا محنت کرنا کہ جس سے اس قدر کمزوری کا اندیشہ ہو کہ روزہ کی طاقت نہ رہے۔

جن چیزوں سے روزہ نہ ٹوٹتا ہے، نہ مکروہ ہوتا ہے

☆......مسواک کرنا۔

☆......آنکھ میں دوا یا سرمہ لگانا، اگرچہ اس کا اثر حلق میں محسوس ہو۔

☆......سر یا مونچھوں میں تیل گانا۔

☆......گرمی یا پیاس کی وجہ سے غسل کرنا یا کپڑا گیلا کر کے لپیٹنا۔

☆......کسی قسم کا ٹیکہ یا انجکشن لگوانا، البتہ طاقت کا انجکشن لگوانا مناسب نہیں۔

☆......دل کے مریض کے لئے زبان کے نیچے دوا رکھنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا بشرطیکہ دوا کا مزہ حلق میں محسوس نہ ہو، لیکن اگر دوا حلق میں چلی گئی تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس کی صرف قضا لازم ہوگی، اس لئے ایسے مریضوں کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ روزہ میں زبان کے نیچے گولی رکھنے کے بجائے ٹیپ وغیرہ استعمال کریں۔

☆......حلق میں بلا اختیار دھواں، گرد و غبار یا مکھی چلے جانا۔

☆......کان میں پانی ڈالنا یا بلاارادہ خود بخود چلے جانا۔

☆......خود بخود قے آنا۔

☆......سونے میں احتلام ہوجانا۔

☆......دانتوں سے خون نکلے اور حلق میں نہ جائے۔

جن صورتوں میں افطار کی اجازت ہے

☆......روزہ رکھنے کے بعد اگر ایسی شدید بھوک یا پیاس لگی کہ اس کی وجہ سے ہلاکت کا یا عقل جانے کا خطرہ ہو تو روزہ توڑ دینا جائز بلکہ واجب ہے۔

☆......روزہ رکھنے کے بعد اگر کوئی شخص ایسا بیمار ہوا کہ روزہ نہ توڑنے کی صورت میں جان کا خطرہ ہو یا بیماری بہت بڑھ جانے کا یا اس کے طول پکڑ لینے کا غالب گمان ہو تو دوا پی لینا اور روزہ توڑنا جائز ہے۔

☆......حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو اگر روزہ سے اپنی یا بچے کی جان کا خطرہ ہو تو روزہ توڑنا درست ہے۔

☆......اگر کسی روزہ دار کو قتل کی یا کوئی عضو کاٹنے کی یا سخت مارنے کی دھمکی دے کر روزہ توڑنے پر مجبور کیا جائے تو روزہ توڑ دینا جائز ہے، بعد میں قضا کرلے۔

☆......ان تمام صورتوں میں صرف قضا واجب ہوتی ہے، کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

وہ عذر جن کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہوتی ہے

☆......بیماری کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو یا مرض کے بڑھنے کا خطرہ ہو تو روزہ نہ رکھنا جائز ہے، بعد رمضان اس کی قضا کرے۔

☆......جو عورت حمل سے ہو اور روزہ رکھنے سے بچے کو یا اپنی جان کو خطرہ ہو، تو روزہ ہرگز نہ رکھے، بعد میں قضا کرے۔

☆......مسافر شرعی جو اپنے شہر کی آخری حدود سے کم از کم اڑتالیس میل (۷۷ کلومیٹر) کے سفر کی نیت سے گھر سے نکلا ہو، اس کے لئے اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے، لیکن اگر سفر میں تکلیف اور مشقت نہ ہو، تو روزہ رکھ لینا افضل ہے۔

☆......اگر سفر میں روزہ رکھنے سے خود روزے دار کو یا اس کے ساتھیوں کو تکلیف ہو تو روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔

روزے کی قضا

☆......اگر کسی عذر کی وجہ سے روزہ قضا ہو گیا تو عذر ختم ہونے کے بعد جلد از جلد ادا کر لینا چاہئے، کیونکہ زندگی اور طاقت کا کوئی بھروسہ نہیں۔

☆......روزوں کی قضا کرنے میں اختیار ہے، لگاتار رکھے یا الگ الگ رکھے۔

☆......اگر مسافر سفر سے لوٹنے کے بعد یا مریض تندرست ہونے کے بعد اتنا وقت نہ پائے کہ جس میں قضا شدہ روزہ ادا کر سکے اور انتقال کر جائے تو اس کے ذمہ ان روزوں کی قضا لازم نہیں اور نہ ہی ان کے فدیہ کی وصیت لازم ہے۔

☆......نابالغ بچہ اگر روزہ توڑ دے، تو اس کے ذمہ اس کی قضا نہیں۔

روزے کا فدیہ:......اگر کوئی ایسا بوڑھا ہو گیا ہو کہ گرمی، سردی اور کسی بھی موسم میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ رہے یا ایسی مہلک بیماری میں مبتلا ہو کہ اب نہ تندرست ہونے کی امید ہے اور نہ ہی روزہ کی طاقت تو ان کے لئے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، لیکن اس کے بدلہ فدیہ دینا واجب ہے۔

فدیہ دینے کے بعد اگر طاقت آ گئی یا تندرست ہو گیا تو روزے کی قضا واجب ہے اور جو فدیہ دیا اس کا ثواب الگ سے ملے گا۔

ہر روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو صبح شام پیٹ بھر کر کھانا کھلانے یا صدقہ فطر کی مقدار (تقریباً پونے دو کلو گندم احتیاطاً پورے دو کلو یا اس کی قیمت) کو فدیہ کہتے ہیں۔

اگر کوئی اتنا غریب ہے کہ فدیہ بھی نہیں دے سکتا وہ استغفار کرتا رہے اور دل میں نیت رکھے کہ جب بھی وسعت ہو گی تو فدیہ ادا کروں گا۔

افطاری

☆......غروب آفتاب کا یقین ہو جانے کے بعد افطار میں دیر کرنا مکروہ ہے۔

☆......اگر بادل، آندھی یا گرد و غبار کی وجہ سے شک ہو تو کچھ انتظار کر لینا بہتر ہے۔

☆......کھجور اور خرما سے افطار کرنا افضل ہے، اگر نہ ملے تو پھر پانی سے افطار کرنا چاہئے۔

☆......کسی دوسری چیز سے افطار کر لیں تو بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

افطار کی دعا

افطار کے وقت یہ دعا پڑھنا مسنون ہے۔

اللھم لک صمت وعلیٰ رزقک افطرت

ترجمہ: اے اللہ! میں نے آپ ہی کے لئے روزہ رکھا اور آپ ہی کے دیئے ہوئے رزق پر افطار کیا۔

افطار کے بعد کی دعا

ذھب الظما وابتلت العروق وثبت الاجران شاء اللہ تعالیٰ

ترجمہ: پیاس ختم ہو گئی، رگیں تر ہو گئیں اور روزے کا ثواب ان شاء اللہ مل گیا۔

تراویح

☆......رمضان شریف کے پورے مہینے میں عشاء کے فرض اور سنتوں کے بعد بیس رکعات تراویح پڑھنا مرد و عورت کے لئے سنت مؤکدہ ہے۔

☆......مردوں کے لئے تراویح کی جماعت سنت علی الکفایہ ہے، محلہ کی مسجد میں اگر جماعت ہوتی ہو اور کوئی شخص علیحدہ اپنے گھر میں تراویح پڑھ لے تو سنت ادا ہو گی، مگر مسجد اور جماعت کے ثواب سے محروم رہا اور اگر

پورے محلے میں تراویح کی جماعت نہ ہوتی ہو تو پورا محلہ سنت چھوڑنے کا گناہگار ہو گا۔

☆......تراویح میں پورا قرآن کریم پڑھ کر یا سن کر ختم کرنا بھی سنت ہے، تاہم نمازیوں کے شوق کے مطابق دو یا تین ختم بھی کر سکتے ہیں۔

☆......اگر کسی جگہ تراویح میں قرآن کریم سنانے کے لئے کوئی حافظ قرآن نہ ہو، یا ہو مگر سنانے پر معاوضہ یا اجرت طلب کرے تو چھوٹی سورتوں سے نماز تراویح ادا کی جائے، اجرت دے کر قرآن کریم نہ سنا جائے، کیونکہ قرآن کریم سنانے پر اجرت لینا اور دینا حرام ہے۔

☆......اگر ایک حافظ ایک مسجد میں بیس رکعات پڑھ چکا ہے تو اس کو دوسری مسجد میں اسی رات تراویح پڑھانا درست نہیں۔

☆......اگر کسی کے عشاء کے فرض رہ گئے ہوں تو وہ تنہا عشاء کے فرض پڑھ کر امام کے ساتھ تراویح میں شامل ہو جائے۔

☆......تراویح کی اگر دو چار رکعات رہ جائیں تو وہ امام کے ساتھ وتر با جماعت ادا کرنے کے بعد پوری کی جائیں۔

☆......قرآن کریم کو اتنا جلد پڑھنا کہ حروف کٹ جائیں، بڑا سخت گناہ ہے، اس صورت میں نہ امام کو ثواب ملے گا، نہ مقتدی کو۔

☆......بالغ آدمی کے فرض یا تراویح نابالغ کے پیچھے جائز نہیں۔

☆......تراویح کی قضا نہیں، البتہ اگر قصداً چھوڑی ہو تو اس کا گناہ ہو گا۔

اعتکاف

☆......ایسی مسجد میں جہاں پانچوں وقت کی نماز باجماعت ہوتی ہو، اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں رہنے کو اعتکاف کہتے ہیں، اعتکاف میں ایسی ضروری حاجتوں کے سوا جو مسجد میں پوری نہ ہو سکیں (جیسے پاخانہ، پیشاب، وضو اور واجب غسل) مسجد سے باہر جانے کی اجازت نہیں۔

اعتکاف کی فضیلت

☆......اعتکاف کرنے والے کا ہر لمحہ عبادت اور نیکی میں لکھا جاتا ہے اور اس کو ہر وقت وہی ثواب ملتا ہے جو نماز میں ملتا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ نماز کے انتظار میں نماز کا ہی ثواب ملتا ہے، تو معتکف گویا نماز کے انتظار میں مسجد میں ہے، اس لئے اس کا ہر لمحہ عبادت ہے۔

☆......نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے، وفات تک آپکا یہی معمول رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی ازواج مطہرات نے اپنے گھروں پر اعتکاف فرمایا۔

اعتکاف کے مسائل

☆......رمضان شریف کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، یعنی اگر بڑے شہروں کے محلّہ میں اور چھوٹے دیہات کی پوری بستی میں کوئی بھی اعتکاف نہ کرے تو سب کو سنت چھوڑنے کا گناہ ہو گا اور اگر شہر کے محلہ یا دیہات میں سے کوئی ایک بھی اعتکاف کرے تو سب کی طرف سے سنت ادا ہو جاتی ہے اور ثواب اعتکاف کرنے والے کو ملتا ہے۔

☆......بالکل خاموش رہنا اعتکاف میں ضروری نہیں، بلکہ مکروہ ہے، اچھی یا جائز باتیں کرنا چاہئیں، لڑائی جھگڑوں اور فضول باتوں سے بچنا چاہئے۔

☆......اگر شرعی یا طبعی ضرورت پوری ہونے کے بعد تھوڑی دیر کو بھی مسجد سے باہر چلا جائے گا تو اعتکاف جاتا رہے گا، خود جان بوجھ کر نکلے یا بھول کر، ایسی صورت میں اعتکاف کی قضا کرنا چاہئے۔

☆......اگر آخری عشرہ کا اعتکاف کرنا ہے تو ۲۰ رمضان کو غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں چلا جائے اور جب عید کا چاند نظر آئے تو اعتکاف سے باہر آئے۔

☆......جمعہ کے غسل یا صرف ٹھنڈک کے لئے

غسل کے واسطہ معتکف کو مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں۔

☆......اعتکاف میں کوئی خاص عبادت شرط نہیں، نماز تلاوت اور دین کی کتابوں کا پڑھنا پڑھانا جائز امور میں مشغول رہنا، سب درست ہے۔

☆......اگر اعتکاف ٹوٹ جائے تو جس دن کا ٹوٹا ہے اسی دن کے اعتکاف قضا کرنا چاہئے، بقیہ دنوں کی قضا لازم نہیں۔

شب قدر

☆......شب قدر ایسی عظیم اور بابرکت رات ہے کہ جس میں عبادت کرنے کا ثواب ایک ہزار مہینہ کی عبادت سے بھی زیادہ ہے لیکن بہت سی مصلحتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس رات کو پوشیدہ رکھا ہے تاکہ مسلمان اسکی تلاش میں خوب کوشش کریں اور بے حساب اجر و ثواب حاصل کریں۔

☆......رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں (یعنی ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ کی راتوں) میں شب قدر ہونے کا زیادہ احتمال ہے اور ۲۷ ویں شب میں امکان سب سے زیادہ ہے، ان راتوں میں بہت محنت سے عبادت، توبہ و استغفار اور دعا میں مشغول رہنا چاہئے، اگر تمام رات جاگنے اور عبادت کرنے کی طاقت اور فرصت نہ ہو تو جس قدر ممکن ہو سکے، جاگے اور عبادت میں مشغول رہے اور اگر کچھ نہ ہو سکے تو کم از کم عشاء اور فجر کی نماز جماعت سے ادا کرنے کا اہتمام ضرور کرلے۔

☆......شب قدر کی فضیلت حاصل کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آخری عشرہ میں اعتکاف کرلیا جائے کیونکہ معتکف کا پورا وقت عبادت ہی شمار ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو شب قدر میں یہ دعا پڑھنے کی تعلیم فرمائی:

اللھم انک عفو کریم تحب العفو فاعف عنی

یعنی: اے اللہ تعالیٰ آپ بہت معاف فرمانے والے ہیں اور معافی کو پسند فرماتے ہیں، پس میرے گناہ معاف فرمادیں۔

صدقۃ الفطر

☆......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کو بے ہودہ باتوں اور لغو کلام سے (جن کی وجہ سے روزے میں خلل واقع ہوتا ہے) پاک کرنے کے لئے اور مسکینوں کو کھلانے کے لئے صدقہ فطر لازم قرار دیا، پس جو شخص صدقہ فطر عید کی نماز سے پہلے ادا کرے گا، اس کا صدقہ ''مقبول صدقہ'' ہوگا اور جو عید کی نماز کے بعد ادا کرے گا تو اس کا صدقہ عام صدقوں میں سے ایک صدقہ ہوگا۔ یعنی نماز سے پہلے ادا نہ کرنے کی وجہ سے اس کے ثواب میں کمی آجائے گی، چنانچہ صدقہ فطر کی خاص فضیلت اس سے حاصل نہیں ہوگی اور ثواب کے اعتبار سے یہ عام صدقوں کی مانند ہو جائے گا۔

صدقۃ الفطر کے مسائل

☆......اگر کوئی اتنا مالدار ہو کہ اس پر زکوٰۃ فرض ہو یا زکوٰۃ تو فرض نہ ہو لیکن عیدالفطر کے دن صبح صادق کے وقت اس کے پاس سونا، چاندی، روپیہ، مال تجارت اور گھر میں روزمرہ کی استعمال کی چیزوں سے زائد سامان ملا کر ساڑھے باون تولہ (یعنی ۶۱۲،۳۵ گرام) چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے تو اس پر صدقہ فطر واجب ہے، چاہے ان پر اشیاء پر پورا سال گزرا ہو یا نہ گزرا ہو، ٹی وی وغیرہ جیسی خرافات انسانی ضرورت میں داخل نہیں، لہٰذا ان کی قیمت بھی حساب میں لگائی جائے گی۔

☆......اگر کسی کے پاس مال اور ضرورت سے زائد سامان ہے، مگر وہ مقروض بھی ہے، تو قرض منہا کرنے کے بعد اگر ساڑھے باون تولہ چاندی کی بازاری قیمت کے برابر یا زائد بچتا ہو تو صدقہ فطر واجب ہے، ورنہ نہیں۔

☆......چونکہ عیدالفطر کے دن صبح صادق کے وقت صدقہ فطر واجب ہوتا ہے، اس لئے صبح صادق سے پہلے جو مر جائے یا صبح صادق کے بعد جو بچہ پیدا ہو، اس پر

صدقہ فطر واجب نہیں۔

☆......مرد پر اپنی اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

☆......بیوی اور بالغ اولاد کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا مرد پر واجب نہیں تاہم اگر ان کی طرف سے اجازت سے ادا کردے تو ادا ہو جائے گا اور اگر اجازت کے بغیر ادا کردیا تو بھی کوئی حرج نہیں۔

☆......اپنے اہل وعیال کے علاوہ کسی اور کی طرف سے اس کی اجازت کے بغیر صدقہ فطر دینے سے ادا نہیں ہوگا۔

☆......جس نے کسی وجہ سے روزے نہیں رکھے، اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے۔

☆......اگر رمضان شروع ہونے کے بعد عید سے پہلے ہی صدقہ فطر دے دیا تو بھی ادا ہو جائے گا اور رمضان سے پہلے ادا کرنے کی بھی گنجائش ہے۔

☆......اگر کسی نے عید کی نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا نہیں کیا تو معاف نہیں ہوا، بلکہ بعد میں بھی ادا کرنا اس کے ذمہ لازم ہے، لیکن اس طرح ادائیگی میں تاخیر کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

☆......صدقہ فطر میں گندم وغیرہ دینے کے بجائے اس کی قیمت دینا افضل ہے۔

☆......اگر کسی کے پاس رہائش کی ضرورت سے زائد مکان یا دکان وغیرہ ہے تو یہ ضرورت سے زائد ہے، اگر اس کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کی بازاری قیمت کے برابر ہو تو اس پر صدقہ فطر واجب ہے، البتہ اگر ان کے کرایہ پر اس کا گزارہ ہو تو یہ بھی ضروری سامان میں داخل ہو جائیں گے اور اس پر صدقہ فطر واجب نہ ہوگا۔

صدقہ فطر کی مقدار

☆......صدقہ فطر میں اگر گندم یا اس کا آٹا دینا چاہیں تو ایک شخص کی طرف سے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، ایک کلو چھ سو باسٹھ گرام (۱٫۶۶۲) خالص گندم یا خالص گندم کا آٹا فطرہ میں دینا واجب ہے، احتیاطاً پورے دو کلو یا کچھ زیادہ دے دیا جائے تو بہتر ہے، خالص گندم یا آٹے کے بجائے اس کی قیمت بھی دی جاسکتی ہے۔

عید کے احکام و چاندرات کی فضیلت

☆......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص عیدین یعنی عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی راتوں (یعنی چاندرات) میں اللہ تعالیٰ سے ثواب حاصل کرنے کی امید سے عبادت کے لئے بیدار رہا تو اس کا دل اس دن مردہ نہ ہوگا جس دن سب دل مردہ ہوں گے (یعنی عیدین کی راتوں میں عبادت کرنے والوں کا دل قیامت کی ہولناکی اور دہشت سے متاثر نہیں ہوگا، اس موقع پر اللہ تعالیٰ ایسے دلوں کو سکون واطمینان نصیب فرمائیں گے۔)

عید کے مسنون اعمال

☆......صبح کو بہت جلد اٹھنا۔

☆......مسواک کرنا۔

☆......غسل کرنا۔

☆......شریعت کے موافق اعتدال میں رہتے ہوئے اپنی آرائش اور خوشی و مسرت کا اظہار کرنا۔

☆......حسب توفیق اپنی عادت سے بڑھ کر ہدیہ و خیرات کرنا۔

☆......اپنے کپڑوں میں سے سب سے عمدہ کپڑا پہننا، نیا کپڑا پہننا ضروری نہیں۔

☆......خوشبو لگانا۔

☆......عیدالفطر میں عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا (اگر کھجور مل جائے تو طاق عدد کھجور کھانا مسنون ہے)

☆......عیدگاہ میں بہت جلد جانا۔

☆......عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا، بلا عذر شہر کی مسجد میں نہ پڑھنا۔

☆......اگر صدقۃ الفطر واجب ہے تو عیدگاہ جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا۔

☆.....عیدالفطر میں عیدگاہ جاتے ہوئے راستے میں" الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله والله اکبر ولله الحمد" آہستہ کہتے ہوئے جانا۔

☆......سواری کے بغیر پیدل عیدگاہ جانا، البتہ اگر کوئی عذر ہوتو سواری کے ذریعے بھی جاسکتے ہیں اور واپسی میں سواری کی ذریعے آنے میں کوئی حرج نہیں۔

نوٹ:......شہر اور جہاں عید کی نماز پڑھی جاتی ہے وہاں عید کی نماز سے پہلے گھر میں یا عیدگاہ میں کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے اور عید کی نماز کے بعد عیدگاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے، گھر واپس آکر پڑھ سکتے ہیں۔

ترکیب نماز عید

☆......پہلے نیت کریں کہ دو رکعت عید کی واجب نماز چھ زائد تکبیروں کے ساتھ اس امام کے پیچھے پڑھتا ہوں، پھر امام کے ساتھ "اللــه اکبر" کہہ کر ہاتھ باندھ لیں اور "سبـحـانک اللھم الــخ" پڑھنے کے بعد دوسری اور تیسری تکبیر میں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دیں اور چوتھی تکبیر میں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر باندھ لیں اور جمعہ یا فجر کی نماز کی طرح رکعت پوری کریں۔

☆......دوسری رکعت میں سورت کے بعد جب امام تکبیر کہے تو آپ بھی تکبیر کہہ کر پہلی، دوسری اور تیسری دفعہ میں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دیں اور چوتھی تکبیر کہہ کر ہاتھ اٹھائے بغیر رکوع میں چلے جائیں اور باقی نماز حسب دستور پوری کرلیں، پھر خطبہ سن کر واپس آجائیں۔

☆......دعا کا اصل حکم یہ ہے کہ نماز کے بعد کی جائے اور اگر خطبہ کے بعد کی جائے تو یہ بھی درست ہے۔(امداد الاحکام، بہشتی گوہر)

☆......عید کی نماز صرف مردوں پر واجب ہے، عورتوں پر نہیں، لہٰذا عورتیں کی نماز نہیں پڑھیں گی۔

☆......☆......☆

آپ کے اشعار

مقام شکر ہے صوفی، خدا کے ہاتھ ہے روی
اگر یہ حق بھی انساں کو دیا ہوتا تو کیا ہوتا

☆......☆......☆

کہا آدم نے میں خلد بریں سے ہو کے آیا ہوں
وہاں تو باکے ہر پتے پہ نام مصطفیٰ پایا

☆......☆......☆

لباس پارسائی میں شرافت آ نہیں سکتی
شرافت نفس میں ہوگی تو انساں پارسا ہوگا

☆......☆......☆

جو یقین کی راہ پہ نکل گئے انہیں منزلوں نے پناہ بھی دی
جنہیں وسوسوں نے ڈرادیا وہ قدم قدم پہ بہک گئے

☆......☆......☆

گندم امیر شہر کی ہوتی رہی خراب
بیٹی کسی مزدور کی فاقوں سے مر گئی

☆......☆......☆

طوفاں سے نکل کر بڑے مطمئن تھے ہم
ساحل پہ ڈوب جائے گی کشتی خبر نہ تھی

☆......☆......☆

جو اعلیٰ ظرف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کے ملتے ہیں
صراحی سرنگوں ہوکر بھرا کرتی ہے پیمانہ

☆......☆......☆

باب ملک فہد کے سامنے بس جا کر رک گئی، ہم نے اپنا سامان اتارا اور یہیں کھڑے ہوگئے، اب مسئلہ یہ تھا کہ اتنا سامان اٹھا کر ہوٹل تک کیسے پہنچا جائے، یہی سیدھا روڈ تھا، جس پر ہمارا ہوٹل تھا اور وہاں تک

ٹیکسی وغیرہ نہیں جاتی، بلکہ وہ یہی باب ملک فہد کے سامنے ہی رکتی ہیں، ابو جی نے ایک بڑا بیگ کندھے پر اٹھالیا اور ایک ہاتھ میں، بھائی نے کھجوروں کے بکس ٹرالی میں رکھے اور مجھے چھوٹا بیگ دیا گیا، چونکہ یہ ٹائروں والا تھا اور میں کھینچ کر بآسانی چلاسکتی تھی، جناب عبدالواجد نے اس کے اوپر ایک بڑا سا تھیلا بھی دھر دیا کہ آپ نے کون سا سر پر اٹھانا ہے، روڈ پر گھسیٹنا ہی تو ہے، لیکن عقل مند کو یہ معلوم نہ تھا کہ گھسیٹنے کے لئے طاقت اور زور کی بھی ضرورت ہوتی ہے، میرا دوسرا ہاتھ خالی دیکھ کر فرحت صاحبہ سے رہا نہ گیا اور فوراً بولی، یہ چھوٹا سا شاپنگ بیگ بہت ہلکا ہے، اگر اسے دوسرے ہاتھ میں اٹھاسکتی ہو تو اٹھالو، میں نے پہلوانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اٹھالیا، امی، باجی اور عبدالواجد وہی کھڑے رہے، کیونکہ وزنی سامان باقی تھا اور ابو جی نے کہا تھا کہ میں ٹرالی واپس لاؤں گا اور اس پر سامان لے جاؤں گا، سڑک کافی طویل تھی، ابو جی اور بھائی نے تو اپنی رفتار سے چلنا شروع کردیا اور میں باوجود کوشش کہ ان تک نہ پہنچ پارہی تھی، اگر ان ہی کے طرح تیز چلتی تو نہ اتنی طاقت تھی، نہ ہمت، سانس تیز ہونے لگتا اور اگر کہیں رک کر دم لیتی تو یہ کافی آگے نکل جاتے اور میں تنہا کھڑی رہ جاتی، دو تین بار آواز بھی دی کہ بھائی رک جاؤ، جواب میں کہا جاتا، کس نے کہا تھا اتنا سامان اٹھاؤ، خیر الحمدللہ، بڑی مشکل سے گھسیٹتے لڑھکتے، گرتے دوڑتے ہوئے ہوٹل ایلاف الخلیل کے سامنے ابو جی پندرہ اور میں بیس منٹ میں پہنچی، یہاں پہنچ کر میں انتظار گاہ میں بیٹھ گئی اور ابو کاؤنٹر پر کمرے کے متعلق دریافت کرنے چلے گئے، عبدالماجد بھائی ٹرالی لے کر عبدالواجد لوگوں کو لینے گئے کہ بے چارے کھڑے کھڑے تھک گئے ہوں گے، ادھر یہ ہوٹل کے ایک دروازے سے نکلے تو میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا، عبدالواجد صاحب ہوٹل کے عقبی دروازے سے اندر تشریف لا رہے ہیں، میں نے بے صبری کی وجہ دریافت کی تو فرمایا: کون پاگل اتنی دیر تم لوگوں کا انتظار کرتا، تم لوگ اتنے لمبے روڈ سے آئے اور ہم پیچھے گلی سے آگئے، تھوڑی دیر بعد عبدالماجد افسردہ اور حیران و پریشان چہرہ لئے آئے کہ وہ لوگ تو وہاں سے غائب ہوگئے، اسی اثنا میں ہمیں چھٹی منزل پر جانے کا حکم ملا، سامان سمیت ہم اوپر گئے، یہاں ہمیں متصل دو کمرے مل چکے تھے، سامان کمروں میں رکھا، ابو جی نے کہا، کیا خیال ہے، عمرہ ابھی ادا کردیں یا صبح؟ فیصلہ ہوا کہ ابھی ادا کیا جائے۔

صدائے تلبیہ:...... چنانچہ تلبیہ کی صداؤں میں حرم شریف پہنچے، صحن حرم سے آکاش پر نگاہ دوڑائی تو ماہ کامل سیاہ رات کی مانگ میں پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا، حرم میں داخل ہوتے ہی دل پر رقت انگیز کیفیت طاری ہوگئی، تجلی جمال وجلال بقعہ نور بیت اللہ کے گرد عالم انسانیت پیکر فریاد بنی شراب عرفان میں ڈوبی، پرشوق امنگوں کے عالم میں بہتی چلی جارہی تھی۔

تصور عرش پر وقف سجدہ ہے جبین میری
اور اب میرا پوچھنا کیا ہے آسمان میرا زمین میری
گر تو میرا تو سب میرا، فلک میرا زمین میری

بادیدہ نم سات چکر مکمل کرکے مقام ابراہیم پر نفل ادا کئے، زمزم کا پانی پی کر تسکین دل وجاں ہوئی، رات کی زلفیں جیسے جیسے طویل ہورہی تھیں، حرم میں داخل ہونے والے عاشقان خدا کا سلسلہ بڑھتا ہوا دکھائی دیتا جارہا تھا، جدھر نگاہ اٹھتی، انسانوں کا انبوہ سیلاب کی مانند اُمڈتا ہوا دکھائی دیتا جارہا تھا، پھر ہم صفا مروہ کی جانب چلے، بے تاب تکبیر حق اور نغمہ خداوندی کے بلند و بالا نالوں سے دشت وجبل لرز رہے تھے، صفا سے مروہ تک اللہ اکبر، سبحان اللہ وبحمدہ کی صدائیں گونج رہی تھیں، ایک ایک چکر ایمان و یقین، عظمت ومحبت

میں اضافہ کررہا تھا۔

مسعی:...... مسعی کو اب اتنا کشادہ کردیا گیا ہے، لیکن پھر بھی صفا اور مروہ پر دھکے پڑ رہے تھے، جدید تعمیر کے مطابق مسعی ۳۹۴ میٹر لمبا اور ۲۰ میٹر چوڑا ہے، بالائی مسعی ۲۵، ۱۱ میٹر بلندی پر واقع ہے، مسعی کے ۱۶ دروازے ہیں، ۱۱ اقشاشیہ کی جانب اور ۵ باب السلام کی جانب، وسط مسعی میں دو گزرگاہیں معذورین کی وہیل چیئر کے لئے ہیں، نیز مسعی میں ۲۲۸ کھڑکیاں ہیں، مسعی کا رقبہ ۱۲،۷۰۰ مربع میٹر ہے، بیک وقت ۱۱۵،۰۰۰ افراد سعی کرسکتے ہیں، تہجد کی اذان فضاؤں میں گونجتے ہی ہماری سعی مکمل ہوگئی، مطاف میں نماز ادا کرنے کا شوق روز اول سے ہی تھا اور آج یہ شوق پایہ تکمیل تک پہنچنا ممکن تھا، لہٰذا ہم مطاف میں اترے، باب بیت اللہ کے سامنے جالیوں سے چار دیواری بنا کر کچھ جگہ خواتین کے لئے مقرر کی گئی ہے، لیکن یہ جگہ ہمیشہ بھری ہوئی ہوتی ہے، نماز کے اوقات میں پورے حرم میں جگہ مل جائے گی لیکن یہاں تل دھرنے کی بھی جگہ نہیں ہوتی، سو ہم اس طرف آئے اور جہاں جہاں جگہ ملی، فروکش ہوگئے۔

مطاف:...... مطاف نہایت کشادہ اور وسیع و عریض ہے، جس کا رقبہ ۴۱۵۴ مربع میٹر ہے اور اس میں بیک وقت ۱۴۰،۰۰۰ افراد طواف کرسکتے ہیں، ہم ذکر واذکار میں مشغول رہے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ کعبہ مشرفہ کے سحر نے جکڑ رکھا تھا، نگاہیں اس کی سحر خیز تجلی سے خیرہ ہورہی تھی، زبان، نگاہ ساکت، اس پر ٹکٹکی باندھی دیکھ رہے تھے۔

غلاف کعبہ:...... خاص سونے سے بنا ہوا باب بیت اللہ جس پر قرآنی آیات نقش تھیں، نہایت جاذب نظر محسوس ہوا، سیاہ غلاف کعبہ پر سنہری پٹی چہار جانب لگی ہوئی ہے، جس کا طول ۲۵ میٹر اور عرض ۹۵ سینٹی میٹر ہے جس پر چاندی سے آیات قرآنی نقش ہیں اور ان پر سونے کا پانی بھرا ہوا ہے، اس پر دروازے کی جانب سورۃ البقرۃ کی آیات مکتوب ہیں۔

۱۸ مئی بروز پیر:...... سورج کی ضیاء بار کرنوں کے پھوٹتے ہی ہوٹل کی سمت رخ کیا، چونکہ سفر کی تھکاوٹ بھی تھی، اس لئے جسم ناتواں پر تھکن غالب تھی، ہوٹل پہنچ کر ناشتہ کرنا بھی یاد نہ رہا، بس میں تو بستر پر نڈھال ہی ہوکر گری، پھر خبر نہ ہوئی کہ کہاں ہوں، تقریباً آٹھ بجے زبردستی ڈانٹ ڈپٹ سننے کے بعد آنکھیں کھلی تو "جلدی کرو گاڑی نیچے کھڑی ہے" کی صدائیں کانوں پر پڑی، یاخدایا! اب کہاں جانا ہے، پتہ چلا، جدہ جانا ہے، جناب عبدالرؤف صاحب مقیم جدہ جو کہ مولانا محمد فاروق مکاتی صاحب کے بھائی ہیں، ان کے صاحبزادے گاڑی لے کے آئے تھے اور ہمیں ان ہی کے گھر جانا تھا، جلدی سے اٹھ کر ناشتہ کیا اور تیار ہوکر نیچے آئے، اب ہم جدہ کی جانب رواں تھے، دو ڈھائی گھنٹے کی مسافت کے بعد ہم جدہ پہنچ چکے تھے، ان کے گھر پہنچے تو میری نیند میں ڈوبی خمار آلود آنکھیں دیکھ کر آنٹی نے مجھے سونے کا کہا، لہٰذا میں تو سوگئی، ظہر کی نماز کے وقت مجھے جگایا گیا، نماز پڑھ کر کھانا کھایا گیا۔

مقبرۃ اماں حواء رضی اللہ عنہا:...... پھر ہم ان کے ہمراہ ایک قبرستان گئے، اس جگہ کا نام مجھے یاد نہیں رہا، گاڑی روکی گئی، قبرستان سے متصل بہت بڑا تجہیز وتکفین کا ادارہ بھی تھا، اس قبرستان میں خواتین کو داخلے کی اجازت نہیں تھی، لیکن ہم باہر ایسی جگہ کھڑے ہوگئے، جہاں اندر کا نظر آرہا تھا، والد صاحب بھائی اور جناب عبدالرؤف صاحب چلتے ہوئے کونے میں گئے، جہاں ایک قبر پر دعا کی، ہمیں بتایا گیا کہ یہاں حضرت حواء رضی اللہ عنہا جو کہ تمام بنی نوع آدم کی ماں ہے، وہ محو استراحت ہے، اب یہ بات کتنی صداقت پر مبنی ہے تو اس کے بارے میں واللہ اعلم کے سوا کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

یہاں سے ہم ایک بازار کی طرف چلے، عبدالرؤف انکل نے بتایا کہ یہ بازار جدہ کا سب سے قدیم بازار ہے، ہمارا مقصد بازار نہیں بلکہ یہاں مقیم والد صاحب کے ایک اور عزیز فاروق صاحب کے یہاں دعوت تھی، جنہوں نے ہمیں بے حد اصرار کر کے مدعو کیا تھا، کچھ دیر ان کے یہاں رکے، مغرب کی نماز ادا کر کے ہم نے حرم کا سفر شروع کیا، عشاء کی نماز یہاں کے ایک مدرسے میں پڑھی، رات کے وقت فندق پہنچے، تھکن کی وجہ سے بستروں پر دراز ہو گئے۔

تعمیر بیت اللہ و مقام ابراہیم:...... بروز منگل کو حرم کی عطر بیز و پرنور فضاؤں میں فجر کی نماز ادا کی، اشراق کی نماز تک جلوہ بیت الٰہی میں گم رہے، اشراق ادا کرتے ہی طواف کا ارادہ کیا، اس وقت سہانے سہانے موسم میں جوق در جوق قافلے صحن حرم میں ابابیلوں کی مانند اترتے چلے آرہے تھے، اللہ رب العزت کے گھر کے گرد عشاق الٰہی کھنچتے چلے آرہے تھے، خاص طور پر حجر اسود کی جانب اور مقام ابراہیم کی طرف ازدہام کثیر تھا، جس کی وجہ سے دھکے پڑ رہے تھے، جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر فرما رہے تھے، تو سیدنا اسماعیل علیہ السلام پتھر اٹھا کر لاتے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پتھروں کو ایک دوسرے پر رکھ کر تعمیر فرمائی، یہاں تک کہ اس کی دیواریں بلند ہو گئیں تو حضرت ابراہیم نے اپنے جگر گوشہ کو کسی پتھر کی تلاش میں بھیجا تو آپ پتھر لے آئے، مقام ابراہیم کو اہل عرب ''موضع القدمین'' بھی کہتے ہیں، سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اسی پتھر پر کھڑے ہو کر تعمیر بیت اللہ فرمائی اور بعد میں اسی پر جلوہ قیام فرما کر بحکم خداوندی اہل عالم کو کعبہ اطہر کے حج کے لئے دعوت دی گئی تھی، مقام ابراہیم کعبہ اطہر سے کوئی ۲۷ ہاتھ کے فاصلہ پر وسط کعبہ سے قدرے مشرقی شمال کی جانب کرسٹل شیشے کا ایک قبہ نما بلند فریم میں نصب ہے، جس کے چار جانب پیتل کے سنہری جالیاں اور سرے پر ہلال لگا ہوا ہے، ان جالیوں کے اندر سے اس پتھر پر بنے ہوئے نقش قدم کو بآسانی دیکھا جا سکتا ہے، مقام ابراہیم اپنی ساخت کے اعتبار سے پتھر ہی ہے، لیکن یہ پانی کی قسم کا ایک نرم پتھر ہے، اس میں سختی نہیں ہے، ابن خزیمہ کی روایت سے منقول ہے کہ یہ جنت سے نازل شدہ یاقوت ہے، اجمالی طور پر یہ مربع شکل کا ایک پتھر ہے، جو ایک ہاتھ لمبا اور ایک ہاتھ چوڑا اور ایک ہی ہاتھ اونچا ہے، اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں قدم قدرے ترچھے اور کوئی سات انگل کے برابر گہرائی میں ہیں، دونوں قدموں کے درمیان دو انگشت کا فاصلہ ہے، نشانات قدم مستطیل شکل میں دو گڑھے ہیں، مقام ابراہیم کو قدرے لمبے اور چوڑے سفید سنگ مرمر کے ایک چھوٹے سے قاعدہ میں رکھا گیا ہے، اس قاعدے کی بلندی ۱۳ سینٹی میٹر ہے، مقام ابراہیم کو اس قاعدے میں اس کے گرد محیط چاندی سے اس طرح جوڑ دیا گیا کہ اس کو جنبش نہ دی جا سکے، پھر اس چھوٹے قاعدے کو ایک دوسرے، مگر چبوترے کی مانند سنگ مرمر ہی کے قاعدے میں جو ایک میٹر لمبا اور ایک میٹر چوڑا ہے، جس کی بلندی ۳۶ سینٹی میٹر ہے، رکھا گیا، پھر اس قاعدے کے چار جانب لکڑی کا ایک بڑا صندوق بنایا گیا تھا، جو چوکور ہے، اس کی اونچائی قد آدم کے برابر ہے، صندوق کے ہر جانب چاندی کا پتھر چڑھا ہوا ہے، ایک قدم کی گہرائی ۱۰ سینٹی میٹر ہے جبکہ دوسرے کی گہرائی ۹ سینٹی میٹر ہے، دونوں قدموں کا درمیانی فاصلہ ایک سینٹی میٹر ہے، قدموں کے بیرونی سطح پر چاندی میں چاروں طرف خط ثلث میں آیۃ الکرسی خوبصورتی کے ساتھ کندہ کی گئی ہے اور پھر اس کے اطراف میں خط ثلث ہی میں یہ آیت کندہ ہے۔

حضرت حسن بصری اور تمام علماء و فقہائے امت کا قول ہے کہ مقام ابراہیم کے عقب میں دعا مانگنا مستحب ہے کیونکہ یہ اجابت دعا کے مقام میں سے ہے، طواف مکمل کر کے مقام ابراہیم کے عقب میں بیٹھے زیارت بیت اللہ کرتے رہے، جسے دیکھنا بھی عبادت ہے اور دعاؤں میں مشغول ہو گئے، حضرت حسن بصریؒ نے اپنے رسالے میں لکھا ہے کہ جن پندرہ مقامات پر دعا کرنے والے کی دعا اللہ قبول کرتے ہیں، ان میں ایک وہ دعا بھی ہے جو مقام ابراہیم کے پیچھے کی جاتی ہے۔ (فاکہی: اخبار مکہ)

کچھ دیر ان ہی جلوؤں میں گم رہے، پھر اٹھ کر فندق روانہ ہوئے، ہم تو اوپر چلے گئے، بعدازاں ابو جی، ناشتے سمیت تشریف لائے، ناشتہ کرتے ہی لیٹ گئے اور نیند کی وادیوں میں گم ہو گئے، ظہر کی نماز کے لئے بیدار ہوئے، ابو جی، بھائی، حضرات اور میں تو وضو کر کے تیار بیٹھے تھے، امی جی نے کہا کہ آپ لوگ چلے جائیں، ہم بعد میں آجائیں گے، اب ہوایوں کہ ابو جی پہلے نکل گئے، ان کے نکلتے ہی امی نے مجھے کہا کہ تم نے جانا تھا تو ان ہی کے ساتھ چلی جاتی، میں نے سوچا، ابھی ان کے پیچھے چلی جاتی ہوں، ایسا تو کوئی مسئلہ نہیں، امی نے مجھے کہا کہ وہ آگے نکل گئے ہوں گے، اب نہیں ملیں گے، ایسا نہ ہو کہ تم کہیں الگ ہو جاؤ، میں نے کہا، الگ ہو بھی گئی تو اللہ کے گھر میں ہی ہوں گی، سو ان کے پیچھے نکل پڑی، اب لفٹ آتے آتے پانچ منٹ لگے، نیچے آئی تو وہ نظر نہیں آئے، تھوڑا آگے آگے دیکھتے دیکھتے صحن حرم میں پہنچ گئی، اب کیا کروں، واپس جانا بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا اور اگر اندر کہیں چلی جاتی تو پھر ان تک کیسے پہنچتی، قسمت کہ نچلی منزل پر بہت ازدہام تھا، سو میں نے بالائی منزل پر جانے کا قصد کیا، حقیقتاً بالائی منزل میں خواتین کی جگہ بہت زیادہ خالی تھی، اس کی وجہ یہی تھی کہ نیچے تو خواتین ایک دوسرے کے قدموں پر سجدہ کرتی ہیں اور اوپر آنے کی کوشش نہیں کرتی، میں نے سکون سے نماز ادا کی، پھر بیٹھ کر تلاوت کرتی رہی، میرا خیال یہ تھا کہ ابو جی بھی زیادہ تر بالائی منزل پر ہوتے ہیں، لہٰذا ابھی بھی یہیں ہوں گے اور جب وہ جانے لگیں گے تو میں ان کے ساتھ چلی جاؤں گی، لیکن میرا گمان محض خطا ہوا اور عبدالماجد بھائی کی شامت آگئی، مجھے ڈھونڈتے ڈھونڈتے اوپر پہنچے اور تیز خشمگیں نگاہوں سے گھورا، مجھے اس وقت تو کچھ نہ کہا، سوائے اس دھمکی کے کہ نیچے چلو، مزہ آئے گا، ابو نے تو اپنے مزاج مشفقانہ کے باعث بس اتنا کہا کہ سب کے ساتھ رہنا چاہئے بیٹا، لیکن امی جی نے تھوڑی بہت ''حوصلہ افزائی'' کر ڈالی، اب عصر کی اذان تک حرم میں رہے، نماز ادا کرتے ہی ابو جی نے باہر بلایا، پھر ہم باب الملک فہد کی طرف چلے، یہاں سے ایک گاڑی بک کروائی اور زیارت مقامات مقدسہ کے لئے روانہ ہوئے۔

جبل نور:...... ہمارا رخ مسجد حرام کے شمال مشرق میں واقع جبل حراء کی طرف تھا، کچھ مسافت طے کرتے ہی ہم جبل حراء کے سامنے تھے، اس کا دوسرا نام ''جبل نور'' ہے، سطح زمین سے اس کی بلندی ۲۸۱ میٹر ہے، اس پہاڑ کی چوٹی پر موجود غار تک پہنچنے میں ایک گھنٹہ صرف ہوتا ہے، اس مبارک غار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعثت سے قبل عبادت کیا کرتے تھے، غار کی شمالی سمت دروازہ ہے، جس تک پہنچنے کے لئے دو پتھروں کے درمیان سے گزر کر جانا پڑتا ہے، جن کا درمیانی فاصلہ صرف ۶۰ سینٹی میٹر ہے، غار کی لمبائی تین میٹر، بلندی دو میٹر اور چوڑائی کہیں کم اور کہیں زیادہ ہے، اس غار میں دو آدمی ایک دوسرے کے پیچھے بآسانی نماز پڑھ سکتے ہیں، اونٹ کی کوہان جیسا یہ پہاڑ اور کسی پہاڑ کی بناوٹ سے نہیں ملتا، وہاں دل کی عجیب حالت تھی، جہاں سالہا سال تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سانسوں کے گلاب کھلے رہے اور ان کی مہک اب تک یہاں رچی بسی

ہوئی ہے، اس پہاڑ پر تو سرکار دو عالم کو خلعت نبوت سے مزمل و ملبوس فرمایا گیا تھا، بے اختیار ہمارے ہاتھ اٹھ گئے اور ہم نے بچشم نم دعا کی۔

اے غار حرا! سلام ہو تجھ پر، تو نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوتوں کا گداز پایا ہے، تو نے ان کے مقدس رخساروں پر آنسوؤں کے موتی بکھرتے دیکھے ہیں تو سجدہ گاہ معرفت ہے، تیری آغوش میں کلام الٰہی کا پہلا بول اترا تھا، تو خوش نصیب ہے کہ تجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے ان گنت بوسوں کی سرفرازی نصیب ہوئی، اس غار کی اہمیت و عظمت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ یہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اول لے کر تشریف لائے۔

جلوہ گاہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ غار حرا
جلوہ زار نبوت پہ لاکھوں سلام
جبرئیل امین علیہ السلام مرحبا مرحبا
راز دار نبوت پہ لاکھوں سلام

ہم اس فاران کی چوٹی کی روحانی عظمتیں اپنے دامن میں سمیٹ کر لوٹ آئے، پھر ہم بذریعہ گاڑی عرفات کی مشرقی سمت میں سڑک نمبر ۷، ۸ کے درمیان واقع سخت چٹانوں والے چھوٹے سے پہاڑ (جبل رحمت) کی زیارت کے لئے آئے گاڑیوں کی پارکنگ کافی دور ہے۔

جبل رحمت:......جبل رحمت کے اردگرد کشادہ میدان ہے، جہاں عرب کے بدو سجے دھجے اونٹ لئے پھرتے ہیں اور زائرین کو اونٹ کی سواری کا لطف دیتے ہیں، ہمارے اترتے ہی بہت سے بدو اپنے اپنے اونٹ لئے اردگرد اکٹھے ہو گئے، یا شیخ! تفضّل لیکن ہم آگے بڑھ گئے، پہاڑ کی سیڑھیوں کے قریب ''بائعین'' چادریں ڈالے بیٹھے تھے اور تسبیح، ٹوپیاں، گھڑیاں، انگوٹھیاں اور مختلف چیزیں بیچ رہے تھے، ان سب سے قطع نظر کر کے ہم سیڑھیوں کی طرف آئے، پہاڑ کو تراش خراش کر جو سیڑھیاں بنائی گئی ہیں، ان کی تعداد ۱۶۸ ہے جو کہ کافی بلند ہے، اس پہاڑی کی سطح کشادہ اور ہموار ہے، جس کے چاروں طرف ۵۷ سینٹی میٹر اور نیچے منڈیر ہے، اس کے درمیان میں تقریباً ۴ سینٹی میٹر اونچا چبوترہ ہے، جس کے ایک طرف آٹھ میٹر بلند مربع ستون ہے، جو دور سے پہاڑ کو متعین و نمایاں کرتا ہے۔

یہ عرفات میں جبل رحمت کے جلوے
نرالے ہیں لیل و نہار اللہ اللہ

جبل رحمت کو قرین، لال اور نابت بھی کہتے ہیں، یہ وہ بابرکت مقام ہے، جہاں رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے الوداعی خطبہ ارشاد فرمایا، یہاں یہ تصور بڑا ہی کیف انگیز اور خیال بہت روح پرور محسوس ہوا کہ ہم اس پہاڑ پر قدم رکھ رہے ہیں، جس کی مٹی نے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے بوسے لئے اور ہم ان فضاؤں میں سانس لے رہے ہیں، جہاں ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معطر سانسوں کی مہک رچی بسی ہوئی ہے اور ایک قول کے مطابق یہی وہ مقام ہے، جہاں سیدنا آدم علیہ السلام کئی سال سربسجود رہے اور اسی پہاڑی کے دامن میں ان کی ملاقات اماں حوا سے ہوئی، اس لحاظ سے یہ مقام ان دونوں کے لئے نقطہ وصل ہے، اس پرکیف تصور کے آتے ہی ہاتھ یک بار پھر اٹھ گئے، مولائے دو جہاں! اس مقام پر ہمارے ماں باپ آدم و حوا کو تو نے ملایا، اسی کے صدقے ہمارے دلوں کو اپنا وصل کا لطف عطا فرما، یا اللہ! آدم و حوا کو ملانے والے تو ہم سے مل جا، ہمیں اپنے سے ملا لے، اس پہاڑ سے اتر کر ہم جبل رحمت کے قریبی میدان عرفات میں آئے۔

......(جاری ہے)......

ماحول کا اثر

ہادیہ رحمان

''رملہ تمہیں پتا ہے کہ باجی رضوانہ کی شادی ہو رہی ہے۔'' شیزل کی چہکتی ہوئی آواز جونہی رملہ کے کانوں میں پڑی، وہ حیران رہ گئی۔ ''کیا واقعی...... مجھے تو نہیں پتا۔'' رملہ نے لاعلمی ظاہر کی۔

''جی ہاں...... جناب عالیہ، باجی رضوانہ کی شادی اگلے ہفتے ہو رہی ہے اور باجی نے ہمیں بھی مدعو کیا ہے، اس لئے اگلے ہفتے تک اپنی تیاریاں مکمل رکھنا، پھر نہ کہنا کہ خبر نہ ہوئی۔'' یہ کہہ کر شیزل جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''بیٹھو تو سہی شیزل......'' رملہ نے شیزل کا بازو پکڑ کر بٹھاتے ہوئے کہا۔

''بھئی، اگر بیٹھ گئے تو شادی کی تیاریاں کیسے کریں گے۔'' اپنا بازو چھڑاتے ہوئے یہ کہہ کر ہنستی ہوئی وہ چلی گئی۔

رملہ اور شیزل دونوں آپس میں کزنیں تھیں، کزنیں ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ایک دوسرے کی ہم عمر اور کلاس فیلو تھیں، باجی رضوانہ مدرسے کی باجی تھی، جس سے ان دونوں نے قرآن پاک پڑھا تھا۔

''ٹرن...... ٹرن......'' رملہ بھاگتی ہوئی آئی اور فون ریسیو کیا، دوسری طرف شیزل تھی۔

''ہاں، بھئی تیاریاں مکمل ہیں۔'' شیزل نے بارعب انداز سے پوچھا تو رملہ ہنس پڑی۔ ''جی ہاں...... شہزادی صاحبہ...... خادمہ حاضر ہے۔'' رملہ نے بھی اسی انداز سے کہا۔

''خادمہ کی بچی...... مجھے خادمہ نہیں چاہئے، بلکہ مکمل تیاریوں کی خبر چاہئے۔'' شیزل نے پھر پہلے والے انداز سے کہا تو رملہ نے جھینپتے ہوئے دھمکی دی۔

''تیاریوں کی خادمہ......اب اپنی اصلی حالت میں آجاؤ، ورنہ میں فون رکھ رہی ہوں۔'' رملہ کی دھمکی کارگر ثابت ہوئی اور شیزل نرم پڑ گئی۔ ''بھئی رملہ میں یہ کہنا چاہ رہی تھی کہ آج ہفتہ ہے اور باجی کی شادی پر جانا ہے، اسی لئے تمہاری تیاریوں کا پوچھ رہی تھی۔''

''میری تیاریاں تو بالکل مکمل ہیں، بس تمہاری طرف سے اجازت کی دیر ہے۔''

''تو اچھا جناب، اپنی تیاریاں بالکل مکمل رکھو، میں آ رہی ہوں۔'' یہ کہہ کر شیزل نے فون رکھ دیا۔

☆......☆......☆

''شیزل دیکھو تو سہی باجی رضوانہ کتنی پیاری لگ رہی ہیں دلہن بن کر۔'' سہیلیوں سے باتوں میں مصروف شیزل کو رملہ نے جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

''آں...... ہاں......او، کہاں ہیں باجی؟'' شیزل نے آنکھیں گھماتے ہوئے ادھر ادھر دیکھا۔

''بھئی تمہیں باتوں سے فرصت ہو تو پتا چلے کہ کیا

ہو رہا ہے؟'' رملہ نے شیزل سے خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔'' باجی ساتھ والے کمرے میں ہیں، میں وہاں دیکھ کر آئی ہوں۔'' رملہ کے یہ کہنے پر وہ بھی اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی آئی۔

''واقعی رملہ...... باجی تو بہت پیاری لگ رہی ہیں۔'' شیزل نے رملہ کے کان میں کہا اور پھر وہ دونوں باجی سے ملنے لگیں اور اپنے اپنے گفٹس باجی کو پیش کیے۔ چونکہ باجی کے ساتھ ان کے بھائی کی بھی شادی تھی، اس لئے ان کی تصویریں بنانے کے لئے مووی والے آ گئے، اس لئے باجی رضوانہ کو دوسرے کمرے میں بٹھا دیا گیا، کیونکہ تصویر بنانے سے انہوں نے پہلے ہی انکار کر دیا تھا۔

''باجی کتنی نیک ہیں، مووی نہیں بنائی۔'' رملہ بولی۔

''واقعی، آج کل کے زمانے میں ایسے لوگ کہاں ہوتے ہیں۔'' ایک لڑکی بولی تو ساری لڑکیاں اس کی تائید میں سر ہلانے لگیں۔

☆......☆......☆

''السلام علیکم!'' رملہ کی چہکتی ہوئی آواز سے وہ اچھلی۔

''وعلیکم السلام!'' کیا حال ہے رملہ!! شیزل نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔''الحمدللہ!'' رملہ نے مختصر سا جواب دیا۔''پورے چھ ماہ بعد تمہیں دیکھ رہی ہوں۔'' شیزل نے اسے کمرے میں بٹھاتے ہوئے کہا۔

''بھئی، امتحان کی تیاریوں میں جو مصروف تھی، تمہیں تو معلوم ہی ہے کہ F.S.C کے امتحان کس قدر مشکل ہوتے ہیں۔'' رملہ نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''جی ہاں...... جی ہاں! اتنے مشکل ہوتے ہیں کہ بندہ اپنوں کو ہی بھول جائے، ہے نا......!'' شیزل نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔''بدتمیز...... بندہ نہیں بندی کہو......'' رملہ نے ٹوکا تو شیزل ہنس پڑی۔

''ویسے رملہ...... F.S.C کے امتحان نے تو میری بھی کمر توڑ دی ہے پڑھتے پڑھتے۔'' شیزل نے شربت گلاس میں ڈالتے ہوئے کہا۔''تو پھر زبان کہو نا، کمر کیوں کہہ رہی ہو...... F.S.C کر لی ہے اور موصوفہ کو اتنا نہیں پتا کہ پڑھتے پڑھتے زبان تھکتی ہے کمر نہیں......'' رملہ نے گلاس پکڑتے ہوئے کہا۔

''اوہ...... بس زبان پھسل گئی......'' شیزل نے تھوڑی شرمندگی کا اظہار کیا۔'' اور ایسے موقعوں پر تو تمہاری زبان اکثر پھسل جاتی ہے۔'' رملہ نے ہنستے ہوئے کہا تو شیزل بھی ہنس پڑی۔''او، ہاں...... باجی رضوانہ کا کیا حال ہے تمہیں تو ان کے بارے میں پتہ ہی ہوگا، کیونکہ تمہارا گھر ان کے قریب ہی ہے۔'' رملہ نے گلاس میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

''وہ تو ٹھیک ہیں الحمدللہ...... میری تین ماہ پہلے ان سے ملاقات ہوئی تھی...... ابھی وہ اتنا ہی کہہ پائی تھی کہ ڈور بیل بج اٹھی۔ شیزل نے دروازہ کھولا تو نازش تھی، اسے دیکھ کر وہ کھل اٹھی، وہ اس کی تایازاد بہن تھی۔

''میں تمہیں ایک پارٹی کی دعوت دینے آئی ہوں، اس لئے آج شام تیار رہنا۔''

''نازش تم...... کیسی ہو؟'' نازش کی آواز سن کر رملہ بھی کمرے سے باہر آ گئی تھی۔''واؤ...... رملہ آئی ہوئی ہے...... کیا حال ہے رملہ؟'' نازش نے رملہ سے ملتے ہوئے کہا۔''الحمدللہ......'' اور وہ تینوں کمرے میں چلی گئیں۔''میں تم دونوں کو یہ دعوت دینے آئی ہوں کہ آج شام ہمارے اسکول میں بچوں کے رزلٹ کے سلسلے میں ایک بڑا فنکشن ہوگا، اس لئے آج شام تم دونوں تیار رہنا...... میں تمہیں لینے آؤں گی۔'' یہ کہہ کر نازش اٹھ گئی۔

''بیٹھو تو سہی......'' دونوں نے بیک آواز سے کہا۔

''شکریہ...... میں بیٹھ نہیں سکتی، مجھے ابھی فنکشن کی تیاری بھی کرنی ہے۔ پھر ملاقات ہوگی ان شاءاللہ۔''

☆......☆......☆

''واہ...... کتنی زبردست لائٹنگ ہے۔'' رملہ نے ہال میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''واقعی بہت زبردست انتظام ہے۔'' شیزل نے

ہال میں نگاہیں دوڑاتے ہوئے کہا۔ رنگ برنگے ہال میں گہما گہمی تھی، وہ دونوں اپنے بیٹھنے کے لئے جگہ تلاش کر رہی تھی کہ ''السلام علیکم'' کی میٹھی آواز نے دونوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ دونوں نے جونہی آواز کی سمت دیکھا، انہیں حیرت کا زبردست جھٹکا لگا۔ نیلے لینز سے چمکتی آنکھیں، میک اپ سے فل چہرہ، گلے میں دوپٹہ ڈالے اس وجود نے انہیں حیرت میں ڈال دیا۔ کیونکہ یہ روپ کسی ماڈرن لڑکی کا نہیں، بلکہ ان کی باجی رضوانہ کا تھا۔''باجی آپ......'' یہ کہہ کر دونوں باجی سے لپٹ گئیں۔

''کیا حال ہے باجی، آپ ادھر کیسے؟'' دونوں نے تجسس سے پوچھا۔''اپنی بھتیجی کے رزلٹ کے سلسلے میں آئی ہوں......'' باجی کے اس مختصر سے جواب نے انہیں ساری حقیقت سمجھادی۔''کبھی میرے گھر بھی آؤ نا...... میں آج کل ادھر ہی ہوتی ہوں۔'' باجی نے انہیں اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔''ان شاءاللہ، باجی آپ کے گھر آئیں گے۔'' شیزل نے کہا۔ اتنی دیر میں فنکشن شروع ہو چکا تھا، اس لئے باجی کے قریب سیٹوں پر وہ جلدی سے بیٹھ گئیں۔

☆......☆......☆

''السلام علیکم...... باجی رضوانہ گھر پر ہیں؟'' دونوں نے گیٹ کھولتی لڑکی سے پوچھا۔''وعلیکم السلام!'' جی ہاں...... آپ چھت پر چلی جائیں...... وہ اس وقت چھت پر ہیں۔'' دونوں سیڑھیاں پھلانگتی چھت پر جا پہنچی۔ گلے میں دوپٹہ ڈالے، بال پیچھے باندھے، باجی رضوانہ نے ان کا استقبال کیا، باجی کے اس نئے روپ نے انہیں پھر حیران کر دیا، تھوڑی دیر بیٹھ کر وہ دونوں گھر آ گئیں۔'' رملہ، مجھے تو باجی کے نئے روپ نے بہت حیران کر دیا ہے۔'' شیزل نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''لیکن شیزل...... باجی شادی کے بعد اتنا بدل کیسے گئیں؟'' رملہ نے کہا۔''رملہ...... مجھے میری دوستوں نے بتایا تھا کہ باجی کے سسرال والے بہت ماڈرن لوگ ہیں اور باجی کے شوہر بھی بہت آزاد خیال ہیں، اسی ماڈرن پن نے باجی جیسی دین دار لڑکی کو ماڈرن بنا دیا ہے۔''

''رملہ...... یہ سارا کرتا دھرتا ماحول کا ہے، باجی پہلے مدرسے میں پڑھاتی تھیں، دین دار تھیں، کیونکہ دین دار لڑکیوں میں اٹھنا بیٹھنا تھا، اب ماڈرن لوگوں میں چلی گئی ہیں، ان کا رنگ باجی میں بھی آ گیا ہے۔''

''شیزل...... اگر باجی کی شادی کسی دین دار گھرانے میں ہوتی تو باجی کی دین داری میں مزید اضافہ ہو جاتا۔''

''بالکل...... یہ ماحول ہی تو ہے جو انسان کے اچھا یا برا ہونے میں اہم کردار ادا کرتا ہے...... مثال کے طور پر ہمیں ہی دیکھ لو، ہمارے گھر میں دینی ماحول ہے اور اس ماحول کا اثر ہے کہ کالج کے ماحول میں بھی ہم خراب نہیں ہوئے، لیکن ایک بات بتاؤں رملہ......'' شیزل نے اپنی گفتگو اچانک روک لی۔'' کیا ہے وہ بات......'' رملہ متجسس ہوگئی۔''وہ یہ کہ باجی کے گھر والوں میں صرف باجی ہی زیادہ دین دار تھیں، یہی وجہ ہے کہ سسرال کے ماحول نے ان پر اپنا اثر زیادہ ڈال لیا، کیونکہ ان کے گھر والے اس ماڈرن پن کو برا نہیں سمجھتے، نتیجہ یہ کہ دونوں گھروں کا ماحول ایک جیسا ہو گیا اور باجی کو دین کی طرف لانے والا کوئی نہ رہا۔''

''بھئی تم دونوں کن باتوں میں مصروف ہو یہ تو دیکھو میں کیا لائی ہوں۔'' شیزل کی بڑی بہن لطابہ ٹرے میں چکن رول اور فروٹ چاٹ لئے کمرے میں داخل ہوئی۔

''واؤ...... لطابہ آپی، یہ سب آپ نے بنائے ہیں۔'' رملہ نے چکن رول اور فروٹ چاٹ کی ٹرے دیکھتے ہوئے کہا۔''جی جناب، یہ سب مابدولت کا کرتا دھرتا ہے، اب جلدی سے کھانا بھی شروع کرو، نماز مغرب کا وقت بھی ہو گیا ہے۔'' لطابہ آپی کے یہ کہنے پر وہ جلدی جلدی ٹرے پر ہاتھ صاف کرنے لگیں، کیونکہ کھانے کے بعد نماز پڑھ کر انہیں اپنی باجی رضوانہ کی ہدایت کے لئے بھی دعا کرنی تھی۔

☆......☆......☆

''عروہ کیا ہوا؟؟''میمونہ آپا اور طوبیٰ نہیں آ رہے۔ نعمت اللہ نے موضوع بدلنے کی غرض سے عروہ کو مخاطب کیا۔

''میمونہ آپا کے گھر تو ان کی نند اپنی فیملی سمیت آ گئی ہیں، وہ اس وجہ سے نہیں آ رہے ہیں اور طوبیٰ بجیا کو ابا

حبیبہ پھوپھو کے گھر سے آتے ہوئے لیتے آئیں گے۔ میں نے فون کیا تو طوبیٰ بجیا نے بتایا کہ بھائی تو زمینوں پر گئے ہوئے ہیں، وہ اکیلی ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ فون کر کے بھائی جی سے اجازت لے لیں، میں احمد بھائی کو بھیج دیتی ہوں، ابا کو فون کیا کہ احمد بھائی کو بجیا کو لینے بھیج دیں تو ابا کہنے لگے، بیٹا میں اس کے گھر کے قریب ہی ہوں، حبیبہ کے گھر سے آ رہا ہوں، طوبیٰ کو لیتا ہوا آ جاؤں گا۔''عروہ نے تفصیل بتائی۔

''یہ دنیا کے نرالے بہن بھائی اور نرالے باپ بیٹیاں ہیں۔''اماں نے ساری بات سن کر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بے زاری سے کہا تھا۔ مگر سب نے خاموش رہنے میں ہی عافیت جانی۔ اذان مغرب بلند ہو رہی تھی۔ تینوں بہنیں نماز کی تیاری کرنے لگیں۔ ابھی وہ لوگ نماز پڑھ کر فارغ ہی ہوئی تھیں کہ ابا طوبیٰ کو لے کر آ گئے۔ گھر میں ایک رونق لگ گئی۔ ابا بہت خوش نظر آ رہے تھے۔

''آج تو میرے سونے آنگن کو میری چڑیوں نے آباد کر دیا ہے۔ میری رنگ برنگی تتلیاں ......'' ابا نے حلیمہ اور نعمت اللہ کو سینے سے لگا کر خوب پیار کیا۔

''اللہ تمہیں سدا آباد رکھے، خوش رکھے، آمین......'' ابا نے صدق دل سے دعا دے کر خود ہی آمین بھی کہا تھا اور ان چاروں نے بھی دل کی گہرائیوں سے آمین کہا تھا۔

''کل جمعہ ہے ناں'' میں حبیبہ اور نجیبہ کو بھی آنے کا کہہ کر آیا ہوں۔ میمونہ کو بھی کل خود لے آؤں گا۔ تم تینوں بھی آج رک جاؤ۔''

ابا نے وہیں ان سب کے ساتھ ہی ایک صوفے پر نشست سنبھالی تھی۔

''ابا جی، بچے گھر ہی ہیں، رات کیسے رہیں گے۔'' نعمت اللہ نے اپنی پریشانی ظاہر کی۔

''تو تم بچوں کو ساتھ کیوں نہیں لے کر آئی ہو؟ کون سا روز روز آتی ہو۔'' ابا نے خفگی کا اظہار کیا۔

''طوبیٰ بیٹا! طیب آج آ جائے گا یا گاؤں میں رکے گا؟؟'' سفیان صاحب نے موبائل نکال کر نمبر ملانے سے پہلے طوبیٰ کو مخاطب کیا تھا۔ ''وہ شاید نہیں آ سکیں گے، میری بات ہوئی تو کہہ رہے تھے کام ابھی نہیں ہو سکا رات کو شاید رکنا پڑے تو صبح ہی کام ہو۔'' طوبیٰ نے تفصیل بتائی۔

طوبیٰ کی بات سن کر انہوں نے حلیمہ کے شوہر قاسم کا نمبر ملایا۔

''بیٹا میں سفیان بات کر رہا ہوں۔''

''ہاں، ہاں...... میں خیریت سے ہوں۔ دراصل بیٹا، بچیاں آج کئی دن بعد آئی ہیں، اس لئے میں چاہ رہا تھا کہ رات رک جائیں، اگر تم اجازت......'' ان کا جملہ پورا ہونے سے قبل ہی پیچھے سے کچھ کہا گیا۔

''نہیں بیٹا! شادی کے بعد تو بیٹی پرایا دھن ہوتی ہے، تمہاری اجازت کے بغیر تو مناسب نہیں۔ اللہ تمہیں خوش رکھے۔ اللہ تمہیں نیک فرمانبردار اولاد نصیب کرے۔'' آمین

''قاسم بیٹا! میں چاہ رہا تھا کہ تم عاقب اور بچوں کو لے کر آ جاتے، کھانا کھا کر چلے جانا اور بچوں کو یہاں چھوڑ دینا۔''

''چلو ٹھیک ہے، میں انتظار کر رہا ہوں۔'' وعلیکم السلام کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا۔ ان کے برابر بیٹھی حلیمہ تذبذب کا شکار اب کچھ مطمئن سی ہو گئی تھی۔

''میں کھانے میں عروہ کا ہاتھ بٹا دوں۔''

''اللہ جانی! کھانا اتنا مزیدار بنے کہ سب انگلیاں چاٹتے رہ جائیں۔'' کچن میں داخل ہوتی حلیمہ عروہ کی بات پر مسکرائے بغیر نہ رہ سکی۔

دروداں پر......
سلام ان پر......
ہو رحمتوں کا......

نزول ان پر......

درود ان پر......

سلام ان پر......

عروہ کی چونکہ حلیمہ کی جانب سے پیٹھ تھی، سو مگن انداز میں لہک لہک گنگناتی ہوئی چاول بڑے پتیلے میں ڈال رہی تھی۔

"کتنی خوش نصیب ہے اللہ پاک یہ عروہ...... اپنی ہر بات کے لئے آپ کو مخاطب کرتی ہے۔ بولنے کو جی چاہ رہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلامتی بھیج رہی ہے۔ اللہ پاک اس کو اپنے سچے عاشقوں میں شامل فرمالے۔"

"اللہ پاک آج باجی بتا رہی تھیں مدرسے میں کہ کھانا بناتے وقت درود شریف پڑھنے سے کھانے میں برکت بھی ہوتی ہے اور جو کھاتا ہے اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اتباع بھی نصیب ہوتی ہے۔ اس لئے تو میں......" عروہ بولتے بولتے پلٹی تو حلیمہ کو دیکھ کر چپ ہوگئی۔

"میں نے تمہاری تنہائی میں خلل ڈال دیا۔" حلیمہ نے مسکرا کر پوچھا۔

"نہیں آپا...... آپ کو کچھ چاہئے کیا۔" عروہ نے نرمی سے جواب دے کر پوچھا۔

"نہیں بیٹا، میں تو تمہارا ہاتھ بٹانے آئی تھی، ابا نے تمہارے بھائی، عاقب بھائی اور بچوں کو بھی بلایا ہے، تو کام ظاہر ہے زیادہ ہوگا، میں آئی تو تم اتنی مگن انداز میں اللہ سے ہم کلام تھیں کہ میرا جی نہیں چاہا تمہارا تسلسل توڑنے کو......" حلیمہ نے وضاحت دی۔

"اوہ...... آپا آپ اس بات کی بالکل فکر نہیں کریں، میں تو سب کے درمیان رہ کر بھی پریشان نہیں ہوتی، کیونکہ جس سے مخاطب ہوتی ہوں، وہ تو دل میں رہتا ہے۔" عروہ نے رازدارانہ سے انداز میں کہا تو حلیمہ کو ہنسی آگئی۔

"خوش رہو......" حلیمہ نے اس کو دعا دے کر رائتہ بنایا، سلاد بنایا۔

"میٹھے میں اتنی جلدی کیا بن سکتا ہے؟" حلیمہ نے پریشانی سے پوچھا۔

"اُف...... آپا آپ فکر کیوں کرتی ہیں، میں نے فریج میں دوپہر کو ہی کھیر بنا کر رکھ دی تھی، دو بڑے باؤل ہیں، بتائیں کم تو نہیں پڑ جائیں گے۔" عروہ نے چاولوں کا دم کھولتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں کم تو نہیں رہے گی، میں سوچ رہی ہوں عروہ کہ جب تمہاری بھی شادی ہو جائے گی تو ہمارے لئے یہ اہتمام کون کرے گا، کون ہمارا انتظار کرے گا۔" حلیمہ نے یکدم اداسی سے پوچھا۔

"ایسی غمگین سی باتیں نہ کریں آپا اور سوچ پوچھیں تو مجھ سے زیادہ ابا کو آپ لوگوں کا انتظار رہتا ہے۔"

"یہ...... یہ کیسی آواز ہے آپا؟" عروہ نے بات کرتے ہوئے الجھن سے پوچھا۔

"یہ اماں کی لگ رہی ہے آواز...... شاید وہ باتھ روم میں تھیں۔"

وہ دونوں بھاگ کر باتھ روم کے قریب آئیں تو دروازہ کھلا تھا اور اماں اندر ایسے اوندھی گری ہوئی تھیں، جیسے دروازہ کھولتے کھولتے گر گئی ہوں۔ وہ دونوں حواس باختہ سی ہوگئیں۔

"اماں...... اماں......" حلیمہ نے ان کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اٹھانے کی کوشش کی، مگر ان کا سر مسلسل اس طرح ہل رہا تھا، جیسے لقوے کے مریض کا ہلتا رہتا ہے۔

"ابا...... اباجی......" جب وہ دونوں سنبھال نہ پائیں تو عروہ نے ابا کو آوازیں دے ڈالیں۔

ان سب نے مل کر بمشکل اماں کو باہر نکالا، ان کو چارپائی پر لٹایا، ان کا منہ بہت سخت سا ہوگیا تھا، جیسے اکڑ گیا ہو، نعمت اللہ نے جلدی سے کمبل لاکر ڈالا، ابا ڈاکٹر کو بلانے چلے گئے، اماں کی حالت نہیں تھی کہ ان کو لے جایا جاسکے۔

"سر......" اسماعیل صاحب اپنے دفتر میں فائلوں میں سر دیئے مصروف تھے۔ جب ان کے اسسٹنٹ نے ان کو مخاطب کیا۔

"ہوں......" انہوں نے مصروف سا ہوں کیا تھا سر اٹھائے بغیر۔

"سر...... آج آپ نے سیٹھ فتح خان کو شنگریلا ہوٹل میں کھانے پر انوائٹ کیا ہوا ہے، سر پونے ایک ہو رہا ہے، آپ نے ان کو ڈیڑھ بجے کا وقت دیا ہوا ہے۔" اسسٹنٹ نے اشارہ پاتے ہی یاددہانی کروائی۔

"اوہ...... Thanks اویس، میں تو بھول ہی گیا تھا۔" اسماعیل صاحب نے فوراً قلم رکھ کر فائل بند کردی۔

"یہ تو میرا فرض تھا سر......" اس نے پیشہ وارانہ مسکراہٹ لبوں پر سجا کر کہا تو اسماعیل صاحب بھی جواباً مسکرادیئے۔ آفس کے ساتھ اٹیچ باتھ روم میں جاکر انہوں نے ہاتھ منہ دھوایا، فریش ہوکر وہ نکلے تو ایک بج چکا تھا۔

"میزبان کو مہمان سے پہلے استقبال کے لئے موجود ہونا چاہئے۔" ہاتھ پر بندھی گھڑی پر نظر دوڑاتے ہوئے انہوں نے سوچا۔ ان کو آتا دیکھ کر ڈرائیور مستعد ہوگیا، فوراً دروازہ کھولا، جب وہ ہوٹل پہنچے تو ڈیڑھ بجنے میں دس منٹ تھے، مگر اس سے پہلے کہ وہ اپنی بک کروائی ہوئی ٹیبل تک پہنچتے، ایک منظر نے ان کی آنکھوں میں مرچیں سی بھر دیں تھیں۔ ان کی فیکٹری کے sorSupervi (سپروائزر) کے ساتھ وہ عورت ان کی بیوی سویرا تھی۔ وہ ڈارک گرین کلر کی شیفون کی ساڑھی میں ملبوس تھی، جس کے بارڈر پر بہت خوبصورت دبکے کی نفیس سی بیل بنی تھی، بلاؤز بغیر بازو کے اور کاٹ دار گہرائی والے گلے کا تھا، وہ اس وقت کچھ اس طرح ہاتھ میز پر دھرے گردن کو جھکا کر بیٹھی تھی کہ سامنے والا خود بخود اس کی جانب مائل ہو جائے۔ ان کی بیوی ایک غیر مرد کے ساتھ اس قدر نازیبا انداز سے ملاقات کر رہی تھی، عزت اور غیرت کس چیز کو کہتے ہیں، شاید آج ان کی سمجھ میں آیا تھا۔ اگلے ہی لمحے وہ اس کے سر پر کھڑے تھے۔

"تمہیں ذرا بھی شرم نہ آئی، میرے ہی گھر میں نقب لگاتے ہوئے۔" سپروائزر کو کوٹ کے کالر سے پکڑ کر کھڑا کرتے ہوئے انہوں نے برداشت کی آخری حد کو چھوتے ہوئے پوچھا۔

"مس...... سر وہ میڈم...... میڈم نے خود بلایا تھا مجھے......" اس نے اٹک اٹک کر جملہ پورا کیا۔ سویرا جو ایکدم اسماعیل کو دیکھ کر گھبرا گئی تھی، اب خود پر قابو پاچکی تھی۔

"اسماعیل آپ بھی ناں...... حد کرتے ہیں، اس بیچارے کو کیوں مار رہے ہیں، دراصل اس نے گھر فون کیا تھا کہ مال تیار ہے، اس کی پیکنگ کے بارے میں آپ سے بات کرنا چاہ رہا تھا، آپ کل شہر میں تھے، نہیں تو میں نے اس کو کہہ دیا کہ صبح میں خود آکر دیکھ کر بتاؤں گی، میں دس بجے سے وہاں فیکٹری میں مغز خوری کر رہی تھی، اب بھوک سے برا حال تھا، اس لئے میں ہی اس کو ساتھ لے کر آئی ہوں۔"

"تمہیں کس نے کہا تھا تم فیکٹری جاؤ، ہمارے گھر کی عورتیں بزنس کے معاملات میں ٹانگ نہیں اڑاتیں، وہ گھر سنبھالتی ہیں، میں نے تم سے شادی بزنس سنبھلوانے کے لئے نہیں کی تھی، بزنس سنبھالنے کے لئے بہت عورتیں مل جاتی ہیں پیسے سے......" انہوں نے چبا چبا کر انتہائی سخت لہجے میں کہا تھا، مگر سامنے بھی سویرا تھی۔

"او، ہو...... اسماعیل آپ بھی ناں، کیا دقیانوسی قسم کی گفتگو کر رہے ہیں۔"

"سر! آپ کے گیسٹ آچکے ہیں۔" ویٹر نے آکر اسماعیل کو مخاطب کیا۔ مگر اسماعیل صاحب کا دماغ اس وقت دہکتا انگارہ بن چکا تھا۔

"آئندہ تم مجھے اپنی شکل بھی نہ دکھانا۔" اسماعیل صاحب نے زکریا کو وارننگ دینے کے انداز میں انگلی اٹھا کر کہا اور اپنی ٹیبل کی طرف بڑھ گئے۔ سویرا کی جانب

انہوں نے دیکھا تک نہیں، شاید ان کی شدید ناراضگی کا اظہار تھا۔

''سیٹھ فتح خان کو کھانے پر انوائٹ کرنے کا مقصد صرف ان کے ساتھ تعلقات استوار کرنا تھا، اگر ان کے ساتھ بات بن جاتی ہے تو لاکھوں کا نہیں، کروڑوں کا نفع ہوسکتا ہے، ایسے میں اسماعیل صاحب کیسے اس خوبصورت موقع کو گنوا سکتے ہیں، ویسے بھی سیٹھ فتح خان کو انوائٹ کرنا اتنا آسان کام بھی نہیں تھا، پچھلے دو ماہ کی مسلسل کوششوں کے بعد تو آج وہ ان کے ساتھ کھانا کھانے پر آمادہ ہوئے تھے۔'' غرض کہ اسماعیل صاحب کو اپنا موڈ ٹھیک کرنا پڑا، بظاہر وہ سیٹھ فتح خان کے ساتھ بہت خوش اخلاقی سے گفتگو کر رہے تھے، میزبانی کے تمام اوصاف سمیٹ کر بیٹھے تھے، مگر ان کا دماغ سویرا کی حرکت میں اٹکا ہوا تھا۔

''آج پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ ان کو خنساء بیگم کی بہت شدت سے یاد آئی تھی، کس طرح حقارت سے وہ ان کو ٹھکرا کر آئے تھے، ان کے پابند شریعت ہونے پر ان کو کس کس طرح زچ نہ کیا تھا، ان کے اپنے عمل پر مضبوطی سے جمے رہنے پر کیا کیا طعنے نہ دیئے تھے، حد تو یہ کہ ماں کو اس کے بیٹے سے جدا کر دیا، ظلم تو یہ ہے کہ بیٹے کو یہ باور کروایا کہ ماں مر چکی ہے، خود پسندی کی انتہا کہ پلٹ کر خبر بھی نہ لی، وہ کس حال میں ہوگی؟ کس کے سہارے اتنی زندگی کاٹی ہوگی؟ زندہ بھی ہوگی یا واقعی اس دنیا سے چل بسی ہوگی؟؟''

گاڑی ایک جھٹکے سے دفتر کی عمارت کے سامنے رکی تو ان کی سوچوں کا تسلسل بھی ٹوٹ گیا تھا۔

☆......☆......☆

''تمہیں دیکھ کر یوں لگتا ہے کہ تم منتخب شدہ ہو۔''

''کیا مطلب؟؟'' شیث نے حد درجہ حیرت سے استفسار کیا۔

من مے جویم و دیگراں مے جونید
تا دوست کرا خواہد میش یکدام است

مولانا ابراہیم نے ایک جذب کی سی کیفیت میں مولانا عبدالقدوس گنگوہی کا شعر پڑھا تھا، مگر وہ شیث کے سر پر سے گزر گیا تھا۔ آج ابراہیم صاحب اور شیث کئی دنوں بعد ملے تھے، ایک دوسرے کی خیریت دریافت کرنے کے بعد ابراہیم صاحب نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تو شیث کے سوال پر انہوں نے شعر پڑھا، اب وہ مسکرا رہے تھے۔

''اس کا مطلب یہ ہے کہ میں تلاش میں ہوں اور دوسرے بھی تلاش میں ہیں، مگر معلوم نہیں کہ دوست کس کو چاہتا ہے اور کس سے محبت کرتا ہے۔''

''دراصل تمہیں دیکھ کر تم سے مل کر یہ احساس ہوتا ہے کہ اللہ پاک نے تمہیں چن لیا ہے اس لئے یہ شعر سنایا، کچھ لوگ مجاہدے کرتے ہیں، بہت محنت کرتے ہیں، پھر بھی ان کو وہ احساس نہیں ملتا جو تمہیں بن چاہے، بن مانگے، بغیر طلب کے مل چکا ہے۔ اس شعر سے میرا مقصد یہی تھا کہ کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی محبت و قرب کے لئے بہت جدوجہد کرتے ہیں، پھر بھی یہ نہیں جان پاتے کہ اللہ تعالیٰ کو اس سے محبت ہے یا نہیں، یہ بات تو اللہ ہی جانتا ہے کہ کس کو کیا مقام عطا کرنا ہے، کس کو کیا درجہ دینا ہے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے محبت نہیں کرتا بلکہ اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ کچھ لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ اپنا راستہ آسان کر دیتے ہیں اور کچھ لوگ اسی مقام کو پانے کے لئے بہت محنت کرتے ہیں۔ ایک وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو خود رب تعالیٰ چن لیتا ہے، ان کو مراد کہتے ہیں۔ جو محنت کر کے اللہ رب العزت تک پہنچتے ہیں، ان کو مرید کہتے ہیں۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ ایک شخص تو اپنی دیانت، خلوص اور خدمت کی بناء پر اتنی ترقی کرے کہ بادشاہ اس کو اپنا نائب بنا لے اور ایک شخص ایسا ہے کہ اس کو بادشاہ خود چن لے اور اس کے لئے مربی مقرر کرے تا کہ وہ اس کی تربیت کرے،

اگر وہ نہ پڑھے تو اس کو زبردستی پڑھائے، زبردستی اس کی تعلیم و تربیت ہو، اسی بات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں فرمایا کہ ''مجھے ان لوگوں پر تعجب آتا ہے جو جنت میں جانا نہیں چاہتے لیکن ان کو زنجیر سے باندھ کر لایا جاتا ہے کہ انہیں جنت میں جانا پڑے گا۔'' مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تم مراد ہو۔ پہلے لوگوں میں شامل ہو۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''یعنی اللہ پاک جس کو چاہتے ہیں خود بخود اپنی جانب چن لیتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں، ان کو اپنا بنا لیتے ہیں۔'' شیث بیٹا، اگر تم غور کرو تو ان دونوں قسموں کا حاصل ایک ہی ہے ''اللہ تعالیٰ کی محبت'' مگر ذریعہ مختلف ہے۔'' ابراہیم صاحب نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر گویا اس کو حوصلہ دیا تھا، مگر شیث الجھ چکا تھا۔

''میں آپ کی بات کا مطلب اب بھی نہیں سمجھ سکا۔'' شیث کا انداز معذرت لئے ہوئے تھا۔ اس کی بات سن کر مولانا ابراہیم صاحب مسکرائے تھے۔ جیسے بڑے بچے کی نادانی پر مسکراتے ہیں۔

''دیکھو بیٹا، یہ جو ہماری زندگی ہے ناں......'' مولانا صاحب نے ہاتھ کے اشارے سے ایک پھیلاؤ کا سا انداز اپنایا تھا۔ وہ دونوں اس وقت مولانا ابراہیم کے مدرسے میں تھے، نماز مغرب کے بعد انہوں نے شیث کی خیریت معلوم کرنے کے لئے فون کیا تو وہ خود ہی ان کے پاس آ گیا تھا۔ مولانا صاحب اور شیث جامعہ کے دفتر میں بیٹھے تھے۔ شیث دل کی گہرائیوں سے ان کی گفتگو ہمہ تن گوش کر رہا تھا۔

''یہ بغیر وجوہات کے وجود میں نہیں آئی۔ جب نہ آسمان تھا، نہ زمین تھی، نہ پانی تھا، حتیٰ کہ سورج، چاند، ستارے کچھ بھی نہیں تھا، تب بھی یہ بات طے تھی کہ تم نے پیدا ہونا ہے اور اپنی زندگی کے اتنے ماہ و سال گزار کر اتنے دن بیت جانے کے بعد اس وقت اس لمحے مجھ سے بات کرو گے، یہ طے شدہ امر ہے بیٹا، تقدیر میں بہت پہلے لکھا جا چکا کہ دنیا کی پیدائش کے اتنے سال بعد میں تم سے یہ بات اس دن اسی وقت کروں گا تو بیٹا، ہماری زندگی میں رونما ہونے والے واقعات، حادثات بے وجہ نہیں ہوتے، ہر چیز کی، ہر بات کی وجہ ہے۔ جیسے یہ فرض کر لو کہ تمہارے بچپن سے ہی تم ماں سے محروم ہو تو یہ ماں سے محرومی بلاوجہ نہیں ہے، تمہارے ذہن میں یہ سوال کتنی ہی بار آتا ہوگا کہ میرے ہی ساتھ ایسا کیوں؟ ماں سے محرومی کی بدولت تم نے ماں کی محبت و اہمیت جانی، ہر لمحہ یہ احساس تمہارے اندر اجاگر ہوا کہ میری ماں ہوتی تو یہ ہوتا، وہ ہوتا، یعنی تم نے محبت کے احساس کو پالیا۔ اب محبت کا وجود تو تمہارے اندر موجود ہے، بس اس رب مہربان کے اشارے کی دیر ہے کہ اس محبت کی سمت بدل دے اور تم اللہ تعالیٰ کی محبت کو محسوس کرو، جس طرح ہر وقت، ہر لمحے تمہیں ماں کی یاد آتی ہے، بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ کی یاد آئے، کسی بھی محرومی کا احساس ہوتے ہی تمہیں یہ خیال آتا ہے کہ میری ماں ہوتی تو میرے ساتھ ایسا نہ ہوتا، پھر یہ خیال بدل جائے گا، پھر تمہیں خیال آئے گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مجھ سے محبت ہے کہ مجھے فلاں چیز نہیں ملی، اگر یہ چیز مجھے مل جاتی تو میں اللہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان اپنی من مانی کرنا چاہ رہا ہوتا ہے، مگر کر نہیں پاتا، جیسے بالفرض اذان کی آواز سے آنکھ کھل گئی، مگر ہم یہ سوچیں کہ ابھی سو جاتا ہوں، کچھ دیر میں پڑھ لوں گا، یا کل سے پڑھ لوں گا، یا یہ سوچ لیں کہ اذان اتنی بلند آواز سے دینے کا کیا مقصد ہے کہ دوسروں کی نیند ہی خراب ہو جائے، اتنا کچھ سوچنے کے باوجود ہم اذان سننے پر خود کو مجبور محسوس کریں، اذان سننے کے بعد سونے کی کوشش کریں تو ہر کوشش چوپٹ ہو جائے، بالآخر ہم یوں محسوس کریں کہ کوئی غیبی طاقت ہم سے وہ

اعمال کروا کر رہی ہے جو ہم کرنا نہیں چاہتے اور پھر اس سب کا اختتام یہ ہو کہ ہم نماز پڑھ لیں، پھر اپنے اندر ایک عجیب سی طمانیت کی لہر دوڑتی محسوس کریں، یہ ہے مراد ہونا، منتخب شدہ ہونا، ایک وہ لوگ بھی ہوتے ہیں بیٹا، جو الارم لگا کر نماز کے وقت جاگتے ہیں، بستر اچھا لگ رہا ہوتا ہے، مگر اللہ کی ناراضگی کا احساس چین لینے نہیں دیتا۔ نفس اور ضمیر کی کشمکش کا مرحلہ بڑا کٹھن ہوتا ہے، بہت ہی باریک لکیر ہوتی ہے ان کے درمیان، مگر جو لوگ سچی طلب رکھتے ہیں، وہ اس فرق کا موازنہ کر لیتے ہیں، ورنہ نفس کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں، پھر بیٹا، جو لوگ جو کوشش کرتے ہیں، وہ خود کو سمجھاتے ہیں کہ آج دنیا کی تھوڑی سی مشقت برداشت کر لوں، کل آخرت میں آسانی ہی آسانی ہو گی، کوئی بھی خیال آنے کے بعد شعوری طور پر اس کو اللہ کی جانب موڑ لینا، مثلاً چلتے چلتے پاؤں سے پتھر ٹکرا گیا، تکلیف تو ہوئی مگر اب دو طرح کی سوچیں آ سکتی ہیں کہ یہ پتھر مجھے اس لئے لگا کہ میرا گناہ معاف ہو جائے، یہ تو تھا پہلا خیال، یہ اس شخص کو آئے گا جو اللہ کے لئے محنت نہیں کرتا، بلکہ وہ چن لیا گیا ہے، دوسرا خیال یہ آئے گا کہ ہائے اتنی زور سے لگ گیا، مگر فوراً خود سرزنش کرے کہ یہ تو اللہ کی رحمت ہے، ایک ذرا سی چوٹ لگنے پر ایک گناہ معاف کرنے کا وعدہ ہے اللہ کا اور اللہ کا وعدہ جھوٹا نہیں ہو سکتا، یہ فرق ہے بیٹا مرید اور مراد میں، مگر یاد رکھنا کہ دونوں کا حاصل ایک ہی ہے، بس فرق یہ ہے کہ مراد کو وہ تکلیف و مشقت نہیں اٹھانا پڑتی، جو بار بار نفس سے مقابلہ کر کے مرید اٹھاتا ہے۔'' مولانا ابراہیم بہت ہی پرسکون انداز میں بیٹھے شیث کو یہ فرق سمجھا رہے تھے، مگر شیث کے دل و دماغ میں حیرتوں کے جھکڑ چل رہے تھے، من و عن مولانا صاحب نے اس کی کیفیت ہی تو بیان کر دی تھی، اس کو وہ دن یاد آیا، جب نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے فجر کی نماز ادا کی تھی، تقریباً دس دن ہوئے وہ بلاناغہ تہجد اور فجر ادا کر رہا تھا اور ایسا ہرگز بھی نہیں تھا کہ الارم لگاتا تھا یا شعوری کوشش کرتا تھا، بس آنکھ کھل جاتی تو جب تک وہ نماز ادا نہ کر لیتا، اس کو چین نہیں پڑتا تھا، ان دس دنوں میں اس نے جیسے کسی غیبی طاقت کے زیر اثر پانچ وقت کی فرض نمازیں ادا کیں تھیں، قبل اس کے کہ وہ کوئی سوال زبان پر لاتا، بانگ عشاء فضا میں بلند ہوئی، مولانا صاحب آنکھیں موند کر اذان کو انتہائی انہماک سے سماعت کرنے لگے، ان کے لبوں پر بڑی دلفریب سی مسکراہٹ تھی، ساتھ ساتھ وہ اذان دہرا رہے تھے، شیث نے اپنے ذہن میں کلبلاتے سوالوں کو آئندہ ملاقات تک موخر کر دیا تھا، چونکہ وہ جانتا تھا کہ اب ابراہیم صاحب عشاء کی جماعت کروانے کے بعد فوراً اپنے گھر چلے جائیں گے، شیث نے آج پہلی بار مولانا ابراہیم صاحب کے پیچھے کوئی نماز ادا کی تھی، نماز ادا کر کے گاڑی میں بیٹھنے کے بعد تک بھی وہ گم صم سا تھا۔

''کیا میں اس قابل ہوں کہ اللہ تعالیٰ جیسی ہستی مجھ سے محبت کرے؟''

وہ معصوم بے خبر نہیں جانتا تھا کہ حقیقتاً اللہ رب العزت ہی اپنے بندوں سے سچی محبت کرتے ہیں، بندے اللہ سے محبت نہیں کرتے، اگر بندے اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہوتے تو کیا کوئی انسان دنیا کے پیچھے بھاگ رہا ہوتا، ہرگز نہیں، جو بھی غور کرے گا، جان لے گا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کے دعوے میں سچا ہے، وہ دنیا کے پیچھے نہیں، بلکہ اللہ رب العزت کے پیچھے بھاگ رہا ہے، جس کو دنیا کی محبت میں مبتلا لوگ دقیانوسی کہتے ہیں۔

☆......☆......☆

''امی...... اب آپ کیسا محسوس کر رہی ہیں۔'' یحییٰ نے دھیرے سے خنساء بیگم کے قدموں کی جانب اس طرح بیٹھ کر کہ ان کے پاؤں اس کے ہاتھ میں تھے، پوچھا تھا۔

''الحمد للہ، ثم الحمد للہ...... میں بہت اچھا محسوس کر رہی ہوں۔'' وہ بدقت تمام مسکرائیں۔ ان کو گھر شفٹ ہوئے ایک ہفتہ ہو چکا تھا، مگر ان کی نقاہت بدستور قائم تھی۔ مگر وہ خود ہمت جمع کر کے بہت کوشش کر رہی تھیں کہ زیادہ عرصہ بستر کی نذر نہ ہو جائے۔ یقیناً یہی وجہ تھی کہ وہ اب بہتری کی طرف تیزی سے قدم اٹھا رہی تھیں۔

''امی...... آپ کی اس حالت کا ذمہ دار میں ہوں، پلیز مجھے معاف کر دیں۔'' یحییٰ نے اپنی آواز کی کپکپاہٹ پر قابو پا کر جملہ مکمل کیا تھا، مگر غالباً اس سے زیادہ کی اس میں ہمت نہیں تھی، ان کے قدموں پر سر رکھ کر سسک پڑا۔

وہ ننھے معصوم بچوں کی طرح ہچکیوں کے ساتھ رو رہا تھا، وہ زبان حال بیان نہیں کر سکا تھا، مگر وہ بزبان آنسو کہہ رہا تھا:

''اے ماں! تو عظیم ہے۔

اے ماں! تو خود پر جھیلتی رہی، تڑپتی رہی۔

اے ماں! تو نے مجھے پریشانیوں سے دور رکھنے کے لئے خود پریشانی مول لے لی۔

اے ماں! تو سب کی سنتی رہی۔ مگر زبان سے اُف تک نہ کی۔

اے ماں! ریشم سے زیادہ گداز قلب ہے تیرا اور میں اسی کو اپنے گمان کے غلیظ پنجوں سے نوچتا رہا۔

اے ماں! تو شفاف ترین ہستی ہے، مگر میں تجھ پر شک کے ناگ بٹھائے رہا۔

اے ماں! تو میرے ننھے سے ذہن کی گرہوں کو الجھنے سے بچاتی رہی اور میں خود ان کو الجھاتا رہا، الجھاتا رہا۔

اے ماں! تو نے تنہا نخلستان میں آبلہ پائی کی مشقت ڈھوئی اور مجھے اپنی ممتا کی آغوش میں سمیٹے رکھا۔ میں پھر بھی بھرتا رہا، بھرتا رہا۔

اے ماں! تو نے اپنے آنسو خشک کر کے میرے سکون و چین کی بھیک مانگی، میں پھر بھی بھٹکتا رہا، بھٹکتا رہا۔

اے ماں! تو مجھے اپنی آغوش میں سمیٹنے کی کوشش کرتی رہی، کرتی رہی...... اور میں اور میں...... بکھرتا رہا، بکھرتا رہا، بکھرتا رہا۔

اے ماں! کیوں اوڑھ کے رکھی تو نے چپ کی چادر......

کیوں؟

کیوں؟؟

کیوں؟؟؟

اے ماں! تو مجھے مارتی، تو مجھے ڈانٹتی...... پر

اے ماں! اپنے دل کا غم سناتی تو سہی......

اے ماں! تو عظیم ہے...... لیکن اگر تو ایسا کرتی تو...... تو تجھے دنیا کی عظیم ترین ماں کون کہتا۔

ماں! مجھے سمیٹ لے۔

ماں! میں تھک گیا ہوں۔

ماں! اپنی چپ توڑ دے۔

ماں! مجھے سمیٹ لے۔

ماں! مجھے اپنی ممتا کی آغوش میں گم کر دے۔''

''یحییٰ...... یحییٰ...... بس کرو بیٹا، بس کر، میری جان بس کر، میں تیرا رونا نہیں دیکھ سکتی۔ بس کر......'' خنسا بیگم کی نقاہت زدہ آواز پر یحییٰ نے ان کے قدموں سے سر اٹھایا۔

'' آج میں تجھے سب بتاؤں گی جو زبان سے نہیں، آنسوؤں کے ذریعے پوچھ رہا ہے، سب بتاؤں گی۔'' انہوں نے شفقت سے ہاتھ اٹھا کر اس کو قریب آنے کا اشارہ کیا۔ یحییٰ ان کے اشارے پر قریب آیا تو اسی ہاتھ سے اس کی کمر کا گھیراؤ کر کے اس کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ اپنی ممتا کی مہر اس کی پیشانی پر ثبت کی تو یحییٰ کی آنکھ سے موتی لڑھک ان کے ہاتھ پر چمکنے لگے۔ یحییٰ نے ان کے دونوں ہاتھ پکڑ کر باری باری بوسہ لیا تو انہوں نے مسکرا کر چھیڑنے کے سے انداز میں ہاتھ چھڑا لئے۔

"چلے بگلے......" یحییٰ ان کی آغوش سما گیا۔

"آج چاند نے ستاروں سے مدہم سی سرگوشی کر کے کہا، ماں، بیٹے کا عجیب ملن ہے۔ ستاروں نے کہا، آج عرصے سے گھٹن زدہ بادل چھٹ گئے ہیں، آج دلوں کا فلک شفاف ہے، ہمارے جیسے محبت کے ستارے چمک رہے ہیں، جو اپنی مدہم ہی سہی مگر پرخلوص ضیاء سے راستہ ہموار کر رہے ہیں۔ چاند نے شرما کر کہا کہ ماں اور چاند کا تعلق تو بہت پرانا ہے، تم تو راستہ دکھا رہے ہو اور ابھی ماں "میرا چاند" کہہ کر بیٹے کو ممتا کی وادی میں لے جائے گی۔" شاید خنسا بیگم نے ستاروں اور چاند کی مدہم مدہم سی سرگوشیاں سن لی تھیں۔ یحییٰ کو غنودگی سی کیفیت میں اپنی گود میں لٹا کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے کھنکتی ہوئی آواز میں "میرا چاند" کہہ کر پرسکون سی ہو کر آنکھیں موند لی تھیں۔

☆......☆......☆

ثریا بیگم کو اسپتال میں ایڈمٹ ہوئے تین دن ہو چکے تھے، ان پر شدید فالج کا اٹیک ہوا تھا۔ سفیان صاحب گھر میں جو سب کو جمع کر کے تھوڑی خوشی کا ماحول بنانا چاہ رہے تھے، وہ یکدم ہی قدرت نے پریشانی میں بدل دیا تھا۔ سب جمع ہوئے تو ایک متوقع دعوت کے لئے تھے۔ مگر قدرت کو یہی منظور تھا۔ سفیان صاحب کی ساری بیٹیاں ماں کی اس قدر سخت روئی کے باوجود دن رات ایک کر کے ماں کی خدمت کر کے آخرت کو سنوارنے میں مگن سی تھیں۔ فی الحال ثریا بیگم بولنے کی قوت سے بھی محروم تھیں۔ بقول ڈاکٹرز فی الحال کوئی حتمی جواب نہیں دیا جاسکتا، ممکن ہے کہ ان کے بولنے کی صلاحیت اجاگر ہو جائے یا ممکن ہے کہ اب آخر وقت تک وہ نہ صرف جسمانی طور پر بلکہ زبان سے بھی مفلوج رہیں۔

"کیا بتایا ڈاکٹروں نے؟؟" ثریا بیگم کو جس وقت فالج کا حملہ ہوا تھا، سب سے پہلے ان کے سب سے بڑے سپوت کو اطلاع دی گئی تھی، مگر ان کو آج چوتھے دن فرصت ملی تھی ماں کی خیریت معلوم کرنے کی۔ میمونہ کے شوہر ثاقب نے ساری تفصیلات سعد کے گوش گزار کر دی تھیں۔

"ہوں...... ایسے تسلط پسند لوگوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔" سعد نے ماں پر تجزیہ بھگارا تھا۔ ثاقب نے اس کا جملہ سن لیا تھا، مگر اپنی حیرانی پر قابو پا کر بات بدل گیا تھا۔

"جن بیٹیوں کو اماں نے کبھی کوئی اہمیت ہی نہیں دی، جن کو کبھی خود سے بڑھ کر پیار نہیں کیا، یہ ان بیٹیوں کا دل ہے کہ دن رات ایک کر رکھا ہے۔" سعد نے میمونہ آپا کو دیکھ کر پھر تلخی سے کہا تھا، جو اماں کو بمشکل سہارا دے کر بٹھانے کی کوشش کر رہی تھیں، مگر اماں کا وجود کچھ پہلے ہی فربی مائل تھا اور اب کچھ فالج کی وجہ سے بے جان ہونے کے سبب وزنی ہو چکا تھا، یہ سب دیکھنے کے باوجود سعد نے اٹھ کر بہن کی مدد نہیں کی، البتہ ثاقب اٹھ گئے تھے، سعد کا رویہ و انداز ایسا تھا کہ یوں لگتا تھا کہ اس کے دل میں ماں کے لئے محبت تو دور نرم گوشہ بھی نہیں ہے۔ ثریا بیگم کو ان دونوں میاں بیوی نے بمشکل تمام نیم دراز کیا تو ان کی نظر سامنے ہی بیٹھے سعد پر پڑی تو ان کی آنکھ سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔

"سعد تمہیں اماں اپنے قریب بلا رہی ہیں۔" میمونہ نے ان کے آنسوؤں کی زبان سمجھ کر کہا تو اماں نے بڑی تشکر آمیز نظر میمونہ پر ڈالی تھی۔

"میں یہیں پر ٹھیک ہوں۔" سعد نے ٹکا سا جواب دیا۔

"سعد بیٹا، بری بات ہے، والدین کا اپنا عمل خواہ کیسا بھی ہو، اولاد کو کوئی حق نہیں کہ ان کو ان کے اعمال کی سزا دینے کی کوشش کرے، والدین کافر بھی ہوں تو ان کا ادب و احترام فرض ہے، چلو اٹھو شاباش، اماں کے پاس آؤ اور تمہیں تو سب سے پہلے اماں کے پاس خود سے آنا چاہئے تھا، تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اماں کو تم سے کتنا پیار ہے۔" میمونہ آپا نے نرمی سے سرزنش کی

تھی۔ سعد بادل ناخواستہ اٹھ کر ثریا بیگم کے قریب جا بیٹھا، مگر اس کا انداز لٹھ مار قسم کا تھا۔ ثریا بیگم کی آنکھوں سے پھر بوندوں کی جھڑی لگ گئی تھی۔ وہ یقیناً بیٹے کی سرد مہری شدت سے محسوس کر رہی تھیں، مگر اس وقت تو اس قدر بے بس تھیں کہ زبان سے ایک لفظ بھی نہیں بول سکتی تھیں۔

"آپ کو پتہ ہے میمونہ آپا کہ ایک ماہ پہلے میری ہاں بیٹی ہوئی ہے، جس دن سے میری نور نے میرے آنگن میں آنکھ کھولی ہے، مجھے عورت کی عزت و احترام کا مطلب سمجھ آنے لگا ہے، پتہ ہے جب فریحہ اس کو چومتی ہے تو مجھے بے ساختہ اماں کا آپ سب کے ساتھ برتاؤ یاد آ جاتا ہے، خاص کر عروہ کے ساتھ، کوئی ماں اتنی سنگدل بھی ہو سکتی ہے۔" سعد بیٹھا تو ماں کے قریب ہی تھا، مگر مخاطب وہ میمونہ آپا سے تھا۔

"جب دل ہی ایک دوسرے سے دور ہوں تو خواہ انسان کتنی بھی قربت اختیار کر لے، مگر فاصلے نہیں مٹا پاتا۔" کل تک وقت ثریا بیگم کا تھا تو وہ بس سناتی تھیں، سننا ان کی سرزنش میں ہی نہیں تھا، مگر آج وہ صرف سننے پر مجبور کر دی گئی تھیں، یہ فیصلہ ان کی اولاد یا کسی انسان کا نہیں تھا، بلکہ قدرت تھا، جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دوسروں کی تلخی برداشت کرتے ہیں، سرد مہری کا جواب سرد مہری سے نہیں دیتے، باوجود بے قصور ہونے کے ہر طرح کی سزا صرف اللہ رب العزت کی رضا کی خاطر برداشت کر لیتے ہیں تو ان کے ہر ہر لمحے کا حساب خود اللہ رب العزت لے لیتے ہیں، خواہ انسان چاہے یا نہ چاہے۔

الجھتا ہے بشر گردش ایام میں کیسے کیسے
نہیں سوچتا قدرت کے بدلتے گردش دوراں
آج کر رہا ہے جو گردش لیل و نہار پر حکومت
جانے کل کیونکر ہوا اس پر گردش افلاک
قدرت کا نظام ہے بشر پر گرانی خاطر الطبع
گردش لیل و نہار میں چھپے پوشیدہ راز
کرتے ہیں متوجہ بشر کو
بھاگتے دوڑتے گزار دیئے شب و ایام
سمجھ ہی نہیں سکا بشر کہ سمویا ہے اپنے اندر
کیا کیا گردش دوراں نے
جانے کیسے پھنس جاتا ہے بشر
دنیائے فانی کے گرداب میں
ایک محور ہے زندگی کا
گردش ایام، گردش کیفیات و حالات میں
جو کھو دیا ہے بشر نے

☆......☆......☆

"تم رات کے اس وقت کس کے ساتھ بات کر رہی ہو؟" اسماعیل سویرا کے سر پر کھڑے پوچھ رہے تھے۔

"کک...... کک...... کسی سے بھی نہیں......" سویرا اس یکدم افتاد پر بوکھلا سی گئی تھی۔

"چٹاخ...... چٹاخ......" کی زناٹے دار آواز فضا میں گونجی تو سویرا، جو اس اچانک حملے کے لئے قطعی تیار نہیں تھی، چہرے پر ہاتھ رکھے حیرت کا بت بنی گویا حواسوں میں لوٹ آئی تھی۔

"میں نے پوچھا، کس سے بات کر رہی تھی؟" اسماعیل نے سوال دہرایا۔

"تم ہوتے کون ہو مجھ سے میری ذاتیات کی پوچھ گچھ کرنے والے۔" سویرا نے بپھری ہوئی شیرنی کی طرح چنگھاڑ کر پوچھا۔

"میں کون ہوتا ہوں پوچھنے والا؟؟ یہ سوال تم خود سے کرو سویرا بیگم...... اگر میں جانتا ہوتا کہ تم اس قدر کمزور کردار کی مالک ہو تو یقین کرو کہ بیوی بنانا دور کی بات، میں تمہیں سیکریٹری بھی نہ بناتا۔" اسماعیل صاحب کی گرجدار آواز میں شعلوں کی سی چنگاری بھڑک رہی تھی، جو یقیناً لمحے بھر میں سویرا کو آسمان سے زمین پر پٹخ سکتی تھی اور سویرا اتنی بے وقوف ہرگز نہیں

تھی کہ وقت سے پہلے لوہا گرم ہونے سے قبل ٹھنڈے برف لوہے پر چوٹ کرتی، لہٰذا اس کو انتظار کرنا تھا، اپنا خفیہ مشن پورا کرنا تھا۔ سویرا، جو رات کے دو بجے ٹیرس پر فیکٹری کے سپروائزر زکریا کو فون ملا کر نظر بچا کر بار بار اندر کمرے میں بھی جھانک رہی تھی کہ اسماعیل جاگ رہے ہیں یا سو گئے ہیں جب اس کو کامل یقین ہوگیا کہ وہ سوئے ہوئے ہی ہیں تو اس نے فون ملا کر بات شروع کی تھی، مگر وہ نہیں جانتی تھی کہ اسماعیل صاحب کوئی اس کے ہم عمر یا بے وقوف عورت کے چنگل میں پھنس جانے والے مرد نہیں ہیں، اسماعیل صاحب نہ صرف اس کی گفتگو سن رہے تھے بلکہ اس کی آج کل کی ہر حرکت پر بھی نظر رکھے ہوئے تھے، کچھ کاروباری پریشانی اور کچھ سویرا کی مشکوک سی حرکات و سکنات اور کچھ سے بھی زیادہ شیث کا بدلتا حلیہ، انداز، لب ولہجہ، جہاں ان کو پریشانی میں گرفتار کرتا تھا، وہیں خنسا بیگم کی یاد کسی کوڑے کی طرح سزا بن کر دل پر مسلط سی تھی، وہ خود بھی اس بات پر نہ صرف پریشان تھے بلکہ حیران تھے کہ پچھلے بیس بائیس سالوں میں کبھی خنساء بیگم کی یاد اس طرح نہ آئی، جیسے خود خنساء اپنا حق مانگ رہی ہوں، مگر سویرا کی ذرا سی خطاء سے خنساء بیگم کا خیال کسی خوشگوار جھونکے کی طرح دماغ کے چمن کو لہلا گیا تھا، مگر وہ خود بھی نہیں جانتے تھے کہ یہ یاد محض اتفاق نہیں تھی، ایک جھونکا نہیں ہے بلکہ اب تو ان کی یادوں کا طوفان ان کی زندگی میں برپا ہونے والا ہے۔ ایک تدبیر انسان کرتا ہے اور ایک تدبیر اوپر والا کرتا ہے اور بے شک ہر تدبیر کرنے والے سے بہتر تدبیر والا وہی اللہ رب العزت ہے۔ انسان زندگی میں درپیش معاملات، روزمرہ کے حالات و واقعات و کیفیات دنیا کا، زندگی کا حصہ سمجھ کر آگے گزر جاتا تھا، مگر غور نہیں کرتا کہ یہ سب تو طے شدہ ہے، حتیٰ کہ کسی کو کانٹا بھی چبھتا ہے تو یہ بھی لوح محفوظ میں لکھا جا چکا ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ انسان اس سب کو دنیا کا، زندگی کا حصہ سمجھ کر نظر انداز کر دیتا ہے، جبکہ ہر ہر لمحہ انسان کے لئے آنے والے کئی لمحات کی پیش گوئی کرتا ہے، حالات کے ذریعے کیفیات کے ذریعے، واقعات کے ذریعے ہر ہر ذریعے اللہ تعالیٰ انسان کو مخاطب کرتے ہیں کہ اے بشر بیدار ہوجا، اب بھی میرا ہوجا، مگر انسان سمجھتا ہی نہیں چونکہ سمجھنے کو تیار جو نہیں ہے۔ اگر انسان اپنی زندگی کے حالات وواقعات پر غور وفکر کرے تو یقیناً جان لے کہ ہر ہر معاملے کی ایک دوسرے کے ساتھ کڑی جڑی ہوئی ہے، وقتی طور پر انسان کو لگتا ہے کہ اس موقع پر یہ نہیں ہونا چاہئے تھا یا فلاں کام غلط ہوگیا، مگر آنے والے حالات واضح کر دیتے ہیں کہ قدرت نے جو کروایا وہ بالکل درست تھا۔ اگر انسان غور کرے تو سمجھے کہ دنیا میں، زندگی میں، کوئی بھی کام، یا بات، یا معاملہ، یا کیفیت، حالت کچھ بھی بے معنی نہیں ہے، ہر لمحہ خود دعوت الی اللہ ہے، بس انسان کی فکر کی دیر ہے۔ میں تمہارا بندوبست بھی جلد کرتا ہوں۔'' اسماعیل کا لہجہ ٹھنڈا برف تھا اور سویرا اس کی یخ بستگی سے ٹھٹھر گئی تھی۔

''آپ کو یقیناً غلط فہمی ہوئی ہے اسماعیل، میں تو امی سے بات کر رہی تھی۔'' لمحے بھر میں الفاظ و لہجے و انداز کا تغیر اسماعیل جیسے زیرک شخص سے پوشیدہ نہ رہ سکا۔

''ابھی تو تم پوچھ رہی تھی کہ تم ہوتے کون ہو اور اب آپ پر اتر آئی ہو۔ سویرا بیگم ابھی اناڑی ہو، جانتی ہو راز کو فاش کرنے کے لئے طرز تخاطب کا تغیر ہی کافی ہوتا ہے۔ بہرحال مجھے کسی وضاحت یا صفائی یا کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے، جا کر سو جاؤ۔'' سویرا خاموشی سے ان کے قریب سے گزر کر اندر بیڈروم میں چلی گئی۔ آج اس کا سارا پلان چوپٹ ہو چکا تھا۔

.................(جاری ہے).................

اس زندگی کے نشیب و فراز اور وقت و حالات کی موجوں کے پیہم یلغار سے ہر لمحے مقابلہ کرتے کرتے، ہر انسان، پرسکون ساحل کا آرزومند رہتا ہے، اس کے لئے وہ دنیا میں جھوٹے سہارے ڈھونڈتا ہے، ہر چمکنے والی چیز کو سونا سمجھ کر لپکتا ہے، مگر اپنی فطری تمناؤں کی تسکین پا نہیں سکتا ہے، آپ جانتے ہیں، انسان کی فطری تمنا کیا ہوتی ہے، آپ لمحہ بھر کے لئے اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھئے کہ جو میں کہہ رہی ہوں، وہ غلط ہے یا صحیح ہے، انسان کی فطری خواہش روحانی سکون ہے، انسان جسمانی سکون کی ہر بیش قیمت نعمت پا کر بے سکون، بے قرار ہی رہتا ہے، کیونکہ اسے روحانی سکون کی تشنگی مضطرب رکھتی ہے اور جب انسان کو روحانی آسودگی میسر آجائے تو جسمانی سکون کی بیش قیمت نعمتیں اسے بے معنی سی لگنے لگتی ہیں، میں اس بے سکونی و بے قراری کی اس کیفیت میں نہ جانے کتنے زمانے سے گرفتار تھی، دنیا کی ہر نعمت میرے پاس تھی، محبت کرنے والا شوہر، ذہین ترین پیارے پیارے بچے، روپے پیسے کی فراوانی، بہترین دوست، بہترین سوسائٹی میں اعلیٰ مقام، غرضیکہ عزت، دولت، شہرت، ہر چیز میرے قدموں میں تھی، پکنک، پارٹیوں کی دلدادہ، ہر فیشن کی شوقین، زندگی کے ہر حسن و رعنائی پر فدا، تقریبات کی رونق، محفلوں کی شیدائی، ایسی ہنستی مسکراتی رنگین دنیا میں رہنے کے باوجود میرے اندر کی دنیا اداس، بے قرار، بے رنگ تھی، پھر اچانک ہی پچھلے سال رمضان المبارک میں میری ساس کی آمد سے حقیقی خوشیوں کے در کھل گئے، ان کی لطیف و مہربان آغوش تربیت نے میرے دل کو وہ سکون و قرار عطا کر دیا، جس کی میری روح متلاشی تھی، اللہ رب العزت کا قرب، اس کی محبت و الفت، رمضان المبارک کا مہینہ تو ہر سال ہی آتا تھا، مگر مجھے تو اس کے فضائل و برکات، اس کے فوائد و برکات سمیٹنے کا ڈھنگ ہی نہیں آتا تھا، امی جان نے چاند رات کو مجھے میاں اور بچوں کو اپنے پاس بیٹھاتے ہوئے رمضان کی تیاریوں کے بارے میں پوچھا تو ہم نے اپنے سگھڑاپے کی داستان سنا ڈالی کہ ہم نے کتنے درجن سموسے، ایگ رولز، شامی کباب، دہی بڑے بنوا کر فریز کر لئے ہیں، کتنے کلو گوشت، مرغی، مچھلی، آٹا، چاول، بیسن، چھولے وغیرہ منگوا کر رکھ لئے ہیں، کتنے قسم کے مشروبات اسٹور کر لئے ہیں، سحری کے لئے انڈے، دودھ، کھجلہ پھینی، سب منگوالی ہے، سحری و افطار کے بہترین لوازمات آپ کی مہمان داری کے لئے آپ کو تیار ملیں گے اور پھر انہیں میں بیس دن کی مختلف دوستوں کے افطاری و سحری دعوتوں کی فہرست سنانے لگی، میری تمام باتیں بغور سن کر امی جان مسکرا کر کہنے لگیں، یہ مہینہ تو بھوکے و پیاسے رہنے کا ہے، شکم پروری کے اس پرہوس دور میں ہمیں یاد دلاتا ہے کہ اصل لذت بھوک و پیاس کی شدت کو برداشت کرنے میں ہے، یہ مہینہ محفلوں و دعوتوں کا نہیں بلکہ عبادت و تلاوت کا ہے۔

بقول شاعر:

سرکشی نے کر دیئے دھندلے نقوش بندگی
آؤ سجدے میں گریں لوح جبیں تازہ کریں

میرے بچوں، ہم تو وہ خوش قسمت ہیں، جنہیں ایک

دفعہ پھر رمضان المبارک کا بابرکت رحمتوں سے بھرا مہینہ نصیب ہوا، ماشاءاللہ، تم سب مجھ سے زیادہ تعلیم یافتہ ہو، باشعور ہو، معلومات رکھنے والے ہو، یقیناً روزے کے فوائد اور حکمتیں سب کچھ اچھی طرح جانتے ہو، مگر میرے بچوں صرف معلومات کے ہونے سے تم کوئی فائدہ نہیں اٹھاسکتے، جب تک عمل کی دنیا میں قدم نہیں رکھو گے، کچھ حاصل نہ کرپاؤ گے، رمضان کے محترم و مقدس ماہ کی رحمتیں، برکتیں سارے زمانے پر برستی ہیں، مگران رحمتوں و برکتوں کو سمیٹنے والے دامن کم ہی ہوتے ہیں، جس طرح سے بارش کا پانی ہر جگہ، ہر زمین پر برستا ہے، مگر دیکھو، ہر زمین کا ٹکڑا اپنی اپنی استعداد کے مطابق پانی جذب کرتا ہے، زمین جس قدر زرخیز ہوگی، اس قدر وافر مقدار میں پانی جذب کرے گی، پھر ویسے ہی عمدہ فصل دے گی، مگر جب یہی بارش کا پانی کسی بنجر زمین یا سخت چٹان پر گرے گا، تو نہ وہ پانی کو جذب کرے گا اور نہ عمدہ فصل اُگے گی، بلکہ پانی تو بنجر زمین اور سخت چٹانوں کے اوپر سے ان کو کوئی نفع پہنچائے بغیر ہی بہہ جاتا ہے، بیٹا یہی حال انسانوں کی فطرت اور دلوں کا ہے، رمضان المبارک کی رحمتیں و برکتیں وہی بانصیب خوش قسمت لوگ سمیٹ پاتے ہیں، جن کے دل ایمان کی مٹی سے زرخیز ہوں، ایمان سے خالی دل تو سخت چٹانوں کی طرح ہوتے ہیں، جن پر ان رحمتوں برکتوں کا نزول کوئی نفع نہیں دیتا ہے، تم لوگ رمضان کی تیاری کے لئے سب سے پہلے وضو کرو اور دو رکعت حاجات پڑھو کہ اللہ تعالیٰ ہدایت واستقامت عطا کرے اور ہمارے دلوں کو وہ زرخیزی عطا کرے کہ ہم اس عظیم مہینہ کی عظیم رحمتوں، برکتوں کو سمیٹ کر دین اور دنیا کی کامیابی حاصل کرسکیں، عشق حقیقی کی دولت تو روح کی غذا ہوتی ہے، اگر یہ دولت نہ مل سکے تو روح بے قرار، بے چین رہے گی۔ امی جان کا پرشفقت لہجہ دل کے زنگ کو دھونے اور دماغ کی گرہوں کو کھولنے لگا، دنیا کی چمک دمک نے تمہاری آنکھوں کو خیرہ کر رکھا ہے اور دل کو زنگ آلود...... بیٹا یہ دنیا تو ایک متاع ناپائیدار ہے، اصل منزل تو آخرت ہے اور آخرت کی فکر ہی دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے، رمضان المبارک کا مہینہ تو موسم بہار کی طرح اپنے رب سے بے پناہ قربت کا پیغام لے کر آتا ہے، رحمت و سکینت کا سیل رواں جاری ہے، اپنے لئے، اپنی اولاد کے لئے، پوری امت کے لئے دعائیں مانگو، یہی دعائیں دل کی گہرائیوں سے اٹھنے والی پیاس اور حاجت کی صدا ہے، جو زبان پر لفظوں کے پھول اور آنکھوں میں آنسو بن کر نکلتی ہے اور اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہوجاتی ہے، میرے بچوں اس ماہ کے لمحہ لمحہ سے نفع اٹھاؤ، فضول وقت مت گنواؤ، خسارے کا سودا نہ کرو۔

واقعی جب میں نے عمل کی دنیا میں قدم رکھا تو نالہ نیم شبی، آہ سحر گاہی نے میری روح کو وہ سیرابی عطا کردی کہ تمام تشنگی دور ہونے لگی، میری دل کی دنیا بدل گئی، دنیا کی محفلوں سے میرا دل گھبرانے لگا، اپنے رب کو خلوتوں میں پکارنا، اس سے باتیں کرنا اچھا لگنے لگا، روح کی گہرائیوں سے جب اللہ کی محبت کے چشمے پھوٹنے لگے تو یہ دنیا دو کوڑی کی بھی نہیں رہی، یہی حال اب میرا تھا، قرآن پاک کی تلاوت اس کے معنوں پر تدبر و تفکر نے تو میری بے قرار سوچوں کو جیسے قرار عطا کردیا، اس کے معجزاتی لفظوں میں اپنی حرارت، اتنی توانائی، اتنا گداز، اتنا وفور شوق ہے کہ میرا دل پگھل پگھل کر نئے سانچے میں ڈھلنے لگا، رسمی عبادتیں تو میں پہلے بھی کرتی، مگر واقعی جب میں نے دل کی گہرائیوں کے ساتھ عمل کی دنیا میں قدم رکھا تو یہ عبادتیں تو میری روح کی غذا بن گئیں، افطار وسحر کی پارٹیوں میں جانے سے زیادہ مزہ مجھے فقراء و مساکین کو کھلانے میں آنے لگا، پچھلے رمضان المبارک نے میرے دل پر وہ گہرے اخلاقی ونفسیاتی اثرات چھوڑے کہ اب رمضان کا مجھے اس شدت سے انتظار رہتا ہے کہ جیسے یہ میری "متاع حیات" ہو...........☆

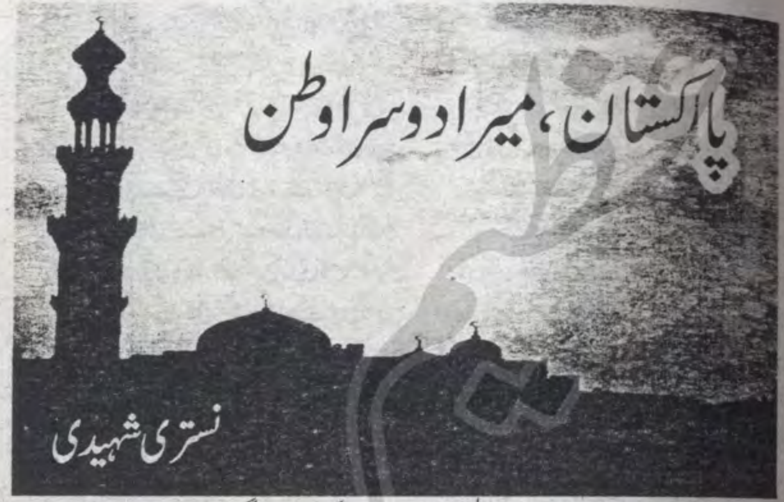

میرے بچپن کے دن ایک خوبصورت ساحلی شہر میں گزرے تھے، جہاں فطرت بہت لطیف تھی، پھولوں کی خوشبو، سمندر کی ہوائیں اور ایک خواب آفرین حسن، یہ سب آج بھی میری یادوں میں زندہ ہے، وہ دن جو روشنی سے بھرپور تھے اور ان میں بادلوں کے سائے دکھائی نہیں دیتے تھے، شعر، موسیقی، پھول اور ہوا میں رچی ان کی خوشبو......
لیکن میری قسمت میں ایک ہجرت لکھی ہوئی تھی جو میری زندگی کا ایک حصہ تھی اور اس سے گریز ممکن نہ تھا، زندگی مجھے اپنے دامن میں لئے چلتی رہی، اس تنکے کی طرح جو سمندر کی موجوں کے سامنے بے اختیار ہوتا ہے، زمین ہمیشہ کی طرح اپنے مدار میں گھومتی رہی اور آسمان خاموشی سے سر جھکائے تکتا رہا اور میں ایک سرزمین سے ہجرت کرکے دوسری سرزمین کی طرف گامزن ہوگئی، ہاں مجھے یاد ہے، جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو مجھے اپنے قدموں کا نشان تک دکھائی نہ دیا، میری آنکھوں کے سامنے ایک نیا رنگ، میرے دل میں ایک عجیب سی اجنبیت کا احساس اور ذہن میں ماضی کی یادیں تھیں، میں اپنے ماں باپ، بہن بھائی اور ملک کو پیچھے چھوڑ آئی تھی، مگر ان کی یاد میرے ساتھ سفر کررہی تھی، مجھے سعدی کا ایک مشہور شعر یاد آیا:

بگذار تا بگریم چون ابر بہاراں
گز سنگ نالہ خیزد روز وداع یاراں

(مجھے رونے دو، بہار کے بادلوں کی طرح، کیونکہ جس دن محبوب جدا ہوتا ہے، پتھر و سے بھی نالہ بلند ہوتا ہے)

جب صبح میں اپنے شہر سے روانہ ہوئی، ہلکی ہلکی بارش ہورہی تھی، ایک حسین اور سرسبز سڑک سے گزری، جس کے ایک طرف پہاڑ اور دوسری طرف دریا اور جنگل ساتھ ساتھ تھے، ان مناظر فطرت کا حسن مجھے ہمیشہ سکون اور مسرت دیتا تھا اور میری سوچ اور روح پر چھا جاتا تھا، مگر مجھے اب انہیں الوداع کہنا تھا، اب میری پرانی زندگی کی یادیں مجھے الوداع کہہ رہی تھیں، میں جارہی تھی اور اپنے آپ سے بھی جدا ہورہی تھی اور دوبارہ کب واپس آنا تھا، یہ بھی معلوم نہ تھا، مجھے معلوم تھا کہ میں اپنی ماں کی سبز آنکھوں اور اس کی آواز کے لئے ضرور اداس ہوجاؤں گی، اس لمحے میری آنکھوں سے ایسے آنسو میرے دل پر گرے، جو دکھائی نہیں دیئے اور ایسی آہ میرے دل سے اٹھی، جو کسی نے نہ سنی، اس تڑپ اور بے چینی سے کوئی آگاہ نہیں تھا۔

دریا، کہسار، چاند، تارے
کیا جانیں فراق و ناصبوری

شایان ہے مجھے غم جدائی
یہ خاک ہے محرم جدائی

جیسے یہ کل کی بات ہو، کراچی پاکستان کا وہ شہر ہے جہاں میں پہلی مرتبہ آئی تھی، ستمبر کا مہینہ تھا، میں رات کے وقت ایئر پورٹ پہنچی، ہوائی جہاز سے کراچی کا منظر رات کے وقت کافی خوب صورت دکھائی دے رہا تھا، ہر طرف رنگ اور روشنی کا نظارہ تھا، لیکن کراچی کا موسم، گرمی اور نمی کی آمیزش مجھے کافی مختلف لگی، مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ یہ آمیزش میرے وجود تک پہنچ چکی ہے۔

میں پاکستان کے بارے میں زیادہ نہیں جانتی تھی، دو تین پاکستانیوں سے ایئر پورٹ پر اور ہوائی جہاز میں ملاقات ہوئی، انہوں نے میری منزل کے بارے میں پوچھا، جب میں نے ملتان شہر کا نام لیا تو انہوں نے سر ہلا کر ملتان کی گرمی کے بارے میں بتایا، مجھے اپنی ماں کی بات یاد آئی، جو کہتی تھیں، تم گرمی سے ضرور مر جاؤ گی، لیکن میں گرمی سے نہیں مری، نہ ہی سردی سے اور نہ ہی درد جدائی سے، جو درد نا قابل برداشت تھا، انسان دکھ اور مشکلات محسوس ضرور کرتا ہے لیکن اس سے مرتا نہیں، اسے ہر طرح کے حالات سے سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے۔

ایئر پورٹ پر ایک پاکستانی عورت نے مجھے ''پانی'' کا لفظ سکھایا، اس وقت میں نے غور نہیں کیا، روانگی کی کیفیت اور تشویش اتنی عجیب تھی کہ میں کوئی دوسری زبان سیکھنے کے بارے میں اس وقت سوچ بھی نہیں سکتی تھی، پانی کا لفظ ایک پتھر کی طرح جو کنویں کی گہرائیوں میں گم ہو جاتا ہے، میرے ذہن کی گہرائیوں میں گم ہو گیا، بے قراری میرے سفر کو طویل تر کر رہی تھی، سو قسمت مجھے ایک نا معلوم سمت میں لے جا رہی تھی اور مجھے جرأت اور حوصلہ مندی سے آگے بڑھنا تھا، ایک ٹیڑھے میڑھے راستے سے نہایت احتیاط سے گزرنا تھا۔

اس سے پہلے مجھے ہجرت کا مفہوم معلوم نہ تھا، ہمیشہ سوچتی تھی کہ زندگی میں یکسانیت نہیں ہونی چاہئے، دنیا کے مختلف ملکوں کو دیکھنا مختلف لوگوں سے ملنا ہمیشہ سے میرا شوق تھا، مدت پہلے میں نے ایک چھوٹا سا مصرع پڑھا۔

آسمان ہم ہمہ جا سقف یکی زندان است
(آسمان بھی ہر جگہ ایک جیل کی چھت کی مانند ہے)

یہ حقیقت ہے، جہاں بھی جاؤ، آسمان کا رنگ وہی ہے۔ پاکستان اور یہاں کے لوگوں کے بارے میں لکھنا آسان نہیں، کوئی لفظ، جتنے بھی وسیع و عریض معنی رکھتا ہو، وہ سادہ انسانوں کی تصویر نہیں بنا سکتا، یہاں کا علاقہ، آب و ہوا، تہذیب و ثقافت، شعر و ادب، موسیقی لباس، غذا ہر چیز منفرد، مختلف اور دلچسپ و تعجب خیز ہے، پاکستان کے لوگ ہاتھ کی لکیروں اور آسمان کے ستاروں کے اثر پر بھی یقین رکھتے ہیں، ہر ملک اور اس کے رہنے والوں میں ایک ایسی چیز ضرور ہوتی ہے جو انہیں دوسرے ملک اور وہاں کے لوگوں سے منفرد اور خاص بناتی ہے، مجھے محسوس ہوا کہ یہاں کے لوگوں نے اپنے رہنے سہنے کا دستور کسی سے نہیں لیا ہے۔

جب صبح میں نے کراچی کو قریب سے دیکھا تو مجھے خوف سا محسوس ہوا، لوگوں کا ہجوم اور ٹریفک کا شور و غل میرے لئے یہ سب عجیب تھا، یہاں سکون کا احساس بالکل نہیں تھا، میں نے محسوس کیا، یہاں کے لوگ زندگی کی تگ و دو میں اس طرح سے مشغول ہیں کہ ان کی زندگی میں سکون کی کوئی جھلک دکھائی نہیں دیتی، مجھے اپنا پرسکون شہر یاد آیا، جو دنیائے جمال تھا، سمندر کے قریب تھا اور جہاں کے لوگ بھی بڑی دھیمی طبیعت کے مالک تھے، اب وہ مسافتوں کی گرد میں ڈوب کر بہت دور رہ گیا تھا اور میں اجنبی ہو گئی تھی، پردیس میں...... یہاں کا کھانا میرے لئے بہت مختلف تھا، اس کی پہلی خصوصیت سرخ مرچ کی فراوانی تھی، جس نے کھانے کو تند و تیز بنا دیا تھا، یہ پہلی چیز تھی، جسے قبول کرنا میرے لئے بہت ہی مشکل تھا، میں اعتراف کرتی ہوں کہ شروع شروع میں مجھے اس پر کبھی رونا بھی آتا تھا۔

دوسری عجیب چیز یہ تھی کہ میں نے پہلی بار کراچی میں لوگوں کو پان کھاتے دیکھا، ان کے حرکت کرتے منہ بہت عجیب نظر آتے تھے، بازار میں بھی ایک قسم کے تیل کی بو پھیلی ہوئی تھی، ایسا لگتا تھا کہ ایک بہت بڑا برتن جو تیل سے لبالب تھا، ٹوٹ گیا ہو اور اس کی بو نے سارے شہر اور بازاروں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہو، جب میں نے تیل سے بھری مختلف رنگ کی بوتلیں دیکھیں تو مجھے ایسا لگا کہ یہاں ہر چیز سے تیل نکالتے ہیں اور مختلف چیزوں کے لئے بالوں اور جلد پر استعمال کرتے ہیں، یہ شاید یہاں کی آب و ہوا اور ثقافت کا ایک حصہ ہے، کیونکہ میں نے پاکستان کی ضرب الامثال میں بھی تیل کا ذکر پڑھا ہے، مثلاً تیل دیکھو، تیل کی دھار دیکھو، ان تلوں میں تیل کہاں؟ پڑھو فارسی بیچو تیل، یہ آخری ضرب المثل جسے طنزاً بگاڑ کر پڑھا جاتا ہے، میرے لئے باعث تعجب تھی کہ یہاں فارسی کی قدر و قیمت اتنی کم ہو گئی ہے۔

کراچی میں سمندر کے کنارے ماحول بہتر تھا، جب میں اس وقت کے بارے میں سوچتی ہوں تو مجھے یہ خیال آتا ہے کہ شاید میں اپنے وطن کی جدائی کے غم میں اتنی غرق تھی کہ سمندر بھی مجھے گہرا دکھائی نہیں دیتا تھا، ساحل سمندر پر، اونٹ کی موجودگی کافی دلچسپ تھی، صحرا جانور سمندر کے کنارے ضرور لطف اندوز ہوگا۔

محبت کے ایک رشتے نے مجھے ایک اور دنیا سے منسلک کر دیا تھا، مجھے ایک لمبا سفر درپیش تھا، میری زندگی ایک انوکھے راستے پر جا رہی تھی اور کچھ دن بعد میں ملتان کی طرف روانہ ہو گئی، ایک پرانا اور تاریخی شہر مجھے اپنی طرف بلا رہا تھا۔

رات اپنے آخری لمحات گزار رہی تھی اور صبح کی دھیمی روشنی شفق پر نمودار ہو رہی تھی، اب چراغ اور آفتاب کے درمیان تمام چیزیں مدہم اور دھندلی دکھائی دیتی ہیں، لطف انگیز منظر میں ہماری ٹرین ملتان پہنچی، ملتان پہنچنے سے کچھ دیر پہلے میں نے سرخ رنگ پاکستانی لباس پہنا جو یہاں دلہن کا روایتی لباس سمجھا جاتا ہے، ایران میں دلہن کا لباس سفید ہے، یہ رسم میرے نادیدہ رشتہ داروں کے لئے تھی، میں سوچ رہی تھی کہ شاید وہ مجھے اپنے لباس میں دیکھنا پسند کریں گے، اگرچہ اس میں مجھے کچھ الجھن محسوس ہو رہی تھی، مگر میں اسے محسوس سے برداشت کیا۔

جب ٹرین اسٹیشن پر پہنچی، شہر کی لائٹیں جل رہی تھیں، ملتان شہر سحر کی سحر انگیزی میں خیال انگیز، طلسماتی اور کسی حد تک خوبصورت دکھائی دیتا تھا، ٹرین اسٹیشن پر رکی اور اب بھی میرے ذہن میں تازہ روشن اور واضح ہے، سارے لوگ خوش و خنداق، ذوق کے ساتھ مجھے خوش آمدید کہہ رہے تھے، مجھ پر مہربانی اور مسکراہٹ کی بارش برس رہی تھی، اس محبت سے سرشار استقبال نے نہ صرف مجھے بہت حیران کیا، بلکہ میرا دل موہ لیا، وقت بیدار ہونے اور بھاری بھر کم لباس پہننے کی اکتاہٹ کا احساس یکدم غائب ہو گیا، مجھ میں ایک نیا کیف ہوا اور میں خوشی سے سرشار ہو گئی، میں دل میں سوچ رہی تھی، خلوص اور پیار کا جواب کس انداز میں دوں، میں تو ان سب کو جانتی تک نہ تھی، ان کی زبان سے واقف نہ تھی، مگر ہمارے درمیان محبت کی چمک اور پیار کی زبان موجود تھی جو انسانی زبان مستحکم بناتی ہے، جو دو انجانوں کو شناسائی کے رشتے میں پرو دیتی ہے، بچوں سے لے کر بڑوں سب کے چہروں پر مسکراہٹیں تھیں، جو ان کی روحوں کے پیغام کو مجھ تک پہنچا رہی تھیں اور میں گلاب اور سفید چنبلی کی خوشبو کے ساتھ ملتان میں داخل ہوئی اور اس کی سڑکوں سے پہلی بار گزری، مجھے یوں لگا جیسے یہ پرانا اور پراسرار شہر اپنے اندر کئی داستانیں چھپائے ہوئے ہے، گویا اس کی خاموشی میں ہزاروں آوازیں سنائی دے رہی تھیں، ایسے لگتا تھا کہ یہاں آنے سے میری جگہ ہی نہیں بدلی بلکہ زمانہ بھی بدل گیا ہے، میں نے دل کی آنکھوں سے دیکھنے اور روح کے کانوں سے سننے کی کوشش کی، میرے دل کی اتھاہ گہرائیوں میں اس شعر کی گونج سنائی دی:

تو پای در راہ نہ وہیچ مپرس
خود راہ بگویدت کہ چون باید رفت

(تم راستے پر قدم رکھو اور کچھ مت پوچھو، راستہ تمہیں خود بتائے گا کہ کیسے جانا چاہئے......) اور یہ راستہ خودسپردگی کا راستہ تھا۔

میں نے اپنے آپ سے کہا کہ اب اتنے پہاڑوں اور دریاؤں سے گزرنے کے بعد مجھے بادبان کو چھوڑ دینا چاہئے، چپو کو ایک طرف رکھ دینا چاہئے، کیونکہ مجھے اب اپنی ناؤ اسی کنارے پر لگانا ہے، میں نے زندگی کا نیا سفر شروع کیا اور پہلے دن ایک چھوٹے مگر بہت صاف ستھرے اور پرسکون گھر میں داخل ہوئی، جو سرخ اینٹوں سے بنا تھا، سب چیزیں نئی اور کافی حد تک مختلف تھیں، میں سب کے چہرے اور آنکھوں میں شوق اور محبت دیکھتی تھی جو میرے لئے خوش آئند تھی، کچھ عرصے کے بعد گھر چھوٹے چھوٹے بچوں سے بھر گیا، جو قرآن مجید پڑھنے کے لئے آتے تھے اور ساتھ ساتھ اپنی استانی کی خدمت بھی کرتے تھے، وہ مجھے بڑے پیارے لگے، بچے جو کافی کمزور، معصوم اور خوبصورت تھے اور مجھے بہت غور، حیرت اور مسرت کے ساتھ دیکھتے تھے، وہ چست اور تیز خرگوش جیسے اپنی استانی کے فرمان پر ادھر ادھر بھاگتے پھرتے تھے اور میں سوچتی تھی، اس چھوٹے سے گھر میں ایک بڑی بادشاہت ہے، میں ان کی چستی پر حیران تھی، وہ اپنے پرانے اور لمبے لمبے کپڑوں میں بہت خوش تھے، وہ مجھے بھابی پکارتے تھے، میں نے اس کا مطلب پوچھا، جو مجھے بہت پسند آیا، یہ بھی اردو زبان کی ایک خصوصیت ہے کہ یہاں ہر رشتے کا کوئی نہ کوئی کام ہے، میرے لئے بچوں کی جلد کی رنگت اور ان کی لمبی لمبی اور کالی پلکیں بہت پرکشش تھیں۔

چند دن بعد، میری آمد کے سلسلے میں ایک تقریب منعقد کی گئی، جسے یہاں دعوت ولیمہ کہتے ہیں، کچھ رشتہ دار دوسرے شہروں سے بھی آئے تھے، اب بھی مجھے اس بوڑھی عورت کی بات پر ہنسی آتی ہے جو ایک رات مجھے دیکھنے کے لئے آئی اور بہت دیر تک مسکراتے رہے
مجھے دیکھنے کے بعد اس نے یہ کہا، پری جیسی خوبصور
لگتی ہے، مجھے اپنے بچپن کی وہ کہانیاں یاد آئیں
میں دور، بہت دور پریوں کے دیس کا ذکر ہوتا تھا اور یہ
اتفاق کی بات ہے کہ مجھے ہمیشہ خیالوں کی دنیا میں
اچھا لگتا تھا، خیالوں کی دنیا کتنی دلکش اور حسین ہوتی
اب میں سوچ رہی تھی کہ اس خیالوں کی دنیا کا سرچ
کہاں تھا؟ میرے بچپن کے خواب، پریوں کی کہانیا
میری روح کی ایک جستجو، شاید اس کا صحیح جواب مجھے
معلوم نہیں تھا۔ جب انسان جنم لیتا ہے اس وقت
اس کی روح ایک جستجو میں بے تاب رہتی ہے اور وہ
عمر اس جستجو کے ثمر کے حصول میں بسر کرتا ہے، جب
کی روح بچپن کی نادانیوں سے گزر جاتی ہے جو ہر ط
کے غموں سے بےفکری کا دور ہوتا ہے، پھر اس کے
جوانی کا بےپرواہ دور آتا ہے، جس میں مستیاں اور لغز
ایک ساتھ چلتی ہیں اور عمر کے اس بےپرواہ دور کے
ادھیڑ عمر کا دور شروع ہوتا ہے، جس میں انسان بہت
ایسی باتوں کے بارے میں سوچتا ہے، جن کے متعلق
نے کبھی بچپن اور جوانی میں نہیں سوچا تھا، کچھ باتوں
اسے قدرت کی طرف سے پہلے سے ملا ہوتا ہے اور
باتیں وہ یہاں دنیا کے تجربات سے سیکھتا ہے۔

میں نے زندگی میں ایک انوکھا راستہ اختیار کیا تھا
میرے باطن کی آواز تھی جو میں نے اپنی ابتدائی زندگی
بہت سے لمحوں میں بارہا سنی تھی، شاید ان جنگلیوں کی طر
جو بارش کی خوشبو کو دور سے محسوس کر لیتے ہیں، سقراط کہتا
کہ روح غیب دان ہے، سو انسان معجزوں کا ایک مجموعہ
ملتان میں سرائیکی زبان بولی جاتی ہے، حیرت
بات یہ تھی کہ شروع سے ہی لوگوں کی باتیں مجھے سمجھ
تھیں، اس کی وجہ شاید وہ شباہت تھی جو سرائیکی زبان
ایران کی اس علاقائی زبان میں پائی جاتی تھی جو ا
کے شمال میں بولی جاتی ہے اور جس کو گیلکی یا گیلانی

ہیں، میں نے دیکھا کہ کچھ الفاظ کا تلفظ تقریباً یکساں ہے یا بہت تھوڑا فرق پایا جاتا ہے اور معنی دونوں کے ایک جیسے ہیں، اس بارے میں مجھے مزید غور کرنے کا موقع نہ ملا۔

اردو زبان بھی فارسی سے کافی قریب ہے، لیکن اس میں چند ایسے حروف ہیں جن کا تلفظ فارسی بولنے والوں کے لئے مشکل ہے، مجھے یاد ہے کہ چھوٹے بچے بھی میری غلطی کو جو ان حروف کے تلفظ کی ادائیگی میں ہوتی تھی، سمجھتے اور مجھے بتاتے تھے، مجھے اس بارے میں سوچنا پڑا، میں حروف کے تلفظ کا یہ فرق محسوس نہیں کر پاتی تھی، شاید یہی وجہ تھی کہ مجھ میں سالہا سال تک اردو زبان سیکھنے کا کوئی شوق نہیں تھا اس راستے کے پیچ وخم، تانیث وتذکیر اور کا، کے، کی تھے جو مجھے مشکل لگتے تھے، مجھے اپنی زبان سے عشق تھا، اس کے ادب کا اثر بچپن سے میری روح کی تار و پود میں تھا، میں نہیں چاہتی تھی کہ اسے ایک طرف رکھ دوں اور وقت گزرنے کے ساتھ اسے بھول جاؤں۔

لیکن بالآخر یہاں رہنے کی وجہ سے حسن اتفاق ہے کہ اردو زبان نے مجھے اپنی طرف مائل کر ہی لیا اور میں نے اسے خندہ پیشانی سے قبول کیا اور اسے سیکھنے اور یاد کرنے کی بھرپور کوشش کی، میں نے اپنے اندر ایک نئی روح محسوس کی، ایک نیا دریچہ کھولا جس نے مجھے ایک نئی اور اچھوتی دنیا سے متعارف کرایا، کہتے ہیں کہ زبان ایک ایسا ہتھیار ہے جسے جتنا استعمال کیا جائے وہ اتنا ہی تیز ہوتا ہے اور میں اس جدوجہد میں مصروف ہوگئی۔

مجھے زبان کے علاوہ آب وہوا کے ساتھ بھی سمجھوتا کرنا تھا، ملتان میں فطرت کبھی کبھی بہت سخت مزاج ہو جاتی تھی، اس کے علاوہ مجھے بعض اوقات خوفناک تنہائی کا احساس گھیر لیتا تھا، احساس تنہائی اور خوف بہت قریب قریب رہتے ہیں، ان دونوں کو جو لکیر جدا کرتی ہے، وہ بہت باریک ہے، بعض اوقات جب انسان خود کو دوسروں سے مختلف دیکھتا ہے تو تنہائی محسوس کرتا ہے، اس تنہائی کا تعلق حس سے نہیں ہے بلکہ روح سے ہوتا ہے، جب میں بچپن میں سمندر میں تیرتی تھی اور کبھی ساحل سے دور ہو جاتی تھی تو وہاں سے ساحل اور ساحل پر کھڑے لوگ بہت چھوٹے چھوٹے نظر آتے تھے، اس لمحے میں اپنے اردگرد نظر ڈالتی تو مجھے دور دور تک کوئی دکھائی نہ دیتا، تنہائی کا شدید احساس اس وقت مجھے گھیر لیتا اور مجھے بہت گھبراہٹ محسوس ہوتی، وہ خوف ڈوبنے کا ہوتا تھا اور اردگرد کوئی بچانے والا نظر نہیں آتا تھا، سالہا سال اسی طرح کے احساسات نے مجھے گھیرے رکھا۔

میرے لئے یہ بات کافی دلچسپی کا باعث تھی کہ مجھ سے تقریباً سات سو سال پہلے میرے وطن کے مشہور شاعر فخر الدین عراقی کو بھی تقدیر اس شہر میں کھینچ لائی تھی، ان کا اپنا یہ شعر تقدیر کی طرف اشارہ کرتا ہے، وہ کہتے ہیں:

در محیط ہستی عالم، بجز یک موج نیست
باد تقدیر است بہ ہر جانب روان انداختہ
صد ہزاراں گوہر معنی و صورت ہر نفس
موج ایں دریا بہ پیدا و نہان انداختہ

(محیط ہستی عالم میں ایک موج کے سوا کچھ نہیں، وہ تقدیر کی ہوا ہے جو ہر جانب چلتی ہے۔ اس سمندر کی موج ہر لمحے معنی اور صورت کے لاکھوں گوہر ڈھونڈتی ہے اور چھپاتی ہے)

فخر الدین عراقی قلندروں کا پیچھا کرتے ہوئے یہاں پہنچے تھے اور یہاں ان کی ملاقات سہروردی سلسلے کے مشہور بزرگ حضرت خواجہ بہاء الدین زکریاؒ سے ہوئی، وہ ان کی صحبت کے اسیر ہوگئے، حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے انہیں لوگوں سے دور خلوت میں بٹھا دیا، وہ دس دن گوشہ نشین رہے تو گیارہویں دن ان پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔

حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے فیض صحبت سے عراقی میں باطنی استعداد پیدا ہوئی، انہوں نے عراقی کو نہ صرف اپنا خرقہ دیا بلکہ اپنی بیٹی بھی ان کے نکاح میں دے دی، عراقی پچیس سال تک ان کی خدمت میں رہے اور ان کی رحلت کے بعد ہی انہوں نے ملتان چھوڑا۔

میں نے یہاں آنے سے پہلے ملتان کے بارے میں یہ کہاوت بھی سن رکھی تھی:

چہار چیز است تحفہ ملتان
گردو گرما، گداو گورستاں

کہتے ہیں کہ مشہور ایرانی شاعر سعدی ملتان آئے تھے اور اس وقت انہوں نے ملتان کے بارے میں اپنے تاثرات کو اس شعر میں بیان کیا تھا جو اب ملتان کی پہچان بن چکا ہے، سعدی شیرازی کے ملتان آنے میں کس حد تک سچائی ہے، مجھے معلوم نہیں، بہر حال میں نے اس شعر کو ایک بہت دلچسپ زاویہ سے دیکھا تھا اور اسے مبالغہ آمیز سمجھا تھا، میری مہم جو طبیعت نے مجھے شاید اکسایا ہو کہ میں جاؤں اور اس شعر کی صداقت معلوم کروں، لیکن یہ سب سچ ہوجائے گا اور میں ملتان پہنچ جاؤں گی، یہ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا، جب میں نے پہلی بار یہ شعر سنا تھا تو نجانے کیوں ایک ہیجان انگیز کیفیت محسوس کی تھی اور شعر کے مفہوم کے برعکس میں نے سوچا کہ کتنا دلفریب منظر ہو کہ گرد و گرما میں گداؤں کے درمیان کوئی گورستان جائے، جب میں یہاں آئی تو جانا کہ سعدی کے اس شعر میں کتنی سچائی اور صداقت ہے۔

ملتان کو قبروں کے شہر کا نام دیا گیا ہے، جیسے شیراز کو گل وبلبل کا شہر اور استنبول کو میناروں کا شہر کہتے ہیں، حقیقت میں اس شہر میں بے شمار گورستان ہیں، قبرستان شہر کی ہر سڑک پر نظر آتا ہے، ایسے لگتا ہے کہ لوگ اپنے مردوں کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں، مجھے ابھی تک یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ ملتان میں شہر کے اندر اتنی قبریں اور قبرستان کیوں ہیں، حالانکہ ایران میں قبرستانوں کو شہر سے باہر بناتے ہیں اور تقریباً ہر پچاس سال بعد ان کو مٹا کر دوبارہ بناتے ہیں، شاید اسی لئے ہر شہر میں ایک یادو قبرستان دکھائی دیتے ہیں، اگرچہ میں نے سنا کہ بہت غم اور خوشی میں قبرستان جانا چاہئے، زندگی اور موت کے بارے میں سوچنا چاہئے لیکن ان قبروں کو دیکھ کر میں سوچتی تھی کہ کیا اس شہر کے باسی اپنے مردوں سے زیادہ پیار کرتے ہیں؟ اس لئے قبریں صدیوں اپنی شکل میں محفوظ رہتے ہیں؟ بہر حال قبرستان ہر وقت آنکھوں کے سامنے ہونا، ہر راستے، ہر گلی، ہر موڑ مل جانا، انسان کو غور وفکر پر آمادہ کرتا ہے، مجھے خیام کا یہ شعر یاد آتا تھا اور میں سوچتی تھی کہ اگر وہ یہاں ہوتا تو اس سے زیادہ جاندار شعر کہتا:

این کہنہ جہان بہ کس نماند باقی
رفتند و رویم و دیگر آیند و روند

(یہ پرانی دنیا کسی کے ساتھ ہمیشہ نہیں رہے گی، ... بھی چلے جائیں گے اور کئی (نئے) آئیں گے اور ... جائیں گے)

ان سب چیزوں کے علاوہ ملتان کا آسمان بہت ... اور روشن ہے۔ (تمام صبحوں میں زندگی مہکتی اور مسکراتی ہے) یہاں کی زمین بہت زرخیز ہے، یہاں جو بیج ڈالیں وہ اگ جاتا ہے، یہاں سورج فقیر اور غنی، ہر کسی پر یکساں اپنی روشنی نچھاور کرتا ہے، سنہری دھوپ انسان سے کہتی ہے کہ زندگی کا ہنگامہ چلتا رہتا ہے ور امید کی راہیں کھلی ہیں، رات کو آسمان پر چمکتے ہوئے ستارے ایک حسین منظر پیش کرتے ہیں اور ان کے گیت رات کی گہری خاموشی میں سنائی دیتے ہیں، یہاں رنگ برنگے پرندے چہچہاتے ہیں، وہ انسانوں کے اردگرد اڑتے پھرتے ہیں اور منڈلاتے ہیں، میں نے محسوس کیا کہ یہاں کے پرندے اور جانور انسانوں سے بہت قریب ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے، جیسے فطرت کی ساری مخلوق ساتھ ساتھ زندگی گزارتی ہے اور میں ان سب چیزوں کو اپنی زندگی میں شریک سمجھتی تھی، مجھے یاد آتا ہے کہ ایک دن ایک خوبصورت گلہری ایک خاموش گرمی کے دن ہمارے ... کے درخت سے نیچے اتری اور میرے بیٹے کی ایک قمیص جو رسی سے زمین پر گر گئی تھی، اپنے ساتھ درخت کے اوپر لے جا رہی تھی، میں حیران کمرے سے اسے دیکھ رہی تھی اور جب میں باہر آئی اور اس کی طرف گئی تو وہ اس قمیص

جو باریک سفید ململ سے بنی ہوئی تھی، راستے میں چھوڑ کر درخت پر چڑھ گئی، میری سمجھ میں نہ آیا کہ وہ اس لباس و کس مقصد کے لئے لے جا رہی تھی، پہلے بھی اسی طرح ایک قمیص گم ہو چکی تھی، بعد میں جب میں نے اس بارے میں پوچھا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ جانور اپنے نومولود بچوں کے لئے نرم جگہ فراہم کرنے کا بندوبست کرتے ہیں۔

یہاں کی عورتیں کافی جفاکش ہیں، میں نے یہاں ایسی عورتیں بھی دیکھیں جو سڑکوں پر جھاڑو دیتی تھیں اور یہ شاید میرے لئے سب سے افسوس ناک منظر تھا جو ابتدا میں میری آنکھوں کے سامنے آیا اور اس منظر کو برداشت کرلینا بہت مشکل تھا، ان عورتوں کا ضرور کوئی باپ، بھائی، خاوند یا بیٹا ہوگا، بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ ان عورتوں میں سے بیشتر مسلمان نہیں ہیں، لیکن میں سوچتی تھی کہ ان کا مسلمان نہ ہونا، اس کام کے کرنے کے لئے کوئی جواز فراہم نہیں کرتا، میں نے ایسی عورتیں بھی دیکھیں جو بڑے بڑے درختوں پر چڑھ جاتی تھیں اور درخت کی شاخوں کو اپنے مویشیوں کے لئے کاٹتی تھیں، یہ عورتیں چہرے مہرے کے لحاظ سے بھی دوسروں سے کچھ مختلف تھیں اور ان کے ناک میں بڑے بڑے زیور آویزاں تھے، بعد میں مجھے پتہ چلا کہ اسے نتھ کہتے ہیں، بعض عورتیں تو اپنے سروں پر ڈھیروں ڈھیر اینٹیں اٹھائے، شدید دھوپ میں مزدوری کرتی دکھائی دیتی تھیں اور دوسری طرف بعض ایسی عورتیں بھی میں نے دیکھیں جو اپنے چہرے کو مکمل طور پر نامحرموں کی نظر سے چادر کے نیچے چھپائے رکھتی تھیں، اس فرق کی بنیاد امیری اور غریبی ہے، میں نے ایسی عورتیں بھی دیکھیں جو بازار میں خود بات نہیں کرتیں، ان کو جو چاہئے، وہ اسے دوسروں کے ذریعے خریدتی ہیں، وہ اپنے گھروں میں یا بیٹھی یا لیٹی رہتی ہیں، چھوٹے چھوٹے ملازموں سے، جن میں بچے اور بچیاں دونوں شامل ہوتے ہیں، گھر کا کام کراتی ہیں، بچے جن کی یہ عمر کھیلنے کودنے کی ہوتی ہے، انہیں ان سے کوسنے سننے اور سہنے پڑتے ہیں، آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ میں اس نئی دنیا میں اور مختلف ماحول میں کتنی حیران ہوئی ہوں گی۔

تخلیق کائنات کے دلچسپ جرم پر
ہنستا تو ہوگا آپ بھی یزداں کبھی کبھی

اور یہی چیزیں ایک دن ان سب تجربات کو ضبط تحریر میں لانے کا باعث بنی ہیں۔

میرے لئے یہ بات بھی بڑی حیرت انگیز تھی کہ یہاں عورتیں گھروں میں روٹیاں پکاتی تھیں، جب کہ ایران میں ایسا کوئی منظر میں نے نہیں دیکھا تھا، ایران میں گھروں میں روٹی پکانے کا کوئی تصور نہیں ہے، وہاں روٹیاں بازار سے خریدی جاتی ہے، صرف سالن اور چاول گھروں میں بنائے جاتے ہیں، میں نے طویل عرصے تک اس ہنر مندانہ فن کو مشاہدہ کیا اور پھر بڑی مشکل سے سیکھا۔

خواتین کا یہ ہنر بھی قابل تعریف ہے کہ وہ یہاں کی کم سبزی سے کتنا مزیدار سالن بنا لیتی ہیں، میرے لئے یہ بہت بڑا راز تھا جو آہستہ آہستہ مجھ پر کھلا کہ بہت کم سبزی سے مزیدار سالن کیسے بنایا جاسکتا ہے، اب میں خود اتنی ہنر مند ہوگئی ہوں کہ ان تھوڑی، تھوڑی سبزیوں سے اچھا سالن بنالیتی ہوں۔

ہاتھ کی مختلف دستکاریاں عورتوں کے لئے یہاں ایک طرح کسب معاش کا وسیلہ ہیں، عورتوں کے ہنر مندانہ ہاتھ یہاں رنگوں اور خوبصورتی کے امتزاج سے ایک تخلیقی ہنر جنم دیتے ہیں، وہ انہیں کم قیمت پر فروخت کرتی ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ہنر غربت سے جنم لیتا ہے اور امارت میں دم توڑتا ہے، یہاں غربت اور قناعت غریبوں میں برابر موجود ہے، میں خاص طور پر ان عورتوں کو جو بڑے صبر کے ساتھ محنت کرتی ہیں، قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہوں، بچوں کی تعداد ہر گھر میں زیادہ نظر آتی تھی، چھوٹے اور نومولود بچوں کی سرمے سے بھری آنکھیں بہت حیرت انگیز نظر آتی تھیں، ایسے لگتا تھا کہ آپ آنکھوں کو نہیں بلکہ ایک پرانی روح کو دیکھ رہے ہیں،

کہتے ہیں کہ آنکھیں ایک دریچے کی مانند ہیں جو ہماری روح کی دنیا کی طرف کھلتا ہے، انسانوں کی روحیں جو سب ایک زمانے میں پیدا ہوئی ہیں اس دنیا میں جتنی دیر سے آتی ہیں، اتنا ہی پرانی ہوتی ہیں۔

جب ملتان کی مختلف سڑکوں اور جگہوں کو دیکھنا مجھے میسر ہوا تو میں نے محسوس کیا کہ عمارتوں اور راستوں کے علاوہ کافی لوگ ایسے نظر آتے جو قدیم زمانے کے دکھائی دیتے ہیں، یہاں کے لوگ توہمات پر بھی کافی حد تک یقین رکھتے ہیں، اگر کوئی فرد ایک نامعلوم بیماری سے تکلیف میں ہو تو کہتے ہیں کہ اس پر کوئی سایہ ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک آوارہ روح اس کو عذاب دیتی ہے، لیکن کیوں اور وہ کون سی روح ہے، معلوم نہیں، اس روح سے آزاد ہونے کے بھی مختلف طریقے استعمال کرتے، خاص طور پر پیروں اور دعاگوؤں سے متوسل ہوتے ہیں، اس بات پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ کچھ روحیں بعض گھروں میں رہتی ہیں اور حتیٰ بعض کمروں پر بھی قبضہ کرلیتی ہیں اور کسی کو اندر آنے کی اجازت بھی نہیں دیتیں، یہاں ایک بچے کو اپنے دادا کی قبر کی مٹی اس لئے چٹاتے ہیں کہ وہ اس کی یاد کو بھلا سکے اور ایک نرم خو انسان کو پتھر چوسنے کے لئے دے دیتے ہیں، تاکہ وہ سنگدل ہوجائے، اسے صبر آجائے اور زندگی کی تکلیف اور دکھ کو برداشت کرے، ایک نوجوان لڑکی کو کسی نامعلوم وجود (جن) نے اتنا مارا کہ وہ مرگئی، اس کے جسم پر جن کے مارنے سے نیل پڑ جاتے تھے، ایک پیر کا کہنا تھا کہ اس نے قبرستان میں ایک جن کے بچے کو پاؤں تلے روند کر ماردیا تھا اور وہ اس سے انتقام لے رہے تھے۔

میرے ملتان آنے کے ابتدائی دنوں میں، ایک مشہور حکیم نے مجھے بتایا کہ اس کی ملاقات شیطان سے ہوچکی ہے اور وہ اس طرح کہ ایک دن اچانک ایک لمبا سا آدمی جو سرتاپا کالے کپڑے پہنے ہوئے تھا، میرے مطب میں آیا، ان دنوں، میں ذکر الٰہی اور عبادت میں بہت مشغول رہتا تھا، گھنٹوں تسبیح پڑھتا تھا، وہ آدمی ا[illegible] اور شکل وصورت سے مختلف دکھائی دیتا تھا، اس کا [illegible] ساتھی بھی تھا جو باہر کھڑا رہا، اس کی گاڑی بھی گلی کے [illegible] اس کا انتظار کررہی تھی، اس نے مجھ سے کہا کہ تم ان [illegible] حد سے زیادہ پڑھ رہے ہو اور یہ تمہارے لئے اچھا [illegible] ہوگا، تم ایک اللہ کی تسبیح کرتے ہو اور عبادت صرف [illegible] خدا کے لئے جائز سمجھتے ہو لیکن جان لو کہ اللہ ایک نہیں [illegible] ہیں (نعوذباللہ) اس کے بعد اس نے ایک ورق جس [illegible] عربی تحریر موجود تھی، جیب سے نکالا اور اس کو آگ لگا[illegible] پھر اس کو میری طرف پھینکا، یہ ورق جب زمین پر گر[illegible] اس کے دو حصے ہوگئے، اس نے کہا، دیکھو، یہ بھی دو ہو گ[illegible] سمجھو ہر چیز اس دنیا میں دو ہیں، یہ کہہ کر اٹھا اور چلا گ[illegible] دوبارہ کبھی نظر نہیں آیا، یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ وہ کون [illegible] لیکن اس دن کے بعد حکیم صاحب کی عبادات میں ک[illegible] نہ کوئی رکاوٹ آتی رہی اور وہ بہت کوشش کے باوجود [illegible] روزانہ کی فرض نماز کو بہت عرصے تک موقع پر ادا [illegible] کرسکے، البتہ ان سب چیزوں کے باوجود انسان [illegible] رجوع ہمیشہ اللہ کی طرف ہے اور اس کی فطرت میں اللہ [illegible] عشق اور اس کی چاہت موجود ہے، اس لئے وہ آخر [illegible] شیطان پر غالب آجاتا ہے۔

ایک اور آدمی کے بارے میں، میں نے سنا کہ ا[illegible] چلے کاٹ کر اپنے ہمزاد کو مسخر کرنے کا جنون تھا، آخر [illegible] وہ کامیاب بھی ہوگیا، لیکن اس کی یہی کامیابی اس [illegible] لئے وبال جان بن کر رہ گئی، اس کا ہمزاد ہر وقت ک[illegible] کے ساتھ رہتا، جب وہ سوتا تو وہ اس کے سامنے [illegible] رہتا، کبھی وہ اسے محض اس لئے جگا دیتا کہ تمہارے گھر [illegible] دیوار سے بلی گزر رہی ہے اور کبھی اس وجہ سے بے آر[illegible] کرتا کہ تمہارا سائیکل گر گیا ہے، اس آدمی کی آرزو تو یہ [illegible] کہ وہ اپنے ہمزاد کو اپنے تابع کر کے غیب کا علم حا[illegible] کرے اور اس کی مدد سے امیر ہوجائے، مگر اس کا آر[illegible] سکون جاتا رہا، اس نے اپنے لئے خود مصیبت خرید [illegible]

میں نے اس طرح کی کہانیاں سنیں تو فیصلہ کیا کہ میں کبھی یہ کہانیاں تحریر کروں گی اور ان کا عنوان رکھوں گی۔ ''ملتان کی سچی جھوٹی کہانیاں۔''

ملتان میں کچھ لوگ تمام رات اپنی دکانوں میں کام کرتے تھے، مجھے حیرت اس بات پر تھی کہ اتنی پسماندگی اور غربت اتنی محنت کے باوجود کیوں دور نہیں ہوتی؟ کیا یہاں کے لوگ تبدیلی کے خواہشمند نہیں ہیں؟ وہ اپنے مقدر پر راضی رہتے ہیں اور اس پر یقین رکھتے ہیں؟ کیا پاکستان کے لوگ قناعت پسند ہیں؟ اور شاید یہی ان کا ختم نہ ہونے والا خزانہ ہے، ایک دن یہ فقران کی صلاحیتوں کو نکھار دے گا اور انہیں بیش قیمت بنادے گا۔

علامہ اقبال کہتے ہیں:

ایک فقر سکھاتا ہے صیاد کو نخچیری
اک فقر سے کھلتے ہیں اسرار جہانگیری
اک فقر سے قوموں میں مسکینی و دلگیری
اک فقر سے مٹی میں خاصیت اکسیری

سچ یہ ہے کہ انسان بعض حدود کے اندر اپنی تقدیر کے بنانے بگاڑنے کا خود ذمہ دار ہے۔

یہاں کے لوگ بہت اچھے اور بعض کچھ برے بھی ہیں، ان کی آنکھوں سے کبھی خلوص اور کبھی شرارت چھلکتی ہے، اچھے لوگ شاید دنیا میں کم ہیں، لیکن قیمت پوچھتی تو وہ مجھے دگنی قیمت بتاتے تھے، یہ ان کی نادانی تھی یا معصومیت، جو مجھے بیوقوف سمجھتے تھے۔

انسان کی فطرت ہمیشہ نیکی کی طرف مائل ہوتی ہے اور خوبیوں کو یاد رکھتی ہے، میں ہمیشہ ان لوگوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہوں، میں اب سالہا سال گزرنے کے بعد بھی ملتان جانے کا شوق اس لئے رکھتی ہوں کہ میں وہاں اپنے استاد سے ملوں، جنہوں نے نہایت شفقت سے مجھے مصوری سکھائی، انہوں نے برش کی ہر حرکت پر میری حوصلہ افزائی کی، سرد اور گرم موسم کا لحاظ کئے بغیر بہت مہربانی سے مجھے یہ فن سکھایا، میرے لئے وہ لمحات بہت قدر اور معنی رکھتے ہیں۔

زندگی کے افسانے تقدیر کے ساتھ ساتھ ایک سرگزشت بھی ہیں، کہتے ہیں افسانے اس لئے خوبصورت ہیں کہ ان میں حقیقت نہیں ہے اور حقیقی زندگی کبھی افسانے جیسی خوبصورت نہیں ہوگی۔

انسان کی زندگی خوشی اور غم کا مرقع ہے، دکھ اور سکھ، مصائب ومشکلات انسان کی زندگی کا حصہ ہیں، ہمیشہ پھول اور کانٹے ساتھ ساتھ اگتے ہیں، انسان کو زندگی کی یہ حقیقتیں قبول کرنی چاہئیں، میری زندگی ملتان میں ایک نئی زندگی کی شروعات تھی، ایک انسانی تجربہ تھا، واقعات سے بھرپور زندگی، ایک نئی زندگی جو پہلے سے بالکل مختلف تھی، مجھے انسانی فطرت پر بڑی گہری نگاہ رکھنی پڑی، میں نے یہاں زندگی کا ایک حقیقی روپ دیکھا، وہ حقیقت جو زندگی کی اصل پہچان ہے۔

اپنی سرزمین اور گزشتہ زندگی کو ترک کرنا ایک طرح سے کم ہوجانا تھا، درد اور رنج آنا ایسا ہے، جیسے حضرت آدم علیہ السلام بہشت سے زمین پر اتر آئے؟

بہرحال اگر ہم اس بات پر متفق ہوجائیں کہ زندگی درد کے ساتھ شروع ہوتی ہے اور وہ لوگ جو درد سے گریز کرتے ہیں، درحقیقت زندگی سے بھاگتے ہیں، وہ اس نتیجے پر پہنچ جائیں گے کہ زندگی، ہر لمحہ، درد کو برداشت کرنے یا اس کا مقابلہ کرنے کا نام ہے۔

لانگ لفو (چینی شاعر) کہتا ہے کہ:

''تو بہت جلد جان لے گا کہ کتنا بڑا مقام اور رتبہ پاتا ہے وہ شخص جو رنج کو برداشت کرتا ہے اور اس کے باوجود مضبوط اور قوی دل رہتا ہے۔''

میں نے اپنے آپ کو تلاش کیا اور پہچانا...... اس دریا کی طرح جو ہمیشہ رواں ہے اور ایک دن سمندر بن جاتا ہے، میں سات سال ملتان میں رہی اور اس کے بعد لاہور آن بسی، جو ایک خوبصورت اور سرسبز شہر ہے۔

☆......☆......☆

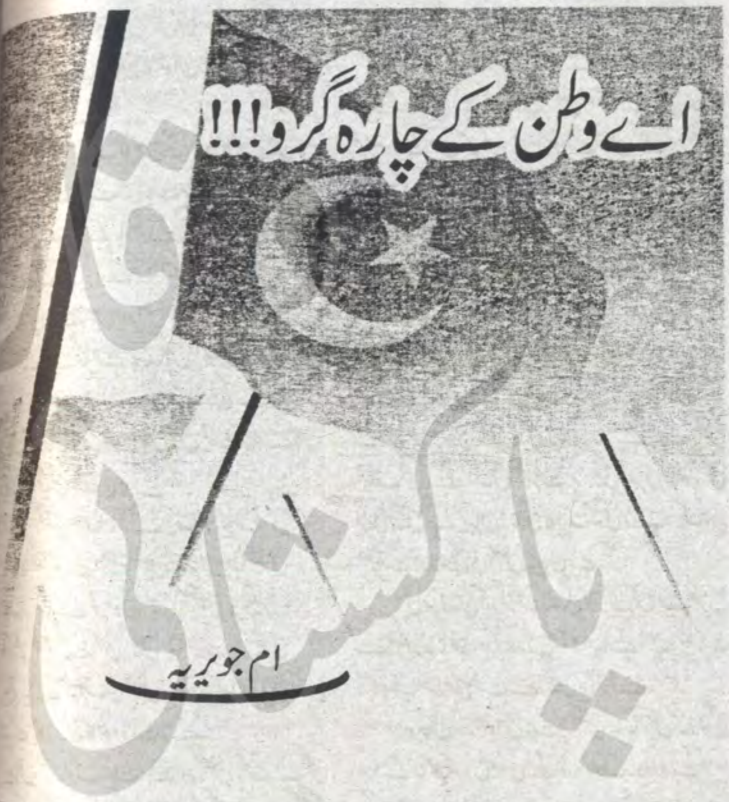

اے وطن کے چارہ گرو!!!

ام جویریہ

شہر کے ایک بڑے آڈیٹوریم میں ملک کی مشہور فلاحی تنظیم کا سالانہ فنکشن تھا، فیشن شو کے بعد اسٹیج سیکریٹری مس رافعہ نے اعلان کیا۔

"اب میں دعوت دیتی ہوں ملک کی مشہور این جی او ویمن لبرٹی کونسل کی چیئرپرسن میڈم شمسہ کو کہ وہ آئیں اور اپنے پراجیکٹ کی تکمیل پر اپنے جذبات سے ہم سب کو آگاہ کریں، تشریف لائیے، محترمہ شمسہ صاحبہ......"

اس کے ساتھ ہی ہال تالیوں سے گونج اٹھا اور ایک بے حد ماڈرن خاتون، اپنے شولڈر کٹ بال لہراتے ساڑھی کا پلو سنبھالتے ہوئے اسٹیج پر پہنچیں، مس رافعہ نے مسکرا کر انہیں خوش آمدید کہا اور میڈم شمسہ ڈائس پر پہنچ کر روسٹرم اپنے آگے کرتے ہوئے گویا ہوئیں۔

"سب سے پہلے تو میں آپ سب خواتین کا شکریہ ادا کروں گی کہ آپ نے اپنے قیمتی وقت میں سے تھوڑا ٹائم ہمیں بھی دیا اور اس تقریب میں شرکت کرکے ہمیں عزت بخشی، آج کی یہ محفل سجانے کا مقصد ڈبلیو ایل سی

یعنی ویمن لبرٹی کونسل کے رفاحی پراجیکٹ کے بارے میں آپ سب کو بریف کرنا ہے، جیسا کہ آپ جانتے ہیں ڈبلیو ایل سی نے مشکل وقت میں کٹھن حالات کا سامنا کرتے ہوئے فنڈز کی کمی کے باوجود خواتین کی فلاح و بہبود کے لئے ایک کمیونٹی سینٹر اور گرلز اسکول کی تعمیر کا کام شروع کیا جو اب پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا ہے۔" اس کے ساتھ ہی دوبارہ تالیاں گرنج اٹھیں، شور تھما تو ان کی آواز بھی پرجوش تھی۔

"اب آپ سب کو کمیونٹی سینٹر کے بارے میں مختصر طور پر کچھ بتادوں، اس میں خواتین کو مختلف ہنرمندی کے کاموں سے آراستہ کیا جائے گا۔ مثلاً دستکاری، سلائی، بنائی، کوکنگ، کلاسز اور بہت کچھ...... تاکہ ہنرمند خواتین مل کر ایک کامیاب معاشرہ تشکیل دے سکیں اور مردوں کے شانہ بشانہ چل سکیں، اسکول کا مقصد لڑکیوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا ہے تاکہ ظلم و جبر کے مردوں کے اس معاشرے میں ہماری خواتین اپنے حقوق سے آگاہ رہیں اور مردوں کے تسلط سے آزادی حاصل کرسکیں، آخر میں ایک گزارش ڈبلیو ایل سی کی کاوشوں کو کامیاب بنانے کے لئے ہمیں نوجوان خون درکار ہے، زیادہ سے زیادہ ینگ جنریشن کی نمائندہ لڑکیاں اگر ہمارے مشن کی تکمیل کے لئے ہمارا ساتھ دینا چاہیں تو ہم انہیں welcome کریں گے، آپ سب کا بہت شکریہ۔"

ہال ایک بار پھر تالیوں سے گونج رہا تھا اور میڈم کے خوب صورت چہرے کی عیارانہ مسکراہٹ کوئی نہیں بھانپ سکا۔

☆......☆......☆

ایک ویران علاقے کی کھنڈر نما عمارت کے ایک کمرے میں چار نفوس سرگوشیوں میں مصروف تھے، اچانک داخلی دروازہ کھلا اور قدموں کی آہٹ سنائی دی، چاروں آدمیوں کو سانپ سونگھ گیا، نووارد کمرے میں داخل ہوا تو سب نے کھڑے ہوکر اس کا استقبال کیا، پھر اس نے سب کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی بیٹھ گیا، بل سائمنر نامی یہ غیر ملکی ان چاروں غیر ملکیوں کا سرغنہ تھا، اس نے جیب سے لائٹر نکال کر سگار سلگایا اور ہونٹوں سے لگا کر گہرا کش لیا، سب دم سادھے بیٹھے تھے، آخر اس نے بات کا آغاز کیا۔

"آج ایک بار پھر ہم سب یہاں اکٹھے ہیں اور اس بار آپ لوگوں کو ایک نئے منصوبے کے بارے میں بریف کیا جائے گا۔ مگر اس سے پہلے چند اہم امور کے بارے میں آپ کو آگاہ کروں گا۔"

"ون منٹ سر! کیا میں کچھ پوچھ سکتا ہوں۔" اینڈریو نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

"بس......"

"سر! ہم نے دو اور منصوبے بھی شروع کررکھے ہیں، کیا یہ سب ایک وقت میں ساتھ ساتھ آگے بڑھیں گے؟" اس نے سوال اٹھایا تو اس کے مکروہ چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔

"تمہارا اشارہ غالباً ڈبلیو ایل سی پراجیکٹ کی طرف ہے۔" اینڈریو نے سر ہلایا۔

"بس سر! آپ نے بالکل صحیح گیس کیا۔" بل سائمنر کی عیار آنکھوں میں خوفناک چمک ابھری۔

"آپ لوگوں کو آج اسی سلسلے میں بریف کررہا ہوں، تو سنو! جیسا کہ آپ سب جانتے ہو کہ ہم کئی دہائیوں سے اس ملک کے نظام کو اپنی مرضی کے مطابق چلانا چاہتے ہیں اور اس میں بہت حد تک کامیاب بھی رہے ہیں، لہٰذا بہت عرصے سے ہمارے ایجنٹ یہاں مختلف طریقوں سے اپنی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں اور اب وار آن ٹیرر (waron terror) کے بعد تو ہماری سرگرمیوں میں مزید تیزی آگئی ہے، اس وقت ہمارے مختلف ونگز ملک میں کام کررہے ہیں، سب کے پاس مختلف مشن ہیں، مثلاً کسی کو انتشار پھیلانے کا ٹاسک دیا گیا ہے تو کسی کو امن و امان تباہ کرنے کی ذمہ داری

سونپی گئی ہے، ہمارے ونگ کو سب سے اہم ذمہ داری یعنی اس اسلامی ملک میں بے حیائی اور فحاشی پھیلانے کی ذمہ داری دی گئی ہے۔ ڈبلیو ایل سی دراصل اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے اور اس پراجیکٹ کو آگے بڑھانے کے لئے ہمیں ایک مقامی عورت کا تعاون بھی حاصل ہے جو خود بھی غلط دھندوں میں ملوث ہے، اس کی شہرت بھی اچھی ہے، کیونکہ وہ عام طور پر فلاحی کاموں کے حوالے سے پہچانی جاتی ہے اور دو نمبر دھندلے در پردہ ہوتے ہیں۔" چاروں نے توصیفی نظروں سے اپنے لیڈر کو دیکھا۔

"ویری ویل سر، ویری ویل، یعنی اس کو خریدنے کے بعد ہمارا کام اب آسان ہے۔" اینڈریو مکارانہ انداز سے بولا تو ڈیوڈ نے بھی تائید کی۔

"ہاں، کھوٹے سکے تو یہاں بے حساب ہیں، ٹکوں کے عوض بک جاتے ہیں۔"

"اور اسکول کے ذریعے وہ عورت لڑکیوں کی برین واشنگ کرے گی۔" بل سائمنز نے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کمیونٹی سینٹر میں در پردہ فحاشی کا اڈا چلایا جائے گا، جسے ہماری مکمل آشیرباد حاصل ہوگی، اس سلسلے میں اعلیٰ عہدیداروں کو پہلے ہی شیشے میں اتار لیا گیا ہے، لہٰذا اب راوی چین ہی چین لکھتا ہے۔" یہ کہہ کر اس نے سگار سلگاتے ہوئے فلک شگاف مکروہ قہقہہ لگایا، جس میں چار اور قہقہے بھی شامل ہو گئے، پھر وہ ان کو آئندہ کا خفیہ منصوبہ سمجھانے لگا۔

☆......☆......☆

"ہائے، ہائے، میں تو لٹ گئی، برباد ہو گئی، ظالموں نے مل کر......" شکیلہ مائی روتے ہوئے میڈیا کے سامنے دہائیاں دے رہی تھی۔ مختلف ٹی وی چینلز اور نامی گرامی اخبارات کے نمائندے کرید کرید کر اس سے تفصیلات معلوم کر رہے تھے۔ انہی کے درمیان اینڈریو بھی رپورٹر بنا گھس آیا تھا اور لوگوں سے آنکھ بچا کر شکیلہ مائی کو اور زیادہ واویلا مچانے کے اشارے کر رہا تھا۔ اگلے دن کے اخبارات اور ٹی وی چینلز میں جو خبر سب سے نمایاں تھی اور ہائی لائٹ کی جا رہی تھی، وہ شکیلہ مائی کی جرگے کے ہاتھوں بربادی تھی۔ بار بار مختلف زاویوں کے انٹرویو کئے جا رہے تھے، اس بات سے بے خبر کہ اس سارے معاملے کو اچھالنے سے کس کو فائدہ پہنچ رہا ہے؟ کسی کو سوچنے کی زحمت نہ تھی کہ اس سارے معاملے سے پاک وطن کی بدنامی ہو رہی تھی۔ اس پر متزاد یہ کہ جوان بچیاں ٹی وی کے آگے بیٹھی شکیلہ مائی کی بے حیائی سے لبریز گفتگو سے "مستفید" ہو رہی تھیں۔ جانے اس چمن کو کس کی نظر لگ گئی؟ غیر تو غیر، اپنوں نے بھی تباہی و بربادی میں اپنا حصہ ڈالنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ جانے اس وطن کے چارہ گروں کو کیا ہو گیا تھا۔

☆......☆......☆

وہ ایک چھٹی کا دن تھا، سیکرٹ سروس کے ایک آفیسر فیاض خان، صبح ناشتے کے بعد اخبارات کا مطالعہ کر رہے تھے اور کہیں کہیں لال قلم سے سرخیاں نشان زد بھی کرتے جا رہے تھے۔

"کیا میں اندر آ سکتی ہوں، آپ ڈسٹرب تو نہیں ہوں گے؟!" گل نے مسکراتے ہوئے پوچھا تو خان صاحب نے اخبار ایک طرف رکھ دیا۔

"آئیے، آئیے، بھلا میری کیا مجال کہ آپ کو اندر آنے سے روکوں۔" وہ مسکرائے تو گل نے چائے کی ٹرے میز پر رکھ کر ان کی طرف بڑا سا مگ بڑھا دیا۔ جسے انہوں نے تھام لیا۔

"اخبار دیکھا جا رہا تھا۔"

"ہاں بھئی! ایک طوفان مچا ہوا ہے، اب پتہ نہیں اس سب شور و غل کا کیا مقصد ہے؟"

"اچھا یہ شکیلہ مائی کیس! بھئی سیدھی سی بات ہے، ہمارے ملک کو بدنام کرنے کی سازش ہے، لیکن آپ کیوں پریشان ہیں، آپ کی تو فیلڈ ہی یہی ہے، سراغ

لگائیں کہ یہ عورت کون ہے اور کس کے اشاروں پر ناچ رہی ہے؟!" گل نے کسی ماہر سراغ رساں کی طرح کہا تو وہ مسکرا دیئے۔

"بھئی تم تو اچھی خاصی جاسوس بنتی جا رہی ہو۔"

"بھئی یہ سب آپ کی صحبت کا اثر ہے، اب خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ تو پکڑتا ہے۔"

"ارے! یہ تم لوگ کس رنگ کی بات کر رہے تھے۔" اماں کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولیں تو دونوں ہی ہنس دیئے۔

"اماں، ہم ذرا جاسوسی قسم کے رنگ کی بات کر رہے تھے۔" گل نے شرارت سے مسکرا کر اماں کو دیکھا۔

"ہاں بھئی! اس گھر میں تو ایسے ہی رنگوں کی باتیں ہوں گی، بیٹا، آج تیری چھٹی ہے، اگر فارغ ہو تو ثمینہ کے ہاں چکر لگا آئیں۔ کئی دفعہ فون پر کہہ چکی ہے کہ بھانجا تو میرے گھر کا راستہ ہی بھول گیا ہے۔" انہوں نے اپنی چھوٹی بہن کا حوالہ دیا تو وہ مسکرانے لگے۔

"چلیں اماں! آپ بھی کیا یاد کریں گی۔ تیاری پکڑیں، ہم ایک گھنٹے تک وہاں چلیں گے۔" وہ رسٹ واچ کی طرف دیکھتے ہوئے بولے تو گل پر خیال انداز میں سر ہلانے لگیں۔

"اچھا ٹھیک ہے، ہم تینوں چلتے ہیں، ہمیرا کچن دیکھ لے گی اور فہد کے تو ایگزام کی ڈیٹ آ گئی ہے، لہٰذا ہم تینوں ہی چلیں گے۔" انہوں نے پروگرام فائنل کرتے ہوئے برتن سمیٹے اور اٹھ کھڑی ہوئیں۔

☆......☆......☆

کمیونٹی سینٹر میں بہت گہما گہمی تھی، دیکھتے ہی دیکھتے کافی خواتین اور نوعمر لڑکیوں نے یہاں کلاسز میں داخلہ لے لیا تھا، اس وقت بھی میڈم شمسہ فون پر کسی سے بات کر رہی تھیں کہ ان کے کمرے میں دستک ہوئی۔ انہوں نے فون رکھا اور "کم اِن" کہہ کر دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ اندر آنے والی ان کی سیکریٹری زویا کرمانی تھی۔

"بیٹھو زویا، کہو کوئی خاص کام ہے کیا؟" انہوں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"میڈم، دراصل دستکاری سکھانے کے لئے جن دس لڑکیوں کو ہم نے انٹرویو کے لئے اپائنٹ کیا ہے، ان کے فوٹیج آپ کو دکھانے آئی ہوں۔"

"ہوں! دکھاؤ......"

"میڈم یہ موبائل میں کیمرے والے فولڈر میں ان کی تصاویر ہیں۔" اس نے فولڈر کھول کر تصاویر دکھانی شروع کیں جو اس نے چپکے سے بنالی تھیں۔

"زویا! یہ جو لاسٹ فائیو (آخری پانچ) فوٹیج ہیں، ان لڑکیوں کو فائنل کر دو، یہ زیادہ مناسب رہیں گی اور ہاں، سیکھنے والی ینگ لڑکیوں پر بھی نظر رکھنا اور جو شکار مناسب لگے، اس کے بارے میں مجھے بتانا، او کے۔" اس نے خباثت سے بھرپور لہجے میں کہا تو زویا سر ہلانے لگی اور جانے کی اجازت لے کر مڑ گئی۔

☆......☆......☆

وہ لالی میں داخل ہوئی تو دادی جان آرام کرسی پر آنکھیں موندے بیٹھی تھیں، چہرے پر حزن و ملال چھایا ہوا تھا، وہ قریب ہی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"کیا ہوا دادی جان، اتنی اداس اداس کیوں بیٹھی ہیں۔" اس کے محبت بھرے استفسار پر دو آنسو ان کی بوڑھی آنکھوں سے نکلے اور گالوں پر لڑھک گئے۔

"اچھا، میں سمجھ گئی، شہر بانو پھوپھو یاد آ رہی ہیں۔" وہ کئی دفعہ پھوپھو کی دس سال کی عمر میں گمشدگی کی کہانی ان سے سن چکی تھی، لہٰذا سمجھ گئی کہ افسردگی کا یہی سبب ہوگا۔

"ہاں بیٹا، اب تو اس کی چند یادوں کے سوا کچھ بھی نہیں بچا ہے میرے پاس۔" وہ آزردہ لہجے میں بولیں تو اس کا دل کٹ کر رہ گیا۔ اس نے ان کے ہاتھ تھام لئے۔

"کیوں، آپ کے پاس ہم نہیں ہیں کیا؟ ابو، اور رابعہ پھوپھو بھی تو ہیں آپ کے پاس، آپ یوں رویا نہ کریں، میرے دل کو کچھ ہونے لگتا ہے۔" اس نے بھیگے

بھیگے لہجے میں اپنی بات مکمل کی تو دادی جان نے بے اختیار اسے سینے سے لگالیا۔

"کیوں نہیں بیٹا، کیوں نہیں، اللہ تعالیٰ کے آسرے کے بعد تم لوگ ہی تو ہو، جنہیں دیکھ دیکھ کر میں جیتی ہوں۔" انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"چلیں میں آپ کو آپ کے پسندیدہ آلو کے پکوڑے بنا کر کھلاتی ہوں، لیکن پہلے مجھے ذرا مسکرا کر دکھائیں۔" وہ بچوں کی طرح بولیں تو وہ اس کا دل رکھنے کو مسکرادیں۔ وہ اسی طرح انہیں بہلایا کرتی تھی۔ اس کے محبت بھرے انداز میں جانے کیا بات تھی کہ دادی جان کچھ دیر کے لئے اپنا غم بھول جاتی تھیں۔

☆......☆......☆

"ہاں، اب سناؤ، کیا رپورٹ ہے، کیپٹن دلاور!" سیکرٹ سروس کے میجر فیاض خان نے اپنے جونیئر سے استفسار کیا۔

"سر، تحقیقات سے یہ بات تو پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ شکیلہ مائی کے پیچھے بیرونی لابی کام کررہی ہے، وہ ان کا ایک مہرہ ہے اور بس، وہ اسے پیسے دے کر یہ سب واویلا کروار ہے ہیں، لیکن جو بات تشویشناک ہے، وہ یہ کہ اس بیرونی لابی کے ساتھ بہت اعلیٰ سطح کے سینئر حکام کا تعاون شامل ہے جو کسی صورت تحقیقات پوری ہونے نہیں دینا چاہتے اور اس سلسلے میں روڑے بھی اٹکا رہے ہیں۔" اس نے تفصیل سنائی تو میجر صاحب پرخیال انداز میں سر اٹھا کر بولے۔

"اچھا، تم یوں کرو کہ شکیلہ مائی کی سادہ لباس والوں کے ذریعے نگرانی جاری رکھو، مگر ایسے کہ اسے شبہ تک نہ ہو کہ وہ انڈر آبزرویشن ہے، آخر کوئی نہ کوئی تو اس سے رابطہ کرنا ہی ہوگا، جو بھی رابطہ کرے، اسے بھی انڈر آبزرویشن رکھ لو، مگر اس طرح کہ کوئی شک میں نہ پڑے، اس معاملے میں بہت احتیاط سے پھونک پھونک کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے۔"

"او کے سر! آپ فکر نہ کریں، ان شاء اللہ مجرم ضرور پکڑے جائیں گے۔" وہ تسلی آمیز لہجے میں بولے تو میجر صاحب نے ان کی تائید کی اور ان کو جانے کا اشارہ کرکے پھر سے اپنے کام میں مصروف ہوگئے۔

☆......☆......☆

آج پھر تابندہ، جو اس کی بچپن کی دوست تھی اور ان دونوں نے ساتھ ہی قرآن پاک حفظ کیا تھا اور عالمہ بھی بن چکی تھیں، اس کے پیچھے پڑی ہوئی تھی۔

"سچ سمیرا، بہت مزہ آئے گا، ہم دونوں کوکنگ کلاسز جوائن کرلیتے ہیں اور تمہیں پتہ ہے کہ شمائلہ آنٹی کہہ رہی تھیں کہ میرے واصف کو چائنز بہت پسند ہے، بس اس وقت سے امی تو میرے پیچھے ہی پڑ گئی ہیں کہ تم کمیونٹی سینٹر میں کوکنگ کلاس جوائن کرلو۔" وہ جلدی جلدی بولی تو سمیرا کو ہنسی آگئی۔

"اچھا تو یہ بات ہے، میں بھی کہوں، کیوں اتنا اصرار کیا جارہا ہے، ابھی سے فکر پڑ گئی، اپنے "ان" کی پسند کی۔" اس نے چھیڑتے ہوئے کہا تو وہ برامان گئی۔

"اچھا، تمہیں نہیں چلنا تو نہ چلو، میں امی کو منع کردوں گی۔"

"چلو تم اتنا اصرار کررہی ہو تو صرف تمہاری خاطر امی حضور سے بات کرنے چلی جاتی ہوں۔" وہ احسان جتاتے ہوئے بولی تو وہ مزید چڑھ گئی۔

"صرف میری خاطر نہیں، بلکہ اپنے لئے بھی، سالن تو تمہارے "ان" کو بھی پسند نہیں آئے گا۔" اس نے جوابی حملہ کیا اور وہ مسکراتے ہوئے امی کے کمرے کی طرف بڑھ گئی، واپس آئی تو اس نے تابندہ کو خوشخبری سنائی۔

"مبارک ہو، امی نے تمہاری خاطر اجازت مرحمت فرمادی ہے۔" یہ سنا تھا کہ تابندہ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا اور دونوں داخلے کے لئے جانے کے منصوبے بنانے لگیں۔

☆......☆......☆

بے ادب بے نصیب

فرحانہ عزیز

میں تندہی سے فعل کی گردان کی مشق کررہی تھی، کل ٹیسٹ تھا اور لائٹ اور گرمی کی مہربانی سے دماغی صلاحیت منتشر تھی، چنانچہ پرانا آزمودہ رٹا فیکیشن کا طریقہ اختیار کیا۔

ضرب......ضربا......ضربوا......ضر......ضربا نہیں ......ضرمن نہیں......کیا تھا؟؟ اس کے آگے "ضربت" کسی نے بے اختیار ٹوکا اور میری غلطی درست کی، میں نے چونک کر دیکھا۔ کمرے میں میرے اور ماسی نسیمہ کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ کمرے کی ڈسٹنگ کرتے ہوئے اسی نے بے ساختہ ٹوکا تھا۔

"کیا کہا تھا ماسی تم نے؟" وہ گڑبڑا گئی۔

"جی، میں......میں نے کچھ نہیں، کچھ بھی تو نہیں۔"

"نہیں، تم نے فعل کی گردان درست کرکے بتائی ہے ابھی، میں نے خود سنا ہے، اب اسے کوئی جن بھوت کا کارنامہ نہ بتانا۔" میں اپنی بات پر اڑ گئی تو وہ چپکے سے بولی۔

"ضرب......ضربا......ضربوا...... ضربت...... ضربتا......ضربن، ضربت......تم، تمہیں آتا ہے یہ سب، تم نے پڑھا ہے یا......کیسے جانتی ہو؟" میں حیرت زدہ انداز میں بولی۔

"جی، عالیہ درجے تک پڑھا ہے۔" اس نے مجرموں کی طرح اعتراف کیا۔

"کیا......؟؟!!"

میں ششدر رہ گئی۔ مجھے اندازہ تو تھا کہ ماسی نسیمہ کچھ نہ کچھ پڑھی لکھی عورت ہے مگر عالیہ درجہ تک یہ وہم و

گمان میں نہ تھا، اکثر جب وہ ڈسٹنگ کرتی، میری بکھری کتابیں سمیٹتی تو انہیں درجہ بہ درجہ ترتیب سے رکھتی، کبھی کبھی کسی کتاب کو کھول کر سرسری انداز میں دیکھ بھی لیتی، میرے اچانک آجانے سے جلدی سے بند کر کے رکھ دیتی، اس طرح مجھے اس کے کچھ نہ کچھ پڑھے لکھے ہونے کا اندازہ تو ہوا تھا۔

''ادھر آؤ......'' میں نے اس کا ہاتھ پکڑا، ڈسٹنگ کا کپڑا اس کے ہاتھ سے لے کر پھینک دیا۔

''یہاں بیٹھو، مجھے بتاؤ تم نے کہاں سے کہاں تک پڑھا، مکمل کیوں نہ کیا؟'' میرے تفتیش والے انداز پر وہ گھبرا گئی۔

''چھوٹی بی بی! رہنے دیں، یہ کوئی ایسی بڑی بات نہیں، بس جتنا نصیب میں تھا پڑھ لیا، بلکہ اب تو بھول گئی ہوں سب کچھ، کام میں دیر ہو جائے گی۔'' یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی تو مجھے بھی اپنے بے پناہ ایکسائیڈ ہونے کا اندازہ ہوا، دراصل بات یہ تھی کہ دینی تعلیم اور پھر گھر گھر جھاڑو پونچھے کا کام، کچھ میل نہیں کھا رہا تھا، خیر پھر کبھی پوچھوں گی، میں نے سر جھٹک کر کتابیں اٹھا کر دوبارہ رٹنا شروع کر دیا۔

☆......☆......☆

ٹیسٹ نہ صرف خراب بلکہ بہت خراب ہوا تھا، باجی سے ڈانٹ بھی پڑی تھی اور گھر آئی تو لائٹ کی عدم دستیابی نے اور مزاج گرم کر دیا، میں نے کتابیں باقاعدہ قریبی میز پر پٹخ دیں۔

''ایک تو گرمی، پھر لائٹ نہیں، اوپر سے اتنا مشکل ٹیسٹ، مجھ سے نہیں پڑھا جاتا بھئی......'' میں نے امی کو مخاطب کیا۔

''نہ بی بی نہ، ایسا نہ بولو، انہیں ایسے نہ پھینکو، میرے حال سے سبق سیکھو، ان کی بے اکرامی نہ کرو۔'' نسیمہ تڑپ کر آگے بڑھتی ہوئی بولی اور کتابیں چوم چوم کر سینے سے لگا کر رو پڑی۔ امی اور میں خود حیران ہو گئے۔

''نسیمہ کیا ہو گیا ہے تمہیں؟'' امی آگے بڑھیں۔ میں خود شرمندہ سی ہو گئی۔

''وہ بس غصے میں زیادہ زور سے رکھی گئیں یہ مجھ سے......'' میں نے نہ جانے کیوں وضاحت کی۔ مگر نسیمہ زار و قطار رو رہی تھی۔

''نہ، غصہ نہ کرو، یہ تو اللہ کا دین ہے، اس کے انبیاء کی میراث ہے، اس پر کاہے کا غصہ...... توبہ کرو، توبہ کرو، میرا حال دیکھو، میرا حال دیکھو۔'' میں بھاگ کر پانی لے آئی۔ چند گھونٹ بمشکل اسے پلائے تو اس کو قرار سا آیا۔

''کیا ہوا تھا نسیمہ؟ کیوں کہہ رہی ہو بار بار کہ میرا حال دیکھو۔'' امی بے حد سنجیدہ تھیں۔

''کیا نہیں ہوا بیگم صاحبہ...... اللہ کی پھٹکار پڑ گئی مجھ پر، میں نے اس کی نعمت کی بے اکرامی کی، اس نے مجھے عرش سے فرش پر لا پھینکا، مفتی اکرام اللہ کی بیٹی، ماسی بن کر گھروں کے بیت الخلاء دھو رہی ہے۔ وتعز من تشاء وتذل من تشاء ﴿وہ جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کر دیتا ہے﴾ وہ ٹھنڈی آہ بھر کر بولی۔

''کیا؟؟ تم مفتی اکرام صاحب کی بیٹی ہو۔'' میں اس انکشاف پر جہاں تھی وہیں بیٹھی رہ گئی۔

''ہاں، میں بدنصیب، بدمزاج، بے ادب، بے ادب، بے نصیب......'' وہ سسک پڑی۔

☆......☆......☆

مفتی اکرام اللہ کی چار بیٹیاں تھیں، حمیرا، سمیرا، عبیرہ اور نبیرہ...... حمیرا عالمہ اور حافظہ تھیں، مفتی صاحب نے اس کے فرض سے سبکدوش ہونے میں جلدی کی، یوں اس کی شادی کے بعد عبیرہ، سمیرا اور نبیرہ گھر میں رہ گئیں، نبیرہ نے جب ہوش سنبھالا تو اس نے اپنے اردگرد ایک خاص دینی ماحول پایا، عبیرہ، سمیرا دونوں درس نظامی کے آخری درجات میں تھیں جبکہ نبیرہ نے میٹرک کا امتحان دیا، مفتی صاحب نے اپنی تمام بیٹیوں کو میٹرک تک کی تعلیم کے بعد مدرسے میں داخل کرا دیا تھا، جہاں وہ بڑی

خوشدلی اور شوق سے تعلیمی مراحل طے کر رہی تھیں، مگر نبیرہ کی سوچ کچھ جداگانہ تھی، اس نے اپنی تمام بہنوں کو برقع پہنے، حجاب لگائے، مدرسے جاتے دیکھا تھا، بیٹھے بٹھائے دینی علوم کی نعمت کے دروازے کھلے تھے، سو اسے اس کی اہمیت کا اندازہ نہ تھا، کچھ چھوٹی اور لاڈلی ہونے کی وجہ سے طبیعت میں ضد اور خودسری کا عنصر پروان چڑھ گیا تھا۔

''میں مدرسے میں داخلہ نہ لوں گی۔'' اس نے عبیرہ کے کانوں میں سرگوشی کی۔

''ہیں...... پھر...... پھر کیا کرو گی۔'' وہ متحیر ہوئی۔

''آگے پڑھوں گی کالج میں......'' عبیرہ مسکرائی۔

''یہ درس نظامی بھی کالج کے درجہ پر ہی ہے۔''

''نہیں، وہ دوسرے کالج......'' اس نے دوسرے پر زور دے کر کہا۔

''نبیرہ دیکھو، تم ابھی چھوٹی ہو، باہر کی دنیا کو تم سے بہتر والدین جانتے ہیں، وہ جو فیصلہ کریں گے، بہتر ہوگا، پھر جب تم مدرسہ جانے لگو گی نا تو تم دیکھنا، پھر وہاں سے واپس آنے کو بھی دل نہیں چاہا کرے گا۔'' عبیرہ نے اسے سمجھایا۔ عبیرہ کی نرم مزاجی کی وجہ سے وہ اس کے زیادہ قریب تھی جبکہ سمیرا بڑی ہونے کے ناطے اور مزاجاً بھی سخت اور صاف گو تھی، عبیرہ کے سمجھانے پر اس نے مدرسے میں داخلہ لے تو لیا تھا، مگر دل اور دماغ ابھی تک اس ماحول سے مناسبت اختیار نہ کر سکے تھے۔

☆......☆......☆

''نبیرہ......'' استانی صاحبہ نے اپنا درس درمیان میں روک کر نبیرہ کو مخاطب کیا، جو درسی کتاب میں چھپے، کسی اخبار پر چھپی ایک خوبصورت ماڈل کی تصویر کے ورق کو نہایت غور سے دیکھ رہی تھی۔

''کتنی عام سی شکل ہے اس لڑکی کی، مگر دیکھو، میک اپ اور خوبصورت اسٹائلش کپڑوں سے کیا خوب لگ رہی ہے۔ یہ آنکھوں پر اس نے کتنے خوبصورت شیڈز......''

نبیرہ...... نبیرہ...... ساتھ بیٹھی عمارہ نے اسے ٹوک دیا۔

''باجی کب سے تمہیں مخاطب کر رہی ہیں۔''

اس نے ہڑبڑا کر ورق کتاب میں چھپایا، مگر اس کی یہ کارروائی استانی صاحبہ کی نظر میں آچکی تھی، نتیجتاً آفس میں بلوایا گیا، استانی نے بہت پیار سے اسے سمجھایا۔

''نبیرہ، درس کے دوران غیر ضروری چیزوں پر توجہ دینے سے اللہ کی ناراضگی کا راستہ کھل جاتا ہے اور پھر یہ اخلاق باختہ تصاویر کہاں سے ملی آپ کو؟''

''وہ کچن کے سامان کے ساتھ تھی۔''

''دیکھو، یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے......''

استانی صاحبہ بہت دیر تک اسے سمجھاتی رہیں، مگر اس کا دماغ تو ابھی تک وہیں اٹکا تھا۔

''کتنی مشکل سے گھر سے چھپا کر بیگ میں رکھی تھی، کہیں سمیرا باجی کی نظر نہ پڑ جائے، کتنے اسٹائلش ڈیزائن کے کپڑے پہنے تھے اس لڑکی نے، سوچا تھا نیا سوٹ اب کے اسی طرح کا سلواؤں گی، مگر استانی صاحبہ نے اس کی غائب دماغی کو واضح طور پر محسوس کیا۔''

''جائیے سمیرا کو بلا کر لائیے۔''

اب اس کی جان نکلی، وہ بھاگ کر سمیرا کے بجائے عبیرہ کو بلا لائی، گھر پہنچ کر تنہائی میں عبیرہ نے اسے سمجھایا۔

''یہ کیا حرکت تھی نبیرہ......؟''

''کیا...... کیا حرکت؟'' وہ الٹا ناراض ہونے لگی۔

''ایک تصویر دیکھی ہی تو ہے، کون سی خود بنوائی ہے، ایک طوفان مچا دیا سب نے......''

''ٹھیک ہے آئندہ کوئی شکایت نہیں ملنی چاہئے۔'' عبیرہ نے بات ختم کرنے کے لئے کہا، مگر نبیرہ کی اس طرح کی شکایات اکثر و بیشتر اسے ملنے لگیں تھیں، کبھی نوٹ بک پر اشعار، کبھی کسی اداکارہ کا انٹرویو پڑھنا، یہ نہیں کہ ان کے گھر کا ماحول گھٹا ہوا، سخت تھا، بلکہ مفتی صاحب نے تو تمام بیٹیوں کو اپنے ایک دینی سمجھ بوجھ

رکھنے والے دوست کے گرلز اسکول میں لازمی میٹرک تک تعلیم دلوائی تھی تاکہ انہیں دنیاوی علوم سے بھی آشنائی حاصل ہوسکے، لیکن شاید نبیرہ زیادہ آزادی کی خواہ تھی، مدرسہ جاتے ہوئے وہ راستے میں آنے جانے والی لڑکیوں کو حسرت سے دیکھتی۔

''یہ دیکھو، یہ کتنی آزاد ہیں، نہ برقع، نہ حجاب، بے فکری، قہقہے، مسکراہٹیں۔ ایک ہم سرتاپا، برقع میں لپٹے ہوئے، نہ اونچی آواز سے بولیں، نہ ہی ہنس سکیں کھل کر......'' اس نے خودترسی سے سوچا۔

''گھر......گھر سے مدرسہ......مدرسے سے پھر گھر اور پھر پڑھنا اور پڑھتے ہی رہنا......'' اس کی باآواز بلند سوچ سمیرا نے سن لی تو تیکھے لہجے میں کہا۔

''یہی شریف لڑکیوں کا دستور ہوتا ہے، گلیوں گلیوں آوارہ پھرنا نہیں۔''

مگر وہ واقعی آزاد تتلی کی طرح اڑنا چاہتی تھی، ان کا گھر بڑا تھا اور اس کی چھت پر چار دیواری بھی تھی، وہ walk کے نام پر بھی باہر نہ نکل سکتی تھی، سو چھت پر ٹہل ٹہل کر ہی اپنے جذبات کا اظہار بڑبڑا کر کرتی رہتی۔

☆......☆......☆

مدرسے کی وین ایک طالبہ کو چھوڑنے کے لئے اس کی گلی کے کونے پر رکتی، جہاں آڈیو وڈیو شاپ تھی، جس پر ہر وقت گانے چلتے رہتے، اتنے مختصر سے وقفے میں گانوں کے جو بول بھی نبیرہ سنتی، ذہن میں گویا محفوظ ہوجاتے۔

''پنکھ ہوتے تو اڑ آتی رے......'' کسی گانے کے بول وہ برتن دھوتے ہوئے گنگناتی رہتی، سمیرا نے اسے گنگناتے سن لیا تو بری طرح لتاڑا۔

''لو اب اس میں کیا مضائقہ ہے؟'' اس نے سوچا۔

''میرے پنکھ ہوتے تو میں واقعی اڑ جاتی۔''

دو سال تک وہ نہایت ہی کم نمبر لے کر پاس ہوتی رہی، عبیرہ نے ہر جتن کر لئے کہ اس کی کارکردگی بہتر ہوجائے، مگر اس کے ذہن کی زمین بنجر تھی، علوم و معارف کے خزانے برستے، مگر وہ ان سے سیراب ہونے کو تیار نہ تھی، اپنی پرانی دوستوں کی معرفت اس نے کچھ میک اپ کا سامان بھی منگوالیا تھا، جب سمیرا گھر پر نہ ہوتی تو وہ خوب دل کے ارمان نکالتی، میک اپ کرکے ہر زاویئے سے شیشے کے سامنے کھڑے ہوکر خود کو جانچتی، عبیرہ اس کی بے وقوفانہ حرکت پر کبھی مسکراتی، کبھی نرمی سے اسے سمجھاتی کہ ''اگر بہت شوق ہے تو کسی تقریب میں لائٹ سی لپ اسٹک لگالو، اس سے ہی تم بہت پیاری لگوگی۔''

''لو جی، یہاں کون سی تقریبات کی لائن لگی ہے، اب گھر میں بھی نہ لگاؤں تو کیا خالی ان کا منہ دیکھنے کے لئے اتنے پیسے خرچ کئے ہیں میں نے ان پر......''

''کس نے کہا تھا؟'' عبیرہ نے کہا۔

''میرے دل نے......'' اس نے برجستہ جواب دیا۔

''اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل......'' عبیرہ نے مصرعہ پڑھا تو اس نے فوراً شعر مکمل کیا۔

''لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دو......''

''اُف......'' عبیرہ نے سر پکڑا۔

''کاش اتنا دماغ تم پڑھائی میں لگادو۔''

''میرا دل نہیں لگتا ان کتابوں میں......'' اس نے بے چارگی سے کہا۔

''لگاؤ گی تو لگے گا، جب یہ ناول کتابوں میں رکھ رکھ کر پڑھوگی تو کیا خاک پڑھائی کرسکوگی۔'' عبیرہ غصے سے بولی۔

''ہونہہ تو آپ میری جاسوسی بھی کرتی ہیں۔''

''کرنا پڑتی ہے، تم نادان جو ہو۔''

''کوئی نہیں، آپ کی غلط فہمی ہے۔'' وہ جھینپ گئی۔

☆......☆......☆

درس نظامی کا تیسرا سال تھا، جب اس کی ناقص کارکردگی پر بڑی باجی صاحبہ سے باقاعدہ اسے ڈانٹ پڑی، پھر سمیرا نے بہت غصہ کیا اور عبیرہ بھی بے حد ناراض ہوئی۔

''نہیں پڑھنا مجھے یہ سب فلسفہ......'' اس نے ہاتھ

میں پکڑی ترجمہ قرآن اور احادیث کی کتابیں بستر پر پھینکنے کے انداز میں پٹخ دیں۔

''نبیرہ......'' سمیرا زور سے چیخی۔

''یہ کیا طریقہ ہے، یہ کتابیں تم اس طرح بے ادبی سے کیسے رکھ رہی ہو، تمیز نہیں ہے تمہیں......''

''ہاں، نہیں ہے۔'' اس نے پہلی بار بدتمیزی سے سمیرا کو جواب دیا۔ جواباً سمیرا نے ایک تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا، بس پھر کیا تھا، گویا اس پر کوئی جنون طاری ہوگیا، اس نے تمام کتابیں اٹھا کر پھینکنا شروع کردیں۔

''لو پھینکو گی اب، کیا کرلوگی، ماروگی نا، مارو......'' سمیرا اس کی اس حرکت پر ششدر رہ گئی۔ عبیرہ نے سمیرا کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکالا، امی نے نبیرہ کے ہاتھ سے کتابیں چھینیں۔

''کاش تم پیدا نہ ہوئی ہوتیں......'' انہوں نے تاسف سے کہا۔

''ہاں، یہ ملانیاں آپ کو جنت دلوائیں گی نا...... مجھے نہیں بننا ملانی، مجھے دنیا سے قدم ملا کر چلنا ہے، کاش میں آپ کے گھر پیدا نہیں ہوئی ہوتی تو آج کہاں سے کہاں پہنچ چکی ہوتی۔ ہر وقت نماز، روزہ، پڑھنا، پردہ، اگر یہی ہر وقت کا کام ہے تو دنیا میں آنے کی ضرورت کیا تھی، نہ گھر سے باہر نکلیں، نہ آؤٹنگ، نہ شاپنگ، نہ کوئی پکنک، نہ کسی سے دوستی...... دوستی کرو بھی تو اس میں بھی دینداری...... میں تھک چکی ہوں اس قیدیوں والی زندگی سے، مجھے نہیں پڑھنا۔'' وہ اپنے دل کی بھڑاس نکالتی رہی۔ وہ تینوں خاموش اس کی گوہر افشانیاں سنتی رہیں۔

☆......☆......☆

شام کو مفتی صاحب سے تمام واقعہ گوش گزار کیا گیا، اس کی طلبی ہوئی۔

''ہاں بیٹا، بولو کیا کہنا چاہتی ہو؟'' مفتی صاحب نے نرمی سے پوچھا۔ اس نے بغیر ڈرے جھجک کر اپنی دل کی بات گوش گزار کی۔ مفتی صاحب کچھ دیر خاموش رہے، پھر عبیرہ اور سمیرا کو بلایا۔

''اگر یہ علم دین کے لئے راضی نہ تھی تو آپ کو مجھے بتانا تھا۔''

''مگر ابو جی......''

''بس......'' انہوں نے بات ختم کی۔

''نبیرہ تمہیں پڑھنا ہی نہیں ہے یا مدرسہ میں نہیں پڑھنا؟''

''مجھے کالج میں داخلہ لینا ہے۔'' اس نے صاف گوئی سے کہا۔

''ٹھیک ہے، اس کا انتظام ہوجائے گا، مگر......'' وہ ذرا رکے۔

''میری عزت اور اپنی عزت کا خیال رکھنا اور اپنی والدہ اور بہنوں کو راضی کرو۔'' ان کے کہنے پر اس نے سب سے معافی مانگی۔ امی اور عبیرہ نے بغیر کچھ کہے معاف کردیا۔ سمیرا نے کہا۔

''اللہ سے معافی مانگو نادان لڑکی......اس کے کلام کی، اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی، احادیث کی، بے اکرامی کی ہے تم نے، کہیں اس کا عتاب نہ ہو تم پر......''

''وہ تو کتابیں ہیں محض پرنٹ ہوئی۔'' وہ سوچ کر رہ گئی۔

☆......☆......☆

وقفے وقفے سے گھر کے تمام افراد نے اسے نرمی اور پیار سے سمجھانے کی کوشش کی، مگر ان تلوں میں تیل کہاں تھا۔

''مجھے باہر کی دنیا دیکھنے دو آپ لوگ، باہر بھی انسان بستے ہیں، میں کوئی بے عقل نادان چھوٹی بچی نہیں ہوں، اپنا خیال خود رکھ سکتی ہوں۔''

دو ماہ بعد ایک کالج میں اس نے فرسٹ ایئر میں داخلہ لے لیا، پہلے دن جب وہ کالج گئی تو بے حد گھبرائی ہوئی تھی، وہی سفید یونیفارم مدرسے والا، کچھ مگر الگ تھا، ہاں دوپٹہ لاپروائی سے کندھے پر جھول رہا تھا سب کے، کچھ لڑکیاں گھریلو ملبوسات میں بھی تھیں، کچھ لڑکیاں حجاب میں بھی نظر آئیں، پہلے پہل تو اس نے پورا دن

برقع میں گزارا، کچھ استاد بھی تھے، جو پڑھانے آئے تھے، پردے کے پیچھے استاد صاحب سے پڑھنا اور اب سامنے بے حجابانہ "سر" سے پڑھنا ایک الگ تجربہ تھا، کچھ لڑکیاں مطالعہ پاکستان کے خوش شکل ٹیچر پر فریفتہ تھیں، کچھ انگریزی کے سر عباس کے اسٹائل پر نثار...... کیسے دھڑلے سے وہ اپنے ٹیچر سے پسندیدگی کا اظہار کرتی تھیں، ان سب میں گھلنا ملنا اسے مشکل لگ رہا تھا، کچھ اس کے سر تا پاؤں برقعے میں چھپے وجود سے دوستی کرتے گھبراتیں، کچھ دنوں تک وہ اکیلی ہی رہتی تھی، بالآخر ایسا اسٹائل، الگ رویہ اور طرز عمل اسے دوسروں سے گھلنے ملنے میں اسے مانع نظر آیا، چنانچہ آہستہ آہستہ اس نے کالج جا کر نقاب سرکانا شروع کردیا، جب استاد آتے، تب وہ نقاب لگالیتی، مگر پھر اس نے اس پابندی کو بھی غیر ضروری سمجھا اور اب کالج پہنچ کر وہ حجاب بیگ میں رکھنے لگی۔ اس کا معصوم چہرہ ابھی بھی ایک نور لئے ہوئے تھا، لڑکیاں اسے دیکھتیں تو کہتیں۔ "ہاؤ کیوٹ یو آر، یہ کیا ہر وقت برقع میں لپٹی رہتی ہو۔ اتنی پیاری تو ہو، یہاں کون سا ہر وقت مرد آتے رہتے ہیں۔" کچھ نے کہا۔ "یہ بیک ورڈ ہے بہت" کچھ نے کہا۔ "خود کو نمایاں کرنے کے لئے اس نے یہ اسٹائل اپنایا ہے۔" غرض سب کی باتیں سن سن کر اس نے برقع لپیٹ کر بیگ میں رکھنا شروع کردیا، اس کی تبدیلی کو سب نے سراہا۔ گھر میں سب اس سے اور وہ سب سے کھچی کھچی رہتی۔ عبیرہ سے بھی کم بات کرتی، اب سنانے کے لئے اس کے پاس صرف کالج کے قصے کہانیاں تھے، جس میں کسی گھر کے فرد کو دلچسپی نہ تھی، چنانچہ اس نے اپنی عقل سے آگے بڑھنے کی راہیں نکالنا شروع کردی، سر کلاس میں آئے تو اس نے اپنے گرد لپٹی چادر بے اختیار ہی سر سے آگے تک جھکالی، ایک گھونگھٹ سا بن گیا اور اس گھونگھٹ سے چمکتے چاند چہرے کا سر نے فوراً نوٹس لیا۔

"آپ کیا نئی طالبہ ہیں؟"

"تم سے کہہ رہے ہیں نبیرہ......" ایک لڑکی نے زور سے کہا۔

"سر کان کھلے ہوں گے تو آواز آئے گی نا، وہ تو چادر میں لپیٹے ہیں۔" کسی نے ٹکڑا لگایا۔ وہ بوکھلا کر کھڑی ہوگئی۔

"جی......جی سر......" وہ ہکلائی۔

"جی......جی نہیں، اے بی سے پڑھنا شروع کریں۔"

"ویسے کیا آپ گاؤں سے آئی ہیں۔" سر کافی موڈ میں تھے، ایک قہقہہ پڑا، اس کے ماتھے پر پسینہ آگیا، ایک لمحہ لگا اسے سنبھلنے میں، ازلی حاضر جوابی عود کر آئی۔

"کیوں سر آپ بھی گاؤں سے تعلق رکھتے ہیں کیا۔" سر کو اس کا جواب کی توقع نہ تھی، گھبرا گئے۔ کلاس میں دھیمی دھیمی مسکراہٹیں پھیل گئیں۔

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے توجہ سے کتاب میں دیکھیں۔" وہ پڑھانے کی طرف متوجہ ہوئے۔ اب اس کا اعتماد بحال ہوچکا تھا، کلاس کی تیز طرار لڑکی اس کی دوست بن چکی تھی، وہ اب چادر کاندھوں پر ڈالے کلاس بنک کرکے کالج کے کوریڈور اور لان یا کیفے میں جا بیٹھتیں، تتلی بن کر اڑنے کی خواہش پوری ہورہی تھی، کیفے میں سموسے اور کولڈ ڈرنک اڑاتی بے فکری سے قہقہے لگاتی وہ سوچتی، اب تک بلاوجہ ہی وہ قید و بند کی زندگی گزارتی آئی تھی، ہلکا پھلکا میک اپ کرنے کا شوق بھی پورا ہورہا تھا، گو کہ اس بات پر اسے ایک سینئر ٹیچر نے ڈانٹا بھی، مگر اس نے ڈھٹائی سے مسکرا کر کہا۔

"میم، یہ کالج ہے، مدرسہ نہیں۔"

"بی ہیو یور سیلف......" ٹیچر نے اس کے منہ لگنا مناسب نہ سمجھا۔

☆......☆......☆

کالج پڑھنے کا خواب پورا ہورہا تھا، مگر صرف کالج آنے اور انجوائے کرنے کا، پڑھائی کہیں بہت پیچھے رہ گئی، اس کی کلاس کی کئی طالبات بہت سنجیدہ اور پڑھاکو

تھیں، مگر اسے یہ سب بوریت لگتی۔ کبھی کبھی اس کا ضمیر اسے ملامت کرتا، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات دماغ پر دستک دیتے، آخر مدرسہ میں کافی عرصہ گزارا تھا، مگر وہ دوسرے ہی لمحے "جیون کے ہیں چار دن" گاتی اپنی توجہ کہیں اور مبذول کرلیتی۔

"لو، عبیرہ باجی کہتی تھیں، دنیا بہت عیار ہے اور تم بہت معصوم، اب دیکھو، میں کتنی چالاکی سے پیسے دیئے بغیر کینٹین سے چیزیں اڑالاتی ہوں، بس دو میٹھی میٹھی باتیں کرنا پڑتی ہیں، کینٹین پر موجود آدمی سے......"

یہ گر اس نے اپنی سہیلی نتاشا سے سیکھا تھا۔ محرم نامحرم کا تصور کہیں دور رہ گیا تھا، اب اس کی لچھے دار باتیں اور شوخ و شنگ جواب ہر ایک کو اس کا گرویدہ کرلیتے۔ البتہ گھر میں وہ وہی خاموش نبیرہ تھی۔ مفتی صاحب کبھی کبھی اس سے پوچھتے۔

"کیسا چل رہا ہے تمہارا کالج......"

"سب ٹھیک ہے ابو جی......" وہ مختصر سا جواب دیتی۔

☆......☆......☆

کالج کینٹین پر کھڑا ہونے والا ہیلپر لڑکا نیا آیا تھا، کافی خوش شکل تھا، لڑکیاں صرف شوخی اور انجوائے منٹ میں اس سے جا جا کر باتیں بگھارتیں، وہ بھی ان کی ادائیں سمجھتا تھا، نبیرہ اور نتاشا اکثر اپنا وقت کینٹین کے آس پاس گزارتیں، نتاشا امیر پارٹی تھی، کافی پیسے لاتی، نبیرہ اور وہ مل کر موجیں اڑاتیں، ایک دن نبیرہ نے کولڈ ڈرنک لیں تو کینٹین والے شہزاد نے پیسے مانگے، وہ اٹھلائی۔

"ہر دفعہ تو پیسے دیتے ہیں، آج ایسے ہی نہیں پلا سکتے۔"

"کس رشتے سے؟"

"جو آپ بنانا چاہیں۔" اس نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"سوچ لیں، ہم رشتہ بنائیں اور آپ ساتھ چھوڑ دیں تو؟"

"ہم پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں۔" نتاشا نے لقمہ دیا۔

یوں شہزاد اور نبیرہ نتاشا کے توسط اور حوصلہ افزائی سے ایک دوسرے کے قریب آتے چلے گئے، اب وہ اکثر نتاشا کے بغیر بھی شہزاد سے ملنے چلی جاتی، آج کالج میں کافی کم طالبات تھیں، حالات کی خرابی کی وجہ سے نتاشا بھی نہیں آئی تھی، سو وہ کینٹین چلی آئی، آج وہاں شہزاد ہی تھا۔

"ارے تم آئی ہو آج؟"

"کیوں نہ آتی۔"

"نہیں، میرا دل کہہ رہا تھا تم ضرور آؤ گی مجھ سے ملنے، دیکھو میں بھی آج صرف تمہاری خاطر آیا ہوں۔"

"سچ......" وہ خوش ہوگئی۔

کافی دیر وہ اس سے باتیں کرتی رہی۔

"ارے چھٹی کا ٹائم ہوگیا، کافی طالبات جاچکی تھیں۔" اس نے سوچا، دل نہ چاہ رہا تھا، اس کی میٹھی باتوں کے سحر سے نکلنے کو مگر...... "اچھا اب میں چلتی ہوں، ورنہ دیر ہوجائے گی۔" اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"چلی جانا، میں چھوڑ دوں گا تمہیں گھر، بائیک لے لی ہے میں نے......" اس نے ایک لمحہ سوچا۔

"کیا سوچ رہی ہو، دیکھو آج تو وہ تمہاری ظالم سماج نتاشا بھی نہیں آئی ہے۔" وہ مسکرائی۔

"چلیں صرف آدھا گھنٹہ" اور اس نے کہا، وگرنہ دل تو کالج میں پھیلے سناٹے سے گھبرا رہا تھا۔

"آپ یہاں کیا کررہی ہیں؟ ایک آفس کلرک نے گزرتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"جی جی سر جارہی ہوں ابھی......"

"وہ ان کے گھر سے کوئی انہیں لینے آئے گا۔" شہزاد نے بات سنبھالی تو وہ سر ہلاتے ہوئے چلے گئے۔

"شکر ہے، ایسا کرو تم یہاں اندر آجاؤ، یہاں تو ہر ایک کی نظر میں آؤ گی۔" شہزاد نے کینٹین میں موجود اسٹور روم کا دروازہ کھولا، وہ متذبذب ہوئی۔

"کیوں کیا مجھ پر اعتماد نہیں ہے۔" شہزاد نے چال چلی۔

"کیوں نہیں، تم پر تو خود سے زیادہ اعتماد ہے۔" اس نے مضبوط لہجے میں کہا۔ وہ یہ بھول گئی کہ "جہاں نامحرم مرد اور عورت تنہا ہوں، وہاں شیطان ان کے درمیان تیسرا ہوتا ہے۔" اور شیطان کا داؤ چل چکا تھا۔

☆......☆......☆

ذلت کے گڑھے میں گر کر جب وہ گھر پہنچی تو گھر کے نورانی ماحول میں اپنی غلطی اور گناہ واضح سمجھ میں آنے لگا، مگر اب پانی سر سے گزر چکا تھا، وہ کسی سے کچھ کہہ نہ سکتی تھی، دوسرے دن وہ صبح جلدی کالج پہنچی، تاکہ شہزاد کو مجبور کر سکے کہ وہ جلد از جلد شادی کے لئے اس کا رشتہ گھر لا سکے، مگر وہ اس دن نہ آیا تھا، ذہنی کشمکش اور گناہ عظیم کے خیال نے اسے ادھ موا کر دیا تھا، وہ یہ کیا کر بیٹھی تھی، اس جیسی ہوشیار، سمجھدار اور تیز طرار لڑکی کیسے ایک انجان شخص کے جال میں پھنس کر اپنے پر کٹوا چکی تھی، نتاشا تیسرے دن کالج آئی تو وہ رو پڑی، اپنی بربادی کی داستان اسے سنائی تو وہ بھی انگشت بدنداں رہ گئی۔

"نبیرہ تم، تم اوہ مائی گاڈ، میں تو صرف اسے ایک ٹائم پاس سمجھ رہی تھی اور تم اتنی آگے چلی گئیں۔"

"کچھ کرو نتاشا، کچھ کرو، دو دن سے شہزاد کا کچھ پتہ نہیں ہے۔" اس کے بے تحاشہ رونے سے وہ گھبرا گئی۔

"کیا کر رہی ہو، لوگ متوجہ ہو رہے ہیں، ابھی اسے آنے تو دو، پھر بات کرتے ہیں۔" اس نے اسے تسلی دی۔

"مگر نبیرہ، تمہیں کچھ تو سوچنا چاہئے تھا۔"

"کہاں ایک کینٹین والا، کہاں مفتی اکرام کی صاحبزادی......"

"خدا کے لئے نتاشا اور ذلیل نہ کرو، میری حد سے زیادہ اونچی اڑان مجھے لے ڈوبی۔"

"اچھا، اچھا کرتے ہیں کچھ......" اس نے کہا۔

☆......☆......☆

خدا، خدا کر کے ایک ہفتے بعد شہزاد کی شکل نظر آئی، پورا ہفتہ وہ جلے پیر کی بلی کی طرح کالج کے چکر لگاتی رہی تھی۔

"شہزاد تم کہاں رہ گئے تھے، تمہیں میرا ذرا بھی احساس نہیں۔" وہ رونے لگی۔

"کچھ ضروری کام تھا، ادھر گھر میں، تمہیں کیا کام تھا مجھ سے......" اس نے خشک لہجے میں کہا تو وہ حیرانی سے اس کی شکل دیکھنے لگی۔

"شہزاد کیا کام ہوگا مجھے، تم میرے گھر کب آ رہے ہو، دیکھو میں بہت پریشان ہوں، جلدی اپنے گھر والوں کو میرے گھر لاؤ۔"

"مگر کیوں؟" وہ معصوم بنا پوچھ رہا تھا۔

"شادی کے لئے اور کیوں؟"

"میری شادی ہو چکی ہے نبیرہ اور ادھر گاؤں میں دو بیٹے ہیں میرے......"

"کیا؟" نبیرہ پر تو گویا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔

"تو پھر وہ سب کیا تھا؟"

"کیا؟" وہ ہنسا۔

"جو ہوا، بھول جاؤ، جوانی میں ایسی غلطیاں ہو جاتی ہیں، پھر تم خود میرے پیچھے پڑی تھیں، میں تھوڑی آیا تھا تمہیں بلانے......"

"تم ...... تم یہ کیا کہہ رہے ہو، میری زندگی برباد کر کے تم کہہ رہے ہو بھول جاؤں۔" وہ اس کے بدلے رویے پر حیران تھی۔

"یہ تو اتنے بڑے بڑے شہروں کی عام سی باتیں ہیں اور تم لڑکیوں کی انجوائے منٹ......"

"یہ انجوائے منٹ نہیں تھی۔" وہ چیخی۔

"میں نے سچی محبت کی تھی، تم نے مجھے دھوکہ دیا۔"

"ہاں، دیا ہے۔" وہ غرایا۔

"جو کرنا ہے کر لو، اب جاؤ یہاں سے......" وہ چکرا کر گرنے کو تھی کہ نتاشا نے اسے سنبھال لیا۔

"اسے جانے دو نبیرہ...... اس سے کچھ سوچ کر نمٹنا پڑے گا۔" اس نے سرگوشی کی۔ نبیرہ کی سمجھ کچھ نہ آ رہا تھا۔

"میں خودکشی کر لوں گی۔"

"ہش! پاگل ہو، ایسی باتیں نہ کرو۔" وہ اسے سہارا دے کر اپنی گاڑی تک لائی اور سیدھی اپنے گھر لے گئی۔ اس کا بھائی ایک سیاسی جماعت کا سرکردہ رکن تھا، جانے اس نے اپنے بھائی سے کیا بات کی، کیا نہیں، بہرحال نتاشا نے اسے اس کے گھر چھوڑا اور کہا۔

"بہتر تھا گھر میں کسی کو بتا دیتیں۔"

"نہیں" وہ پوری جان سے دہل گئی۔

"میری ماں تو یہ سنتے ہی مر جائے گی۔"

"خیر، اب شام تک دیکھو بھائی نے وعدہ تو کیا ہے کہ دو دن کے اندر اندر وہ لڑکا آ جائے گا تمہارے گھر شادی کے لئے، اب تم خود سنبھالنا باقی سب کو......"

"مگر کیسے؟؟" صرف عبیرہ ہی کا خیال آیا۔

☆......☆......☆

چٹاخ! زندگی میں پہلی مرتبہ عبیرہ نے اس پر ہاتھ اٹھایا تھا، اس نے اٹک اٹک کر ڈرتے ڈرتے اپنا سیاہ کارنامہ بالآخر عبیرہ کو کہہ سنایا تھا۔ غصہ، دکھ اور افسوس، وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی، پھر وضو کر کے اللہ کے حضور اس مشکل سے نجات کی دعا کرنے لگی۔ شام کو شہزاد دو آدمیوں کے ہمراہ نبیرہ کے والد سے ملا۔ نتاشا کا بھائی بھی ساتھ تھا۔ مفتی صاحب نے بے حد حوصلے اور تحمل سے ساری بات سنی۔

"غصہ پی جانا اور صبر کرنے کا مطلب آج سمجھ میں آیا تھا۔ شدت ضبط سے ان کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ مگر زبان استغفار اور حسبنا اللہ ونعم الوکیل کا ورد کر رہی تھی۔ نبیرہ کمرے کے ایک کونے میں دبکی پڑی تھی، عبیرہ نے امی کو بڑی مشکل سے سکون آور دوا دے کر لٹایا، سمیرا خلاف توقع سکتہ کی سی کیفیت میں تھی، گھر پر ایک سوگ طاری تھا، مفتی صاحب سجدے میں پڑے اللہ سے راز و نیاز میں مصروف تھے، ان کی سسکیوں کی آواز گھر کی خاموشی میں بڑی واضح تھی۔

☆......☆......☆

دوسرے دن عصر کے وقت اپنے بڑے بھائی اور نبیرہ کے ماموں کو بلا کر نبیرہ کا نکاح شہزاد سے خاموشی اور سادگی سے کر دیا گیا۔ نبیرہ کی امی کو غش پر غش آ رہے تھے، سمیرا نے بڑی مشکل سے انہیں سنبھالا، گھر سے نکلتے ہوئے مفتی صاحب نبیرہ کے پاس آئے، دو دن بعد یہ ان کی نبیرہ سے پہلی بات تھی۔

"میں نے اپنی پوری کوشش کی تھی، اپنی اولاد کی بہترین تربیت کی، اس میں مجھ سے جو کوتاہی ہوئی، مجھے معاف کر دینا اور اپنی نئی زندگی کے آغاز پر اس پرانی زندگی کو بھول جانا، یہی ہمارے اور تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔ یہاں پلٹنے سے پہلے اپنی دونوں بہنوں کا سوچ لینا۔" نبیرہ سر جھکائے آنسو بہاتی شہزاد کے پیچھے نکل گئی، دل میں خواہش تو تھی کہ ماں بہنوں سے آخری بار گلے مل لیتی، ان سے معافی مانگ لیتی، مگر عبیرہ نے اسے ہاتھ کے اشارے سے امی کے پاس آنے سے منع کیا کہ ان کی حالت مزید کسی جذباتی کیفیت کو برداشت کرنے کی نہیں تھی، یوں آزاد تتلی اپنے گلستاں سے نئی دنیا کی تلاش میں نکل گئی، جانے آگے گلشن تھا یا خاردار راستے......"

یہ پنجاب کا ایک بے حد خستہ حال گاؤں تھا، شہزاد جب اسے لئے اپنے گھر پہنچا تو ایک کہرام مچ گیا، اس کی ماں، بہنیں اور بیوی نے اپنی زبان میں چیخنا شروع کر دیا اور اسے مارنے کو لپکیں، شہزاد کے سالے قریب ہی رہتے تھے، وہ بھی آ گئے، غرض ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا، شہزاد نے بڑی مشکل سے سمجھایا بجھایا اور گھر کی چھت پر ایک اسٹور نما کمرے میں لے گیا، نبیرہ کی جو سمجھ میں آیا، وہ یہ کہ شہزاد نے ایک ملازمہ کی حیثیت اس کے لئے مقرر کر دی ہے اور بتایا ہے کہ وہ مجبوراً اس سے نکاح کر کے لایا ہے، مگر وہ کرے گی گھر بھر کی خدمت...... سارا دن وہ گھر کے تمام کام کرتی، لکڑی کے چولہوں پر کھانا بناتا، خراب کھانا بننے پر انہی لکڑیوں میں سے کسی سے پٹنا اس کی تقدیر ٹھہری، شہزاد کی پہلی بیوی کی بدزبانی، ساس کی مار، نندوں کے طعنے اور مردوں کی بدنگاہی، کیا کیا نہ برداشت کرنا پڑ رہا تھا، کیوں

کیا کیا تھا میں نے، جس کی اتنی بڑی سزا، نتاشا کی دس جگہ دوستیاں تھیں، کئی لڑکیوں نے لومیرج کی تھی، کیا سب کو ایسی ہی سزا ملتی ہے، اس سوال کا جواب بھی اسے جلد ہی مل گیا، جب اس کی ساس نے اسے اپنے کمرے کی صفائی اور کچی گارے کی دیواروں کو لیپنے کا حکم دیا، صفائی کے دوران لال گوٹا کناری لگے میلے کچیلے جزدان نما کپڑے میں اسے قرآن ملا، جس پر سالوں کی گرد نے قرآن حکیم کے منقش الفاظ چھپ گئے تھے، اللہ کے کلام کی یہ حالت دیکھ کر وہ تڑپ اٹھی، سب کام چھوڑ کر اسے صاف کرنے لگی، کتنے عرصے بعد اس نے قرآن کے الفاظ دیکھے تھے، وہ بے ساختہ ہی پڑھے گئے آنسو اس کی آنکھوں سے رواں ہو گئے۔

''یہ کس نعمت سے میں دور ہو گئی تھی۔'' یکا یک کسی نے بالوں سے پکڑ کر اسے کھینچا، یہ اس کی سوکن تھی، وہ اپنی مقامی زبان میں چیخ چیخ کر کچھ کہہ رہی تھی اور سب کو اس کے ہاتھ میں پکڑا قرآن کریم دکھا رہی تھی، جادو کرنے کا الزام لگا تھا، اس کی ساس اور نندوں نے مار مار کر اسے ادھ موا کر دیا اور گھسیٹ کر گھر کے پیچھے بنے مویشیوں کے باڑے میں جا پھینکا، وہ اپنے زخمی وجود لئے رات بھر مویشیوں کی گندگی کے درمیان پڑی کراہتی رہی، اللہ کا کلام پڑھنے کی سزا؟ نہیں نیم غنودگی میں اسے لگا، وہ خود اپنے آپ سے مخاطب ہے، یہ اللہ کا کلام پڑھنے کی نہیں، اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر مبنی کتابوں کو پھینکنے کی ان بے اکرامی، بے ادبی کی سزا ہے اور یہ تو صرف دنیا کی سزا ہے، شدید تکلیف کے باوجود اس کی آنکھیں پوری طرح کھل گئیں، اس کے حواس چوکنا ہو گئے، اسے وہ لمحہ یاد آیا، جب اس نے سمیرا کے ٹوکنے اور تھپڑ مارنے پر تمام کتابیں ادھر ادھر پھینکنا شروع کر دیں تھیں۔

''اوہ خدا! میں کتنی غلط فہمی میں رہی کہ اللہ نے مجھ پر ظلم کیا ہے نہیں بلکہ میں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا، اپنے زعم میں نے اللہ کے کلام کو دے پٹخا، احادیث اور مدارس کا مذاق اڑایا، علم دین کو آؤٹ آف فیشن اور درس کو خبطیوں کا لیکچر کہہ کہہ کر کتنا تمسخر کیا، یہ میں نے کیا کر ڈالا۔'' اللہ کی ناراضگی اور اس کا عتاب مجھ پر برستا رہا اور اسے انجوائے منٹ اور پھر محبت کرنے کی سزا سمجھتی رہی۔ نہیں یہ تو ایک باپ کے اعتماد، بہنوں کی محبت اور ماں کے شفقت بھرے دل کو توڑنے کی سزا بھی ہے، بڑے کرب سے اس نے اپنی ماں کو پکارا۔

''امی امی، کہاں ہیں آپ، دیکھیں ناک پر مکھی نہ بیٹھنے دینے والی آپ کی لاڈلی کس گندگی میں لتھڑی پڑی ہے، آپ کی نازوں پر پلی، غیروں کی مار کھانے کی عادی ہو گئی ہے، آپ کی خاموش آہیں عرش تک پہنچ گئیں۔'' وہ چیخ کر بین کرنے لگی، رات کے سناٹے میں اس کی آہ و زاری سن کر محلے کے چند لوگ بھی اٹھ آئے، اس کے زخمی وجود کو چند خدا ترسوں نے نکالا، صاف ستھرا کیا، کچھ کھلا پلا کر صبح سویرے شہزاد کے ہمراہ شہر جانے والی پہلی گاڑی پر اسے سوار کرا دیا، کراچی پہنچنے پر شہزاد نے چند روپے اس کی مٹھی میں تھمائے طلاق کے تین بول بولے اور وہیں سے واپس گاؤں جانے والی بس میں بیٹھ گیا، وہ اپنے شکستہ وجود کو گھسیٹتی ایک دکان کی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھ گئی، چھن چھن، چند سکے کسی نے اس کے سامنے پھینکے، یہ بھیک تھی، وہ کانپ اٹھی۔

''نہ اللہ نہ، اب معاف کر دے، تو تو ماؤں سے ستر گنا زیادہ محبت کرنے والا ہے، مجھے اس حال کو نہ پہنچا، مجھے باعث عبرت نہ بنا، میرے ناقابل معافی گناہوں کو بخش دے۔'' روتے روتے وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گئی۔ ہوش آیا تو ایک سرکاری اسپتال کے فرش پر پڑی تھی، ایک ضعیف خاتون نے اسے اٹھایا، شہزاد کے دیئے چند روپے ابھی اس کے پلو میں بندھے تھے، یہ بھی اللہ کا کرم تھا، وہ تو اپنے گھر کا پتہ تک بھول چکی تھی، غرض گلیوں کی خاک چھانتے، جب وہ اپنے پرانے محلے تک

پہنچی تو پتہ چلا کہ اس کے گھر والے اس کی رخصتی کے بعد یہ گھر بیچ کر جا چکے ہیں، وہ اپنی ہمسائی کے گھر بیٹھ گئی، خالا رشیدہ نے پوچھا۔ ''بیٹی اب کہاں جاؤ گی۔'' وہ ان کے پیروں میں جھک گئی۔ ''مجھے بھٹکنے سے بچالیں خالا، میں آپ کے گھر کی نوکرانی بن کر رہوں گی، گھر کا ہر کام کروں گی، بدلے میں صرف سر چھپانے کی جگہ دے دیں، آپ کو میرے باپ کی سفید داڑھی کا واسطہ......''

خالا رشیدہ سوچ میں پڑ گئیں۔ ''دیکھو بیٹا، میں تو خود اپنی بہوؤں کے آسرے پر پڑی ہوں، اصل مالکن تو وہ ہیں، میں ان سے بات کرتی ہوں۔'' اس طرح وہ خالا رشیدہ کے گھر میں ماسی بن گئی، چند ہفتوں بعد خالا کے توسط سے اسے کئی گھروں میں جھاڑو پونچھے کا کام مل گیا، دن بھر گھروں کی نوکرانی بن کر کام میں جتی رہتی، اپنا اصل نام اس نے چھپا لیا اور یوں وہ ماسی نسیمہ بن گئی، وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کے ماں باپ تک اس کے انجام کی خبر پہنچے اور وہ مزید تکلیف میں مبتلا ہوں، گلی کے ایک مکان کے ایک چھوٹے کمرے کو اس نے کرائے پر لے لیا، یوں جسم و جاں کا رشتہ برقرار رکھنے کی تگ و دو میں لگ گئی، دن بھر کا تھکا وجود راتوں کو اللہ کے حضور گڑگڑا کر اپنے گناہوں کی معافی مانگتا، گناہوں اور خطاؤں کا انبار تھا، جہاں بھی وہ کلام پاک اور دینی کتابوں کو دیکھتی عقیدت سے چومتی، سینے سے لگائی، کیا نعمت تھی، کیا ناقدری کی میں نے، آہ، واقعی بے ادب بے نصیب۔

☆......☆......☆

نسیمہ ابھی بھی تڑپ تڑپ کر رو رہی تھی، امی اور میری آنکھیں بھی نم تھیں، وہ واقعی عبرت کا نشان تھی، میرا دل چاہا کہ لوگوں کو بتاؤں، لوگوں دیکھو، اللہ کے دین کی بے ادبی اور والدین کا دل دکھانے، آزادی کی شیدائی ہونے کا انجام یہ ہوتا ہے۔

☆......☆......☆

سمیرا باجی صاحبہ خاموش تھیں، میں ان کے مدرسے کی ہی طالبہ تھی، انہیں میں نے پوری کہانی اپنی ماسی کے حوالے سے سنائی، نم آنکھوں سے انہوں نے پوچھا۔ ''نام بتاؤ گی اس عورت کا، جسے کام کے لئے یہاں لگوانا چاہتی ہیں۔'' ماسی نسیمہ...... ماسی نبیرہ، میں نے بالآخر کہہ ہی دیا، وہ بری طرح چونک گئیں اور پھر معاملے کی تہہ تک پہنچ گئیں۔ کپکپاتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ ''کہاں ہے وہ؟''

☆......☆......☆

دروازے پر دستک ہوئی، صحن کی جھاڑو دیتی ماسی نے دروازہ کھولا، آنے والی خاتون برقعے میں مستور تھی، وہ پلٹ کر جانے والی ہی تھی کہ خاتون نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے گلے سے لگا لیا، وہ ہکا بکا رہ گئی، باجی یہ...... وہ میں ماسی...... چھوٹی بی بی، اس نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ سمیرا باجی نقاب کھول چکی تھیں۔ وہ سکتے کی سی کیفیت میں انہیں دیکھے گئی اور پھر تیورا کر گر پڑی۔

آئی سی یو کے باہر مفتی اکرام اور ان کا گھرانہ نبیرہ کے لئے سر بسجود تھا، اسے شدید اٹیک ہوا تھا، دل ہی تو تھا، اچانک ملنے والی خوشی، وہ بھی ایک طویل تکلیف دہ عرصے کے بعد، نہ سہہ سکا۔ مفتی اکرام کے ہاتھ رب کے حضور پھیلے تھے۔ ''ہم نے اسے معاف کر دیا اللہ تو بھی اسے معاف کر دے، اگر اس کے نصیب میں ہدایت لکھ دی ہے تو زندگی بھی عطا کر دے۔'' دعا کو شرف قبولیت ملا، وہ ہوش میں آ گئی تھی۔

☆......☆......☆

میں آج اسی مدرسے کی استانی ہوں جس کے درجہ میں نبیرہ اکرام سب سے ذہین، متقی باعمل طالبہ ہیں، وہ مصائب کی چکی میں پس کر مصفا ہو گئی ہیں، ندامت اور سچی توبہ نے انہیں کندن بنا دیا ہے، کیوں نہ ہو۔ ''وہ رب کریم تو ہماری توبہ کا منتظر ہے۔''

نوٹ: کہانی کے کسی بھی کردار سے مشابہت محض اتفاقی ہوگی۔

☆......☆......☆

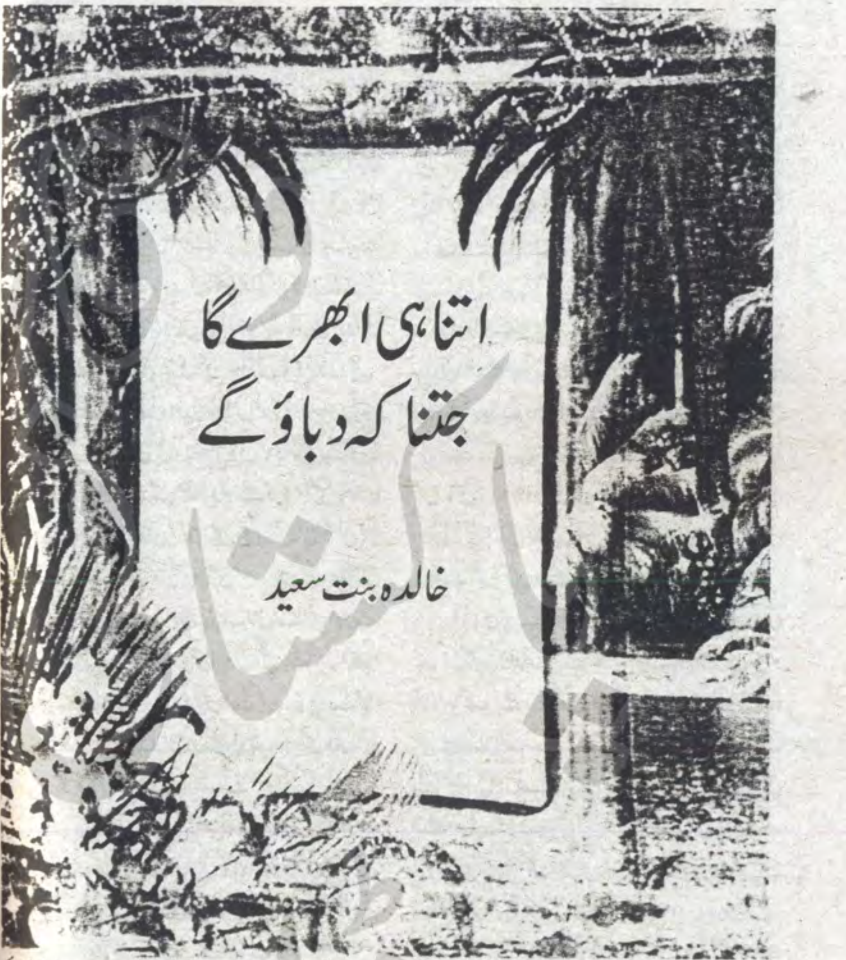

اتنا ہی ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

خالدہ بنت سعید

یورپ کی ایک تنگ و تاریک کوٹھری میں مولانا معاویہ کی دردانگیز چیخ گونجی اور وہ منہ کے بل گر گئے۔

''بتا کب باز آئے گا تو لوگوں کو بے دین کرنے سے دوسرے تیرے اور ساتھی کہاں کہاں رہتے ہیں؟'' جیگر نے مولانا معاویہ کے بالوں کو پکڑا اور جھٹکا دے کر چیخا۔ ساتھ ہی بیٹھا ہوا اسامہ بھی سہم گیا۔

''اوئے مسٹر!! بے دین نہیں کر رہے بلکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو اپنانے کے لئے کہتے ہیں۔ اگر آپ کو تکلیف ہوتی ہے تو ہمیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں، کیونکہ ہمارا اپنا مشن پھر بھی جاری ہے اور ان شاء اللہ جاری رکھیں گے۔'' مولانا معاویہ کسی بھی خوف سے بے نیاز بختی سے بولے۔

''یہ تو ابھی پتہ چل جائے گا کہ کیسے آپ اپنا مشن جاری رکھیں گے اور اپنے ساتھیوں کے بارے میں بھی نہیں بتائیں گے، ہم آپ کے ساتھیوں کے ساتھ ایسا حشر کریں گے کہ جسے دیکھ کر تم اپنی سب باتیں اگل دو

گے۔'' جیگر شیطانی قہقہہ لگا کر اسامہ کی طرف بڑھا۔

''ہاں تو مسٹر ملا! تیار ہو جاؤ، کیونکہ اب تمہاری آخری یہی چند گھڑیاں ہیں، یا تو اس کام سے باز آجاؤ، ورنہ موت ہی تمہارا مقدر ہوگی۔'' ابھی جیگر کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی کہ مولانا معاویہ گنگنایا۔

گھر گھر سے اسامہ ابھرے گا
تم کتنے اسامہ مارو گے

جیگر کا ایک دم چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور اس نے مولانا معاویہ کو گالیاں بکیں اور سر پر گلاس دے مارا تو مولانا معاویہ کے سر سے خون کا فوارہ ابل پڑا، ان کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا اور وہ اپنا سر تھامے زمین پر ڈھیر ہو گئے، انہیں دیکھ کر اسامہ کے آنسو چھلک پڑے۔

☆......☆......☆

مولانا معاویہ ایک مسلمان گھرانے کا چشم و چراغ تھا اور اس نے اپنا ہر لمحہ دین کو سیکھنے اور دوسروں تک پہنچانے کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ مولانا معاویہ بہت بہادر اور نڈر تھے۔ انہوں نے یورپ کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دینی شروع کی اس کام کے لئے مولانا معاویہ نے ایک اپنا گروپ بنا رکھا تھا جو اس مشن کو جاری رکھے ہوئے تھا۔ آہستہ آہستہ ان کا یہ مشن کامیابی کے زینے طے کرتا رہا، مگر...... مگر ایک دن مولانا معاویہ کا گروپ یورپ کے باشندہ ظالم و سفاک انسان جیگر کی نظر میں آ گیا اور اس نے اپنے بندوں کو مولانا معاویہ کے گروپ کی نگرانی کے لئے حکم دیا۔ آخر کار ایک دن جیگر کے ساتھیوں نے مولانا معاویہ اور اسامہ کو اغوا کیا اور جیگر کے حوالے کر دیا، آج انہیں قید ہوئے دوسرا دن تھا۔

جیگر نے ہر طرح کا تشدد کیا، مولانا معاویہ سے باتیں اگلوانے کے لئے، مگر ہمت کی چٹان مولانا معاویہ کو ہر قسم کا تشدد سہنا تو منظور تھا، مگر اپنے اور اپنے ساتھیوں کے بارے میں ایک لفظ بھی بتانا گوارا نہ تھا۔

☆......☆......☆

مولانا معاویہ کو جب ہوش آیا تو تقریباً آدھی رات کا وقت تھا، کمرے میں ایک چھوٹا سا چراغ ٹمٹما رہا تھا۔ مولانا معاویہ نے اپنی آنکھوں کو رگڑا تو چونک گئے، کیونکہ چہرہ خون آلود ہو چکا تھا، مگر جلد ہی انہیں ساری بات یاد آ گئی، اسامہ کا خیال آتے ہی وہ بے چینی سے اٹھے اور چراغ اٹھا کر اسامہ کے قریب آ گئے۔

''اسامہ......'' مولانا معاویہ نے اسامہ کو آواز دی، مگر اسامہ نے کوئی حرکت نہ کی، مولانا معاویہ نے ہاتھ میں پکڑا چراغ نیچے رکھا اور اسامہ کو سیدھا کیا تو گویا ان کے سر پر کسی نے بم پھوڑ دیا ہو، ان کی آنکھوں کے سامنے دوبارہ اندھیرا چھا گیا، کیونکہ اسامہ ابن عبداللہ اپنے ہی خون میں نہایا ہوا تھا، اس کے سینے میں گولی ماری گئی تھی لیکن اس کے باوجود اس کے چہرے پر ایک منفرد مسکراہٹ تھی، اتنے بلند ہمت مرد جواں مولانا معاویہ بھی اس کی یہ حالت دیکھ کر اس کے چہرے پر پیار سے ہاتھ پھیر کر سسک پڑے۔

☆......☆......☆

مولانا معاویہ دوسرے دن قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف تھے کہ جھٹکے سے دروازہ کھولا اور جیگر اندر داخل ہوا۔

''ہاں تو مسٹر معاویہ، کیا سوچا ہے تم نے......'' جیگر نے کہا۔

''کچھ بھی نہیں...... میرا اب بھی وہی فیصلہ ہے جو پہلے تھا کہ نہ ہی ہم اپنا یہ مشن بند کریں گے اور نہ ہی میں تمہیں اپنے ساتھیوں کے بارے میں بتاؤں گا...... اچھی طرح سن لو کہ یہ میرا اٹل اور آخری فیصلہ ہے اور یاد رہے مسٹر جیگر کہ ہم اپنے فیصلے سے ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں ہٹ سکتے۔'' مولانا معاویہ نے جیگر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر چبا چبا کر کہا۔

''مسٹر ملا! سوچ لو، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ پر مصائب آن پڑیں اور پھر آپ ہماری منتیں کریں، کیونکہ ہم پھر بھی

آپ کے ساتھیوں تک پہنچ جائیں گے، چاہے آپ بتائیں یا نہ بتائیں اور ہاں......'' ابھی جیگر کی بات جاری تھی کہ مولانا معاویہ نے ان کی بات کاٹ کر بے اختیار بول پڑے۔

مصائب میں نہ گھبرانا یہی مومن کی پہچان ہے
ستم ہنس کے جو سہہ جائیں یہی کامل مسلماں ہے

''آپ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائیں گے مگر ہمارے ساتھیوں تک آپ کا سایہ بھی نہیں پہنچ سکے گا، ان شاء اللہ......'' مولانا معاویہ جوش سے بولے۔

''ہاہاہا......! ارے ملا، ابھی کل ہی تو آپ کا ایک ساتھی تیرے کے سامنے مر چکا ہے، شاید تم بھول رہے ہو۔'' جیگر مسکرایا۔

''اوئے مسٹر جیگر! آپ ایک کی بات کر رہے ہیں، مگر ہمارے کتنے ہی بھائی بہن اسی دین کے لئے اپنی جانیں قربان کر گئے ہیں۔ بقول شاعر:

سمیہؓ ہوگئی ٹکڑے کلیجہ دیکھ کر حمزہ کا
زنیرہ کی گئی آنکھیں کہاں یہ دین آساں ہے
جنازہ ابو حنیفہؒ کا بالآخر جیل سے نکلا
تلے کوڑوں کے احمد ابن حنبلؒ کی گئی جاں ہے

مولانا معاویہ کی آواز بھرا گئی۔

''میں سمجھا آپ کا دماغ اپنے ساتھی کا انجام دیکھ کر ٹھیک ہوگیا ہوگا، مگر میری سوچ غلط نکلی، اب کل تک آپ کے پاس وقت ہے جو بھی فیصلہ کرنا ہے کرو، کیونکہ کل تم بھی اپنے انجام کو پہنچ جاؤ گے۔'' یہ کہتے ہی دروازہ بند کر کے جیگر باہر نکل گیا، اس کے جاتے ہی مولانا معاویہ نے آنکھیں موندھ کر دوبارہ تلاوت شروع کر دی۔

☆......☆......☆

جیگر نشے میں دھت اپنے بالوں میں انگلیاں پھنسائے کرسی پر بیٹھا کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ کمرے پر کسی کے نوک کرنے سے چونکا۔

''آجائیں......'' جیگر بولا۔

کمرے میں ایک دبلی پتلی اور خوب صورت سی نوجوان لڑکی داخل ہوئی۔

''ہائے ڈیئر! آپ کچھ ڈسٹرب دکھائی دے رہے ہیں؟'' لڑکی نے چونک کر کہا۔

''وہ ساحرہ، میں دراصل ان مسلم لوگوں سے پریشان ہوں، کیونکہ آئے دن مسلمانوں میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔'' جیگر نے اپنی پریشانی کی وجہ بتائی۔

''اوہ! باباجانی اور ان دونوں کا کیا بنا، جو آپ کے قبضے میں ہیں۔'' ساحرہ پریشانی سے بولی۔

''ان میں سے ایک تو اپنے انجام کو پہنچ چکا ہے اور ایک کو ابھی تک قید میں رکھا ہوا ہے، کیونکہ اس سے اس کے باقی ساتھیوں کے بارے میں معلوم کرنا ہے، مگر یہ وہ چکنا گھڑا، جان دے دے گا، مگر بتائے گا پھر بھی نہیں۔'' جیگر نے اصل پریشانی کی وجہ بتا ہی ڈالی۔

''اوہ ہو! تو یہ پریشانی ہے، مگر آپ بے فکر ہو جائیں، آپ دیکھنا، میں آپ کی کیسے پریشانی دور کرتی ہوں۔'' ساحرہ نے مسکرا کر چٹکی بجائی۔

جیگر نے نا سمجھی کی کیفیت میں ساحرہ کی طرف دیکھا، مگر بات سمجھ آجانے پر اس کا چہرہ کھل اٹھا۔

''ویری گڈ! ساحرہ میری بیٹی ویری گڈ......'' انہوں نے خوشی سے ساحرہ کو خود سے لگالیا۔

☆......☆......☆

مولانا معاویہ نماز ادا کر کے نظر زمین پر جمائے ذکر میں مشغول تھے کہ کوٹھڑی کا دروازہ کھلا، لیکن وہ پھر بھی اسی کیفیت میں بیٹھے رہے، آنے والا قریب آچکا تھا۔

''ہائے مسٹر!'' ایک نسوانی آواز ابھری، مگر مولانا معاویہ نے کوئی توجہ نہ دی، البتہ ان کی پیشانی پر پسینہ ابھر آیا۔

''آئی ایم ساحرہ......'' لڑکی نے اپنا تعارف کرایا۔

''مجھے کسی نا محرم لڑکی کا تعارف کرانے کا کوئی شوق نہیں۔'' مولانا معاویہ نے سختی سے کہا، مگر نظر ہنوز نیچی تھیں۔

''پھر آپ کا مقصد اسی بند کوٹھڑی میں رہنا ہے۔''

ساحرہ بولی۔

''میری زندگی کا مقصد اسلام کی سربلندی ہے یا پھر آپ لوگوں کے ہاتھوں شہادت......'' مولانا معاویہ بولے۔

''اچھا تو آپ ذرا اپنا چہرہ اوپر اٹھا کر بات کریں۔'' ساحرہ نے اپنا لوہا منوانا چاہا۔

''نہیں، ہمیں کسی نامحرم لڑکی کی طرف دیکھنے سے گناہ ملتا ہے، اب آپ جاسکتی ہیں۔'' مولانا معاویہ نے اپنے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

باتوں باتوں میں مولانا معاویہ اسے راہ راست پر لانے کے لئے حرام وحلال کی باتیں بتاتے رہے، جنہیں سن کر ساحرہ کی کیفیت عجیب ہوتی رہی۔

''کیا آپ عورت کی طرف ایک لمحے کے لئے بھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے۔'' ساحرہ نے معصومیت سے کہا۔

''جی ہاں! کیونکہ ہمیں جنت میں اس دنیا کی عورتوں سے کئی گنا زیادہ خوب صورت حوروں سے اللہ پاک نوازیں گے، بشرطیکہ دنیا میں ہمیشہ اپنی نظریں کسی بھی نا محرم عورتوں سے بچائے رکھی ہوں۔'' مولانا معاویہ نے اسے نرمی سے سمجھایا۔

کتنی دیر تک مولانا معاویہ اس سے دنیا وآخرت کی باتیں رہے۔ مگر لمحے کے لئے بھی انہوں نے اپنی نظریں اوپر نہیں اٹھائیں، آخر کار ان کی محنت رنگ لا ہی گئی۔

☆......☆......☆

''آپ مجھے بھی اپنے مذہب میں داخل کر دیں تو میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔'' ساحرہ نے لجاجت سے کہا۔

''مگر وہ تمہارے ڈیڈی۔'' مولانا معاویہ نے کہا۔

''اس بات کی آپ فکر نہ کریں، یہ سب مجھ پر چھوڑ دیں کیونکہ جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔'' ساحرہ نے کہا۔

پھر مولانا معاویہ نے اسے ضروری باتیں سمجھائی اور کلمہ پڑھادیا، ساحرہ کے جاتے ہی انہوں نے ایک لمبا سانس لیا اور ان لبوں پر یہ شعر مچلنے لگا۔

اسلام کو قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

☆......☆......☆

شام کے وقت دروازہ کھلا اور ساحرہ اندر داخل ہوئی۔

''آپ سے ایک بات کرنی ہے۔'' ساحرہ نے کہا۔

''کہو؟'' مولانا معاویہ نظریں جھکا کر بولے۔

''میں اس قید خانے سے آپ کو آزاد کرانا چاہتی ہوں، آپ رات کو تیار رہنا، ٹھیک ہے۔'' ساحرہ نے سرگوشی میں کہا۔

''مگر کس طرح؟'' مولانا معاویہ نے حیرت سے کہا۔

''آپ کو بس اطلاع دینی تھی، آپ رات کو تیار رہنا، اگر آپ رات کو نہیں نکل جاتے تو پھر آپ کا زندہ بچنا مشکل ہے، کیونکہ ڈیڈی نے کہا ہے کہ اگر آپ آج فیصلہ کریں تو ٹھیک، ورنہ وہ آپ کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔'' ساحرہ بولتی چلی گئی۔

''ٹھیک ہے، پھر میں تیار ہوں۔'' مولانا معاویہ نے مختصر سا جواب دیا اور ساحرہ چلی گئی۔

☆......☆......☆

جیگر ساحرہ کے انتظار میں بیٹھا اونگھ رہا تھا، کیونکہ ساحرہ نے مولانا معاویہ کا فیصلہ رات کو بتانے کا کہا تھا۔ اتنے میں پورچ اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی تو وہ چونک گئے اور جھٹکے سے اٹھ کر باہر دوڑے تو سامنے ساحرہ گاڑی میں بیٹھے ہوئے مولانا معاویہ کو الوداعی بائے بائے کر رہی تھی اور مولانا معاویہ نے ایک جھٹکے سے گاڑی گیٹ سے باہر نکالی اور ہوا کی طرح اڑا کر لے گئے۔

''ساحرہ......'' جیگر چیخا اور کوٹ کی جیب سے پستول نکال کر اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی اور دیکھتے ہی دیکھتے ساحرہ کے پرخچے اڑ گئے اور ساتھ ہی ساحرہ کے منہ سے لا الہ الا اللہ کی صدائیں بلند ہوئیں، جسے سن کر جیگر بھی پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔

☆......☆......☆

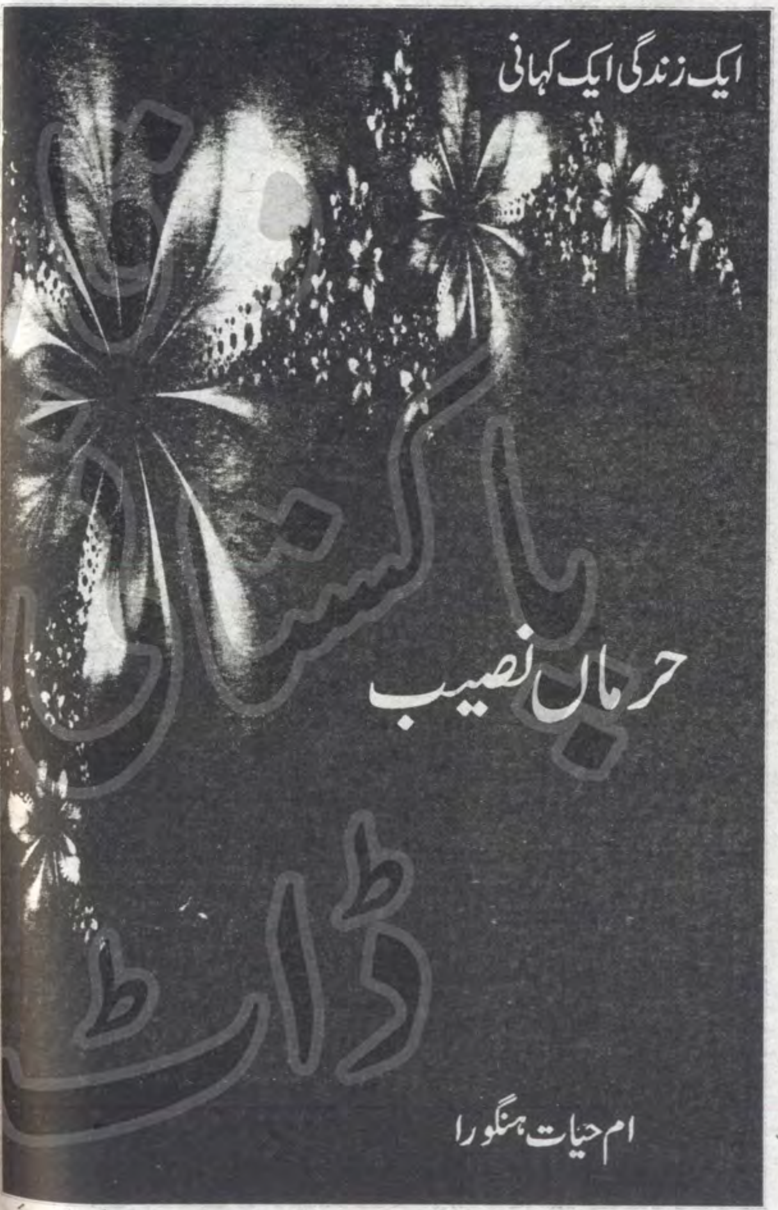

ایک زندگی ایک کہانی

حرماں نصیب

ام حیات ہنگورا

"السلام علیکم، میں آپ کے پاس اپنی نند کو لے کر آنا چاہتی ہوں۔" آنے والی خاتون نے بات کا آغاز کیا۔

"وعلیکم السلام! جی آپ کا نام؟" میں مسکرا کر گویا ہوئی۔

"میرا نام شگفتہ اسماعیل ہے۔" انہوں نے تعارف کرایا۔

"جی فرمائیے، کس سلسلے میں آنا ہوا۔" میں نے پوچھا۔

"ڈاکٹر صاحبہ، میری نند بینا کو شادی کے اٹھارہ سال بعد طلاق ہوگئی ہے، اب یہ تقریباً چھ سال سے ہمارے ساتھ رہ رہی ہے۔" وہ دکھی لہجے میں گویا ہوئی۔

"اوہ! بہت افسوس ہوا۔" (مجھے ان کی بات سن کر بے حد افسوس ہوا تھا۔ شادی کے اٹھارہ سال بعد طلاق ہونا بہت ہی تکلیف دہ امر ہے)

"پچھلے سال بینا کے گردے فیل ہوگئے، اب ہر ہفتے ان کا dylysis ہو رہا ہے، مگر اب میں نے یہ نوٹ کرنا شروع کیا ہے کہ یہ دوائیاں بہت زیادہ مقدار میں لے لیتی ہیں، جو گولی ایک کھانی ہوتی ہے، وہ اس کی جگہ دو کھاتی ہے، اسے ڈاکٹر نے نیند کے لئے بھی دوائی دی ہے، وہ بھی اکثر دو یا تین ساتھ لے لیتی، وہ اپنی صحت کی طرف سے مکمل لاپرواہ ہو چکی ہے، خوشی، غم ہر چیز سے بے نیاز ہو چکی ہے، پچھلے دنوں اس کے بھائی کو خیال آیا، کیوں نہ اس کا نفسیاتی علاج کروایا جائے، اسی لئے میں آپ کے پاس آئی ہوں۔" انہوں نے اپنا مدعا بیان کیا۔

"مجھے آپ ان کے متعلق تفصیل سے بتا دیں، پھر ان شاء اللہ علاج شروع کریں گے۔" میں نے کہا۔

"بینا، بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی ہیں، پہلے میرے جیٹھ ابراہیم بھائی ہیں، پھر دو بہنیں، امینہ اور ثمینہ ہیں، پھر میرے شوہر اسماعیل اور آخر میں بینا ہیں، بینا عمر میں مجھ سے بڑی ہیں، میں جب بیاہ کر آئی تو سارا گھر بینا سنبھالتی تھیں، باقی سب بہن، بھائی شادی شدہ تھے، میرے جیٹھ بھی علیحدہ رہتے تھے، جہاں تک میں نے اندازہ لگایا، بینا گھر میں سب سے کم گو، کم صورت اور کم ذہن تھی، اس نے بمشکل چھ جماعتیں پاس کی تھیں، مگر وہ گھرداری میں طاق تھی، نہ خاندان میں اس کا کوئی طلب گار ہوا اور اگر باہر سے بھی آتا تو دوبارہ پلٹ کر نہ آتا، وہ بہت ہمت اور صبر کے ساتھ برداشت کرتی رہی اور پھر بینا کے لئے ایسا رشتہ آیا کہ جو لوگ ہمیشہ بینا کو بدقسمت سمجھتے تھے، وہ اسے خوش قسمت کہنے لگے، کیونکہ ہم جیسے مڈل کلاس لوگوں کے گھر میں اگر کسی امیر کبیر کے گھر سے رشتہ آجائے تو وہ لڑکی کی خوش قسمتی گردانی جاتی ہے۔"

شگفتہ جی نے ٹھنڈی آہ بھری اور پھر کچھ سوچنے لگیں۔

"کیا آپ بھی ایسا ہی سمجھتی تھیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں! شاید، مجھے بھی رشک آیا تھا، فیضان بھائی کا گھر، ان کا رہن سہن، سب شاہانہ تھا، بس فیضان بھائی میں ایک کمی تھی، پولیو کی وجہ سے وہ بچپن ہی میں دونوں پیروں سے معذور ہو چکے تھے، خیر ہم نے بینا کو بیاہ دیا، بہت صبر، شکر کے ساتھ اٹھارہ سال گزارے اور پھر ایک دن......" یہ کہہ کر شگفتہ جی سوچ میں گم ہوگئیں۔

☆......☆......☆

"آج فیضان نے بلوایا ہے، سمجھ میں نہیں آرہا، ایسے کبھی اتنے سالوں میں اس نے بلوایا تو نہیں۔" اسماعیل دوپہر کے کھانے پر شگفتہ سے بولے۔

"ہوگا کوئی کام، آپ کیوں فضول میں پہلے سے فکر مند ہو رہے ہیں۔" شگفتہ جواباً سمجھانے لگی۔

"ہاں، شاید! میں کچھ، لیکن شگفتہ مجھے کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا تھا، میری چھٹی حس کچھ اور کہہ رہی ہے۔"

"دو رکعت صلوٰۃ حاجت پڑھ لیں۔" شگفتہ نے مشورہ دیا۔

"ہاں، ٹھیک کہہ رہی ہو تم۔" اسماعیل دسترخوان سے کھڑے ہوتے ہوئے بولے۔

☆......☆......☆

"اسماعیل بھائی آپ کے لئے کوئی اچھی خبر نہیں ہے۔" فیضان نے سر جھکاتے ہوئے مخاطب کیا۔

"خیریت تو ہے فیضان، گھر میں کوئی بھی نہیں ہے، بینا اور عدیل اور دوسرے گھر والے کہاں ہیں۔" اسماعیل نے فیضان کو اکیلے دیکھ کر پوچھا۔

"اسماعیل بھائی، مجھے کینسر ہوگیا ہے۔" فیضان نے اسماعیل کی بات سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔

''کینسر!! کب اور کیسے؟'' اسماعیل گھبرا کر بولے۔

''پچھلے ہفتے ہی رپورٹ آئی ہے، میں اگلے ہفتے ملک سے باہر علاج کے لئے جا رہا ہوں، مجھے نہیں معلوم میں زندہ واپس آؤں گا یا نہیں، اسی لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ بلکہ یہ لیں۔'' فیضان نے لفافہ اسماعیل کی طرف بڑھایا۔

''یہ کیا ہے؟'' اسماعیل نے سوال کیا۔

''آپ خود ہی دیکھ لیں۔'' فیضان نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

''طلاق نامہ...... تم نے بینا کو طلاق دے دی، مگر کیوں؟ بینا کا کیا قصور ہے؟'' اسماعیل چیخ اٹھے۔

''میرے بعد بینا کا کیا ہوگا، اس لئے میں نے بہتر سمجھا کہ میں......'' فیضان اتنا کہہ کر خاموش ہوگئے۔

''مگر بینا اکیلی تو نہیں ہے ماشاء اللہ عدیل کچھ عرصے میں......'' فیضان نے اسماعیل کی بات کاٹی۔

''بہر حال ابھی عدیل چھوٹا ہے، محبوب بھائی نے کہا ہے کہ وہ عدیل کی ذمہ داری تو سنبھال لیں گے، مگر بینا کو کوئی رکھنے کو تیار نہیں ہے۔'' فیضان آنکھیں چراتے ہوئے بولا۔

''آپ نے اچھا نہیں کیا فیضان بھائی، یہ تو بینا کے ساتھ سراسر ظلم ہے۔'' اسماعیل غمزدہ لہجے میں بولے۔

''ابھی آپ کو سب ظلم لگ رہا ہے، مگر کل آپ مطمئن ہوں گے۔'' اس فیضان نے تحمل سے جواب دیا۔

''میں نے بینا کو بتا دیا ہے آپ اس کو ساتھ لیتے جائیں۔'' فیضان نے حتمی انداز میں کہا۔

☆......☆......☆

''چھ سال ہوگئے اس بات کو، اس کی ذات بے ضرر ہے، اس نے مجھے کوئی تکلیف نہیں دی بلکہ اس کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ یہ زیادہ سے زیادہ میرے کام کاج میں ہاتھ بٹاتی رہے، مگر اب اس کی بیماری اور یہ......'' شگفتہ جی اتنا کہہ کر خاموش ہوگئیں۔

''اس کے طلاق کے بعد کیا احساسات تھے، وہ اس حادثے کے متعلق کیا کہتی تھیں؟''

''جو فیضان نے کیا، وہ صحیح کیا، البتہ عدیل کو یاد کر کے اکثر روتی رہتی ہے۔''

''ایک ہی بیٹا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''جی!'' وہ مختصراً بولیں۔

''ملنے آتا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں، عید، برات پر......'' وہ طنزیہ بولیں۔

''ان کے سابقہ شوہر زندہ ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''جی اور کوئی کینسر وینسر نہیں ہے۔'' اب وہ قدرے ناراضگی سے بولیں۔

''کیا مطلب؟'' میں نے الجھی الجھی نگاہوں سے دیکھا۔

''باہر علاج کے لئے گیا اور ٹھیک ٹھاک ہو کر آ گیا، مجھے تو لگتا ہے سب ڈرامہ تھا۔'' اب بھی وہ ناراضگی سے بولیں۔

''ایسا کیوں سوچا آپ نے؟'' میں نے پوچھا۔

''کوئی بھلا اس طرح طلاق دیتا ہے، بیماری میں تو مرد کو اور زیادہ بیوی کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ تو بیچاری شادی کر کے اس کی خادمہ ہی بن کر گئی تھی۔'' اب وہ دکھی لہجے میں بولیں۔

''اب کب لے کر آؤں بینا کو؟'' شگفتہ جی بولیں۔

''کل آ سکتی ہیں؟'' میں نے اپائمنٹ بک کھول کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''جی، بالکل مجھے اس کی طرف سے بہت تشویش ہے، میں اگر اس کو دوائیاں زیادہ لینے پر ٹوکوں تو وہ رونے لگتی ہے، کہتی ہے، مجھے تکلیف ہے یا پھر مجھے نیند نہیں آتی۔'' وہ اداسی سے بولیں۔

''ٹھیک ہے، پھر کل ملتے ہیں ان شاء اللہ......'' میں نے نوٹ بک بند کرتے ہوئے کہا۔

☆......☆......☆

''السلام علیکم ڈاکٹر صاحبہ، یہ بینا ہیں۔'' شگفتہ جی نے تعارف کرایا۔

''وعلیکم السلام!'' میں نے دونوں کو دیکھتے ہوئے

کہا۔ بینا جی کو دیکھتے ہی اندازہ ہوگیا کہ وہ بیمار اور آزردہ عورت ہے۔

''شگفتہ جی، آپ باہر تشریف رکھئے۔'' میں نے کہا تو وہ ''جی'' کہتے ہوئے کمرے سے نکل گئیں۔

''کیسی ہیں آپ بینا؟''

''جی ٹھیک ہوں، الحمد للہ......'' بینا یہ کہہ کر خاموش ہوگئیں۔

''کچھ بیمار لگ رہی ہیں آپ؟'' میں نے پوچھا تو وہ خاموش رہی۔

''پورا دن کیا کرتی ہیں آپ؟'' میں نے کہا۔

''کچھ خاص نہیں۔'' وہ مختصراً بولیں۔

''کتنے بچے ہیں آپ کے؟'' میں نے پوچھا۔

''ایک......'' وہ ہر بات کا زبردستی جواب دے رہیں تھیں۔

''کچھ پریشان لگ رہی ہیں آپ؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں تو......'' وہ بولیں۔

''نیند بہت کم ہے آپ کی؟'' میں نے پوچھا۔

''پتہ نہیں......'' وہ بولیں۔

''بیٹا یاد آتا ہے اس لئے؟'' میں نے پوچھا۔

''جی......'' وہ بولیں۔

''بھائی کے کتنے بچے ہیں؟'' میں نے موضوع بدلا۔

''بھائی کے چار بچے ہیں، دو بیٹے، دو بیٹیاں......'' اب اس نے تھوڑا تفصیل سے جواب دیا۔

''کیا پکانے کا شوق ہے آپ کو؟'' میں نے پوچھا۔

''جی......'' وہ پھر مختصراً بولیں۔

بینا جی سے تقریباً تین سیشن اسی طرح بات چیت کرتے ہوئے گزر گئے، میرے سوال کرنے پر وہ ہر بات کا مختصراً جواب دیتیں، کسی بھی پہلو سے کیس میں کوئی پیش رفت نہ تھی، یہ ایک گھنٹہ میرے لئے انتہائی تکلیف دہ ہوتا تھا، کیونکہ وہ خود سے کوئی بات ہی نہیں کرتی تھیں، میرے سوال کا مختصر ترین جواب دے کر خاموش ہو جاتیں، میں ان کو ساتھ مستقل سمجھاتی رہی کہ دوائیوں کو ڈاکٹر کی ہدایت ہی کے مطابق لینا چاہئے، ورنہ اس کا بہت نقصان ہوتا ہے، جواباً وہ ''جی'' کہہ کر خاموش ہو جاتیں اور پھر ایک دن جب وہ پاس آئی تو کہنے لگی۔

''بھابی مجھے روز آپ کے پاس لے کر کیوں آ رہی ہیں؟'' اس نے اتنے دن میں پہلی دفعہ مجھ سے سوال کیا۔

''تاکہ آپ صحت یاب ہو جائیں۔'' میں نے کہا۔

''یہ تو ممکن نہیں اب......'' وہ بولیں۔

''وہ آپ کے لئے بہت پریشان ہیں، آپ کے بھائی بھابی آپ سے محبت کرتے ہیں، بہت خوش قسمت ہیں آپ جو ایسے بھائی بھابی ملے۔'' میں جواباً بولی۔

''خوش قسمت، میں اور خوش قسمت......'' وہ دھیرے سے مسکرائی۔

وفا کے وعدے وہ سارے بھلا گیا چپ چاپ
وہ میرے دل کی دیواریں ہلا گیا چپ چاپ

بینا جی نے یہ شعر پڑھا تو میں چونک اٹھی

''یہ شغف بھی ہے آپ کو......'' میں مسکرائی

''ہاں، مجھے گانے سننے کا بے حد شوق تھا، شکر ہے اب نہیں ہے۔'' وہ بولی۔

''کیوں؟'' میں نے بے ساختہ پوچھا۔

''کیونکہ گانا سننا گناہ ہے۔'' وہ بولی۔

''اچھا......'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''مجھے خوش قسمت کیسے سمجھا آپ نے، مجھ سے زیادہ تو بدقسمت اس دنیا میں شاید ہی کوئی ہو۔'' وہ رک رک کر بولیں۔

''ایسا کہنے سے بھی گناہ ہوتا ہے۔'' میں نے مسکرا کر سمجھایا۔

''جی!'' وہ اتنا کہہ کر خاموش ہوگئی۔

''کسی کو بدصورت کہنا گناہ نہیں ہوتا؟'' اب اس

نے پوچھا۔
''ہوتا ہے بہت بڑا گناہ ہوتا ہے، شکل وصورت تو اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے۔'' میں نے کہا۔
''میری شکل وصورت پر مجھے جو طعنے ملے ہیں، اس میں میرا قصور کتنا تھا؟'' اس نے پوچھا۔
''بینا برا نہ مانو تو مجھے تفصیل سے بتا سکتی ہو؟'' میں نے کہا۔
''آپ بھابی سے تو کچھ نہیں کہیں گی؟'' اس نے بے یقینی سی کیفیت میں مجھ کو دیکھا۔
''مجھ پر مکمل بھروسہ رکھو بینا۔'' میں نے کہا۔
''بھروسہ تو میں عدیل پر بھی نہیں کر سکتی۔'' وہ تھکے تھکے لہجے میں بولیں۔
''میرا خیال ہے تمہارے بھائی اور بھابی مخلص ہیں۔'' میں بولی۔
''ہاں یہ تو ہے ورنہ میرا جنازہ تو شاید بہت پہلے اٹھ چکا ہوتا۔'' اب وہ کھانسنے لگیں۔
''پھر بھی اعتباری کی کیفیت ہے۔'' وہ اتنا کہہ کر سوچ میں گم ہوگئیں۔

☆......☆......☆

''بینا شکل اچھی نہیں تو کم از کم اپنے طور اور اطوار ہی اچھے کرلو۔'' بینا کی ممانی نے بینا کو اپنی بیٹی رباب کو تھپڑ لگاتے دیکھا تو لپک کر آئیں۔
''ممانی جان، پہلے رباب نے مجھے مارا، یہ دیکھیے۔''
''تو کیا ہوگیا، برداشت کرلیتیں، دیکھو تو تمہاری انگلیاں تو میری بچی کے گالوں پر نقش ہوگئیں۔''
''کیا ہوا۔'' بھابی کے چیخنے کی آواز سن کر بینا کی امی دوڑتی ہوئی آئیں۔
''برا نہ مانئے گا آپا، نہ صورت، نہ سیرت، کچھ بھی نہیں ہے بینا میں، کم از کم برداشت کرنا ہی سیکھ لے، دیکھئے میری معصوم بچی کو کس بری طرح مارا ہے۔''

بینا کی ممانی کی بات سن کر، بینا کی امی نے بینا کو دو تھپڑ لگائے۔
''منحوس نا جانے کس پر چلی گئی ہے۔'' جواباً بینا اپنی صفائی میں اب کچھ نہ بولی۔

☆......☆......☆

''اس طرح کے دو تین واقعے کے بعد میں نے مار کھانا سیکھ لیا، طعنے تو ہمیشہ سننے کو ملے، مگر پھر اکثر گھر میں ہو یا باہر، بلاوجہ لوگوں کی مار سہنی پڑی۔'' وہ اتنا کہہ کر دوبارہ سوچ میں گم ہوگئیں۔
''بینا کو میں اپنی ٹیم میں نہیں رکھوں گی زارا۔'' صبا بولی۔
''ہماری پہلے بات ہوئی تھی صبا کہ ایک دفعہ تم اور ایک دفعہ میں اسے رکھوں گی، اب تمہاری باری ہے۔'' زارا جواباً بولی۔
''ہم بینا کی وجہ سے گیم ہار گئے، اب بینا کھیلے گی تو میں نہیں کھیلوں گی۔'' صبا نے گیم ہارنے کے بعد کہہ دیا۔

☆......☆......☆

''یہ صبا کون ہے؟'' میں نے پوچھا۔
''میرے ماموں کی بیٹی اور میری بڑی بھابی۔'' بینا اداسی سے بولی۔
''مگر ان سب باتوں کے باوجود بھی مجھے کسی سے کوئی شکایت نہیں تھی، میں خاموش اور اپنے آپ میں گم ہوتی چلی گئی اور پھر جب چھٹی کلاس میں تیسری دفعہ فیل ہوئی تو میرے والد نے مجھے اسکول سے اٹھا دیا۔'' اتنا کہہ کر بینا خاموش ہوگئی۔
''بینا آپ نے پڑھائی پر توجہ کیوں نہ کی؟'' میں نے پوچھا۔
''مجھے پڑھائی بہت مشکل لگتی تھی، مجھے بہت ہی مشکل سے کچھ سمجھ میں آتا تھا اور یہاں پر بھی......'' اس نے اتنا کہہ کر ٹھنڈی آہ بھری اور سوچ میں گم ہوگئی۔

☆......☆......☆

''جب ہم ایک سو چوالیس کو بارہ سے تقسیم کرتے ہیں تو جواب بارہ ہی آتا ہے اور جب ایک سو چوالیس کو ہم سات سے تقسیم کرتے ہیں، جواب 20.5 اعشاریہ آتا ہے۔'' مس نے بلیک بورڈ پر لکھا۔
''مس یہ ذرا اعشاریہ والا واپس سمجھا دیں پلیز۔'' بینا نے کہا۔
''کل جب میں نے اعشاریہ سمجھایا تھا تم تب کہاں تھیں۔'' مس نے بینا کو گھورا۔
''مس مجھے کل بھی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔'' بینا ہکلائی۔
''صرف ایک تمہاری وجہ سے میں ساری کلاس کا وقت ضائع نہیں کر سکتی اور ویسے بھی کون سا تم کو سمجھ آجائے گا، میں نے تمہیں پہاڑے یاد کرنے کا کہا تھا، تم نے یاد کیے؟'' مس نے بینا کو گھورا۔
''مس وہ......'' بینا گڑبڑائی۔
''مجھے بارہ کا پہاڑا سناؤ۔'' مس نے غصے سے کہا۔
''بارہ کا پہاڑا......'' مس وہ کچا ہے۔
''تم سوائے سب کا وقت ضائع کرنے کے اور کچھ نہیں کر سکتی، چلو ڈیسک پر کھڑی ہوجاؤ۔'' مس نے بینا سے کہا۔
''نہ شکل نہ عقل......'' مس استہزائیہ بلیک بورڈ پر لکھنے لگیں۔

☆......☆......☆

''سچ پوچھئے تو آپ نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ آپ کون ہیں؟'' بینا اپنی بات روک کر مجھ سے پوچھنے لگی۔
''میں ڈاکٹر ہوں، ڈاکٹر فردوس......'' میں نے مسکرا کر کہا۔
''باتیں کرنے والی ڈاکٹر؟'' وہ حیرت سے بولی۔
''جی......'' میں نے مسکرا کر جواب دیا۔
''اتنی باتیں تو مجھ سے کسی نے نہیں کیں، بلکہ میں نے جب بھی بولنا چاہا تو مجھے چپ کرا دیا گیا۔'' وہ حسرت سے بولیں۔
''کسی سے بھی نہیں، کیوں؟'' میں نے پوچھا۔
''کس سے کرتی، بہنیں دونوں مجھ سے اچھی خاصی بڑی ہیں اور صبا بھابی کی وجہ سے میں نے ہمیشہ شگفتہ بھابی سے کم ہی بات کی، سہیلی میری کوئی ہے نہیں۔'' وہ اب حسرت سے بولی۔
''آپ کے شوہر، بچے کسی سے بھی نہیں؟'' میں نے بینا جی کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔
''کون سا شوہر، میں طلاق یافتہ ہوں اور عدیل......'' یہ کہہ کر وہ خاموش ہوگئیں۔
''مجھے گھر جانا ہے۔'' وہ تھوڑی دیر ٹھہر کر بولیں۔
''تھوڑی دیر میں چلی جائیے گا۔'' میں نے کہا۔
''اچھا!'' وہ تھکے تھکے لہجے میں بولیں اور پھر چپ چاپ ہاتھوں کو گود میں رکھے تکتی رہیں، میں نے دو تین دفعہ بینا جی کہہ کر مخاطب کیا، مگر وہ خاموش ہی رہیں اور پھر وقت ختم ہونے پر چلی گئیں اور پھر ایک ہفتے بعد شگفتہ جی نے بینا جی کے لئے اپائنمنٹ لیا۔
''خیریت! اتنے دن کہاں رہیں؟'' میں نے بینا جی سے پوچھا۔
''بیمار تھی بہت میں......'' بینا جی یہ کہہ کر زور زور سے کھانسنے لگیں۔
''بینا جی پڑھائی کیوں چھوڑ دی۔'' میں نے وہیں سے بات شروع کی جہاں سے اس دن ربط ٹوٹا تھا۔
''مجھے سمجھ بہت دیر میں آتا ہے، اس لئے پڑھ نہیں پائی، گھر میں بھی کسی کے پاس مجھے سمجھانے کے لئے وقت نہیں تھا، ہاں مجھے کھانا پکانا اور سینا پرونا بہت اچھا لگتا تھا اور میری ہاتھ کے ذائقے تو......'' بینا جی یہ کہہ کر پھر خاموش ہوگئیں۔
''بینا جی کیا آپ اپنا دکھ درد مجھ سے بانٹ نہیں سکتیں۔
''دکھ، درد، میں نے تو سب سے بہت کچھ کرنا چاہا

مگر......'' وہ یہ کہہ کر پھر خاموش ہوگئیں۔
''کس سے؟'' میں نے یہ کہہ کر بغور ان کو دیکھا تو وہ سوچ میں گم نظر آئیں۔
''امینہ آپی، امی سے کہہ دیں، مجھے شادی نہیں کرنی، میرا روز روز تماشہ نہ لگوائیں۔'' بینا امینہ سے بولی۔
''بینا امی آج ہے کل نہیں، ابو حیات نہیں، بھائی بھابی کب تک تمہیں رکھیں گے، حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرو۔''
''آپی جان، میری ذات سے شگفتہ بھابی کو کیا کوئی شکایت ہے، احسن کو میں سنبھال لیتی ہوں، کچن میں کیا، گھر کے ہر کام میں ان کی مدد کردیتی ہوں، بدلے میں دو وقت کی روٹی ہی تو کھاتی ہوں۔''
''بینا ان کی اپنی بھی کوئی زندگی ہے اور پھر تمہارا دل نہیں چاہتا، تمہارا بھی گھر ہو، بچے ہوں۔'' امینہ نے بینا کو سمجھایا۔
''چاہنے سے کیا ہوتا ہے آپی، لوگ میری کس طرح تضحیک کرتے ہیں، کوئی کہتا ہے، یہ میرے بیٹے کی تو نوکرانی لگے گی، میرا بیٹا تو دیکھنے میں شہزادہ لگتا ہے، کوئی کہتا ہے کہ ہم نے لڑکی کا کہا تھا، آپ نے ماسی یا اماں دکھادی اور کچھ نہیں ملتا تو کہتے ہیں، نہ روپ، نہ رنگ، آپ سب کو پتہ ہے اور مجھے بھی پتہ ہے کہ میں کیا ہوں، پھر اب بس کریں۔'' بینا نے بات پوری کرکے دروازے کی طرف دیکھا تو دروازے پر شگفتہ بھابی کھڑی تھیں۔
''تم فکر نہیں کرو بینا، تم جیسا چاہو گی ویسا ہی ہوگا۔'' شگفتہ بولی۔
''ہاں، مفت کی نوکرانی جو ہاتھ سے چلی جائے گی۔'' امینہ نے غصے سے کہا تو شگفتہ خفت سے سرخ پڑ گئی۔
''آپی میرا مطلب ہے کہ جب......''
''رہنے دو، ہم کو سب پتہ ہے کون کیا ہے، تمہارے بھی دو بھائی تھے، تم ہی خیال کرلیتیں۔'' امینہ نے دل کی بھڑاس نکالی۔ تو شگفتہ خاموشی سے باہر چلی گئی۔
''امینہ آپی، آپ کو بھابی سے اس طرح نہیں کہنا چاہئے تھا، وہ ایک اچھی عورت ہیں۔'' بینا کو افسوس ہوا۔
''دو، دو بھائی تھے، کروادیتیں کسی سے تمہاری شادی، تم تو ہو ہی بے وقوف، تم کو یہ سب باتیں کہاں سمجھ میں آئیں گی۔'' امینہ چڑ کر بولتے ہوئے کمرے سے نکل گئیں۔

☆......☆......☆

''آپ بتائیے، اپنا دکھ، درد کس کے ساتھ بانٹنا چاہئے، میری بہن ہی میرا درد نہیں سمجھ سکی۔'' بینا نے یہ کہہ کر میری طرف دیکھا۔
''تم شگفتہ بھابی سے سب کہہ دیتیں۔'' میں نے کہا۔
''ہاں! مگر ان کے ساتھ بھی تو......'' وہ یہ کہہ کر پھر سے خیالوں میں گم نظر آئیں۔

☆......☆......☆

''امی جان کسی کے ساتھ نیکی کرنی ہی نہیں چاہئے۔'' شگفتہ فون پر اپنی امی سے بات کررہی تھی کہ بینا اندر آتے ہوئے اپنا نام سن کر چونک پڑی۔
''اتنا سنایا امینہ آپی نے، یہ نہیں کہ دو لفظ میری حمایت میں بینا بول دے، جب کہ میں بینا کا کتنا خیال رکھتی ہوں۔'' (جواباً ادھر سے کچھ کہا گیا)
''رہنے دیں امی جان، نیکی کے زمانے گئے تو......'' (جواباً ادھر سے کچھ کہا گیا)
''کہہ رہی تھیں کہ میں بینا کو اپنی بھابی بنالیتی، حمزہ اور حماد کے ساتھ بینا کا کوئی جوڑ تھا۔'' (جواباً پھر ادھر سے کچھ کہا گیا)
''ہاں، جب سب کہتے تب پتہ چلتا۔'' بینا اتنا سن کر واپس پلٹ گئی۔

☆......☆......☆

بینا اتنا کہہ کر خاموش ہوگئی تو میں نے ان کی آنکھوں میں آنسو دیکھے۔

''دیکھئے بینا جی، میں یہ تو نہیں کہوں گی کہ آپ کے ساتھ بہت برا ہوا، کیونکہ کبھی بھی یہ نہیں ہوتا کہ کسی انسان کے ساتھ سب کچھ بہت برا ہوتا ہے یا اسے کوئی خوشی نہیں ملتی، ہر انسان کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خوشی بھی دی ہے اور غم بھی دیئے ہیں، خوشی میں شکر اور غم میں صبر کرنا ہی انسان کا شیوہ ہے، ہاں اس حقیقت سے نظریں چرانا ممکن نہیں کہ انسان اپنی زبان کی حفاظت بہت مشکل ہی سے کرپاتا ہے، اس کو جب موقع ملتا ہے، وہ الفاظ کے نشتروں سے دوسروں کے دلوں میں چھید کرتا رہتا ہے اور ہم عورتوں میں تو یہ روحانی بیماری خاص طور پر پائی جاتی ہے، ہم جب تک دوسروں کو سنا نہ دیں، ہمارے دل میں ٹھنڈ نہیں پڑتی۔ کوئی بھی ہو، ساس ہو یا بہو، نند ہو یا بھاوج، ماں ہو یا بیٹی، صرف اور صرف دوسروں کی دل آزاری مقصد رہ گیا ہے اور پھر یہی کہا جاتا ہے، ہم صحیح تو کہہ رہے ہیں، اس میں غلط کیا ہے، حالانکہ انہی معاملات میں برداشت اور خوف خدا رکھنا ہوتا ہے اور اسی میں ہم سے برداشت اور تحمل نہیں ہوتا، ہر موقع پر صحیح ہونا کافی نہیں، عفو اور درگزر اصل ضرورت ہے۔'' میں نے سمجھایا۔
''ڈاکٹر جی، میں یہ تو نہیں کہتی کہ میرا ساتھ ایسا کیوں ہوا، کیونکہ میں نے جب فیضان صاحب کو پہلی دفعہ دیکھا تو معلوم ہوا کہ مقدر کسے کہتے ہیں اور اپنے آپ پر شکر آیا تھا۔'' وہ اتنا کہہ کر رک گئی۔
''رک کیوں گئیں بینا، کہو ناں پلیز، اس دکھ کو میرے ساتھ بانٹ لو، شاید تم کو سکون مل جائے۔'' میں نے بہت نرمی سے کہا۔
''دکھ فیضان......'' اب وہ اتنا ہی بولی۔
''کیا نہیں تھا، فیضان صاحب کے پاس، بنگلہ، گاڑیاں، نوکر چاکر، مگر ایک بہت بڑی کمی تھی کہ وہ دونوں ٹانگوں سے معذور تھے، تب مجھے اللہ تعالیٰ پر بے حد پیار آیا تھا کہ اس نے مجھے مکمل بنایا، اس سے پہلے دل یا دماغ میں جتنے بھی فضول خیالات تھے، وہ سب ختم ہوگئے، فیضان صاحب کے بعد مجھے کبھی اس بات کا افسوس نہیں ہوا کہ میں کم صورت ہو، بلکہ اب بھی یہ جو ہوا میرے ساتھ، اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی میرے لئے بہتری ہوگی، میں اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی ہو، مگر اب میرا دل اس دنیا سے اچاٹ ہوچکا ہے۔'' وہ یہ کہہ کر آنکھوں سے آنسو صاف کرنے لگیں۔
''ماشاءاللہ، جب اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہیں تو پھر یہ دوائیاں کیوں زیادہ کھاتی ہیں، کیا یہ خودکشی نہیں ہے۔'' میں نے کہا۔
''ڈاکٹر جی، اگر خودکشی کرنی ہوتی تو ساری ساتھ نہ کھالیتی، میں تو نیند جب کم آتی ہے تو دو کی جگہ چار کھالیتی ہوں، ویسے بھی مجھے ڈاکٹر نے بہت کم پاور کی نیند کی دوائی دی ہے، اسی طرح جب تکلیف بہت ہوتی ہے تو آٹھ گھنٹے کی جگہ چار گھنٹے سے دوائی لینا شروع کردیتی ہوں۔'' وہ اداسی سے بولیں۔
''مگر اس طرح کرنے سے تو تکلیف بڑھے گی۔'' میں نے سمجھایا۔

اک آگ غم تنہائی کی جو سارے بدن میں پھیل گئی
جب جسم ہی سارا جلتا ہو پھر دامن دل کو بچائیں کیا

''میرے بیٹے کو بھی میری یاد نہیں آتی، وہ تو......وہ تو......'' اتنا کہہ کر وہ رونے لگیں اور کافی دیر تک روتی رہیں۔

☆......☆......☆

اگلے دن بھی جب بینا جی آئیں تب بھی ان کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔
''بینا جی خیریت ہے؟'' میں نے دریافت کیا۔
''خیریت، پتہ نہیں، میرے زخم پھر ہرے ہوگئے، جو میں سب بھولنا چاہتی تھی، یہ سب تو میں کسی سے نہیں کہہ سکتی، آپ سے کیسے کہوں۔'' وہ انگلیاں چٹخانے

لگیں۔

"دکھ کہہ دینے سے ہلکا ہو جاتا ہے۔" میں نے کہا۔

"تو کیا جب مجھ سے آپی اور بھابی نے وجہ طلاق پوچھنا چاہی تو میں نے نہ بتا کر اچھا نہیں کیا۔" وہ سادگی سے پوچھنے لگی تو میں گڑبڑا گئی۔

"کسی ایک سے کہہ لیتیں۔" میں نے کہا۔

"اور پھر وہ سب سے کہتی پھرتی اور پھر سب کہتے، یہ تو ہمیشہ سے ایسی ہے، نہ صورت، نہ شکل اور نہ ہی عقل اور ویسے بھی منہ سے نکلی بات اور کمان سے نکلا ہوا تیر کبھی واپس نہیں آتا۔" وہ سادگی سے بہت سچی اور اچھی بات کہہ گئی۔

"اچھا، اگر مناسب سمجھو تو مجھ سے کہہ لو۔" میں نے اتنا کہنا ہی مناسب سمجھا۔

"مجھے لگتا ہے میرے سینے پر ایک پہاڑ ہے اور اس کے نیچے میں دب رہی ہوں۔" وہ بولی۔

"کیسا پہاڑ؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے اب تک نہ کسی نے سہیلی بنایا اور نہ میں کبھی اپنے دل کی بات فیضان صاحب سے کہہ سکی، اس لئے میرے اندر ایک......" وہ یہ کہہ کر رونے لگیں۔

"بینا جی، ایک بات پوچھوں، اگر برا نہ مانیں تو؟" میں نے کہا۔

"جی ضرور!" وہ آنسو صاف کرتے ہوئے بولیں۔

"آپ نے اب تک جتنا مجھے بتایا، اس میں لوگوں کے فہم کے مطابق آپ کو کم عقل پایا، حالانکہ میں جہاں تک آپ کو سمجھ پائی، یا میرا خیال ہے کہ آپ تو اچھی خاصی سمجھدار عورت ہیں۔" میں گویا ہوئی۔

"عقل کا تعلق پڑھائی اور ان پڑھ سے نہیں ہوتا، فہم و فراست تو اللہ تعالیٰ کی دین ہے، جسے دے دے، ہاں، البتہ پڑھنے لکھنے سے اکثر شعور اجاگر ہوتا ہے، ویسے بھی ماں کے انتقال کے بعد بھابی کے ساتھ رہنے سے بھی میں نے بہت کچھ سیکھا اور سمجھا، شادی شدہ بہنوں کا ساتھ رہا ہے، ناول میں نے بے انتہا پڑھے ہیں پھر۔" وہ یہ کہہ کر پھر رونے لگیں۔

"ساڑھے پانچ سو روپے حق مہر کے ساتھ جو اپنے شوہر کا گھر اور بچے کو چھوڑ کر آ جائے، اس سے زیادہ کم عقل اور بے وقوف کون ہوگا بھلا......" انہوں نے بات مکمل کی۔

"ساڑھے پانچ سو روپے؟" میرے منہ سے نکلا۔

وہ عشق جو ہم سے روٹھ گیا، اب اس کا حال سنائیں کیا

کوئی مہر نہیں، کوئی قہر نہیں، پھر سچا شعر سنائیں گے۔ مجھے یہ غزل بہت پسند ہے، میرے حسب حال جو ٹھہری۔" وہ بولیں۔

"آپ کا قصور کتنا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"میرا قصور شاید میرا جاذب نظر نہ ہونا تھا، میری عمر تیس سال ہو چکی تھی، جب میری امی کا انتقال ہوا اور پھر امینہ باجی کے توسط سے فیضان صاحب کے گھر والے مجھے دیکھنے آئے، ہر بار کی طرح اس بار بھی مجھے یقین تھا کہ یہ بیل منڈھے نہیں چڑھے گی، مگر انہوں نے نہ صرف مجھے پسند کر لیا، بلکہ میری دونوں جٹھانیوں اور نندوں نے مجھ پر کوئی تنقیدی جملہ بھی نہیں کہا، ان کے رویے میرے لئے کافی حوصلہ مند تھے اور پھر میری شادی انتہائی سادگی کے ساتھ فیضان صاحب کے ساتھ ہو گئی، مجھے شگفتہ بھابی نے بتا دیا تھا کہ نہ صرف مجھے فیضان صاحب کو سنبھالنا ہوگا، بلکہ بیمار بوڑھی ساس کی بھی دیکھ بھال کرنی ہوگی، خدمت اور محنت سے میں کبھی نہیں گھبرائی اور پھر میرے لئے تو یہی کافی تھا کہ میری شادی ہو رہی ہے، کیونکہ......" وہ پھر سوچ میں گم ہو گئیں۔

☆......☆......☆

"اسماعیل بچے بڑے ہو رہے ہیں، آپ ایک اور کمرہ بنوا دیجئے۔" شگفتہ نے کہا۔

"کمرہ، تم بچیوں کو بینا کے ساتھ کیوں سیٹ نہیں کر دیتیں۔" اسماعیل بولے۔

"بینا کے پاس، کیسی باتیں کرتے ہیں آپ، دن میں اور پھر رات میں بھی ہمارے بچے سنبھالے اور ویسے بھی اسے اعتراض ہو یا نہ ہو، امینہ باجی نے تو مجھے چھوڑنا نہیں ہے، نہ بابا نہ۔" شگفتہ نے کانوں کو ہاتھ لگائے، بینا جو کچن میں کام کر رہی تھی، اسے ساری آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں، وہ دل میں سوچ رہی تھی کہ چھوٹے گھروں میں رہنے والے کم از کم آہستہ بات کرنے کے عادی ہوتے۔"

☆......☆......☆

بینا نے یہ کہہ کر ٹھنڈی آہ بھری۔

"میرے پاس کوئی اور راستہ نہیں تھا اور یہی میرا نصیب اور پھر شادی کے دوسرے دن ہی......"

☆......☆......☆

"امی جان میرے لئے یہی عورت رہ گئی تھی۔" فیضان اپنی والدہ کے کمرے میں جا کر شکایت کرنے لگا۔

"میں نے صوفیہ سے کہا تھا کہ خبردار کوئی خوب صورت اور امیر گھر کی لڑکی نہیں آئے گی، ہمارے اسٹیٹس کے لوگ تو خیر تم سے اپنی بیٹی بیاہنے سے رہے اور غریب گھر کی خوب صورت لڑکی لے کر آتی تو میرے خیال میں خوب صورت بھابھیاں تمہاری کافی ہیں، جنہیں اپنی ذات کے سوا کسی کی پرواہ نہیں، بچے ان کے نوکرانیاں پالیں اور شوہران کے غلام اور پھر میری خدمت کے لئے بھی یہ لوگ پریشان رہتے ہیں، کیونکہ نرس تو آئے دن غائب ہو جاتی ہیں، ان کی بیگموں کو فرصت نہیں، اب کم از کم یہ تو تمہاری مرضی کے بغیر کہیں نہیں جائے گی، پھر یہ اگر وہ بھی تمہارے کمرے کے ساتھ ہے۔" خدیجہ بیگم نے بات مکمل کی۔

"امی جان، یہ ناانصافی ہے، میں پاؤں سے معذور ہوں، مگر میرے سینے میں بھی دل ہے، اس کو تو دوبارہ نظر اٹھا کر دیکھنے کا دل نہیں کر رہا۔" فیضان غصے سے بولا۔

"فیضان تم کو معلوم ہے، مجھے اور تم کو ایک فرمانبردار اور خدمت گزار عورت کی ضرورت ہے، خوب صورت عورتیں صرف شوپیس ہوتی ہیں، میں غریب گھرانے کی خوب صورت بچی لانے کا رسک نہیں لے سکتی تھی۔" خدیجہ بیگم نے سمجھایا۔

"ساری مصیبتیں میرے لئے ہی رہ گئی ہیں، لے دے کر یہ عذاب بھی میرے لئے چن لیا۔" فیضان آٹو وہیل چیئر Auto Wheel Chair چلاتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

☆......☆......☆

"مجھے یہ سب صوفیہ باجی نے خاص طور پر بتایا، تا کہ مجھے پتہ چل جائے کہ مخمل میں ٹاٹ کا پیوند لگانے کی کیا وجہ ہے، مجھے فیضان صاحب کی بے رخی برداشت کرنی پڑی، انہوں نے دل سے مجھے قبول نہیں کیا اور میں نے یہاں پر بھی صبر کے دامن کو تھامے رکھا کہ ہم بے بس عورتیں اور کیا کر سکتی ہیں۔"

ہم بتاتے کسے اپنی مجبوریاں
رہ گئے جانب آسماں دیکھ کر

انہوں نے بہت کرب سے شعر پڑھا۔

"فیضان صاحب کو جتنی تکلیف میری ذات سے ہوتی تھی، اتنی ہی راحت میری ساس خدیجہ بیگم کو ہوتی تھی، بہر حال دونوں ہی کی دیکھ بھال میری ذمہ داری تھی، مگر بعض دفعہ تو فیضان صاحب بہت زیادہ ہی......" وہ یہ کہہ کر پھر سوچ میں گم ہو گئیں۔

"تم کل سے کھانا امی کے ساتھ کھاؤ گی۔" فیضان نے بینا کو رات کو سوتے ہوئے مخاطب کیا۔

"میں نے امی سے کہا تھا، مگر انہوں نے مجھے زبردستی کھانے والے کمرے میں بھیجا کہ مجھے کھانا سب کے ساتھ کھانا چاہئے۔"

"انہوں نے تم کو کھانا کھاتے نہیں دیکھا ہوگا، سب

کے سامنے کیسے کھاتی ہو، تمہیں کسی نے کھانا کھانا نہیں سکھایا، میں امی کو سمجھا دوں گا، سمجھیں تم......" فیضان نے کمرے کی بتی بجھادی۔

"میری تمام ضروریات کا خیال میری ساس کرتیں، وہ میرے لئے سراپا ماں کی طرح تھیں۔" بینا یہ کہہ کر پھر خیالوں میں گم ہوگئی۔

"تمہاری شادی کو اتنا عرصہ ہوگیا، تم کو تو خریداری کے لئے وقت نہیں ملتا، یہ لو میں نے تمہارے لئے چیزیں منگوائی ہیں۔" خدیجہ بیگم نے ایک بڑا سا شاپنگ بیگ بینا کے حوالے کیا۔

"شکریہ امی جان۔" بینا نے بیگ لیتے ہوئے کہا۔

"تم کو جو بھی چاہئے، مجھ سے کہہ دیا کرو، فیضان کی شاپنگ بھی اس کے بھائی ہی کرتے ہیں۔" خدیجہ بیگم کے کہنے پر بینا مسکرادی۔

"تم بہت اچھی بچی ہو، اپنے بھائی کے گھر جایا کرو تو اچھی طرح تیار ہو کر جایا کرو، مجھے پتہ ہے تم پوری کوشش کرتی ہو، مگر پھر بھی دھیان رکھنا لوگوں کو باتیں بنانے کا موقع چاہئے ہوتا ہے۔" خدیجہ بیگم نے بینا کو مزید سمجھایا۔ بینا نے بات مکمل کی اور گھڑی کو دیکھا۔

"آج تو بہت دیر ہوگئی۔" بینا بولی۔

"ہاں، آج وقت کا پتہ ہی نہیں چلا۔" میں مسکرائی۔ پھر بینا جانے کے لئے تیار ہوگئی۔

☆......☆......☆

"السلام علیکم کیسی ہیں آپ......" میں نے بینا کو دیکھ کر پوچھا۔

"وعلیکم السلام......" بینا جی جواباً بولیں۔

"کیسی طبیعت ہے۔" میں نے پوچھا۔

"طبیعت پتہ نہیں، بہت تکلیف میں ہوں۔" بینا جی کی شکستہ کیفیت، ہر انداز سے عیاں تھیں۔

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"Dyllsis کا عمل بھی کم تکلیف دہ عمل نہیں۔" وہ بولیں۔

"آپ نے تو بہت کچھ سہا ہے بینا جی۔" میں نے کہا۔

غم زندگی غم بندگی غم دو جہاں غم جاوداں
میری اک نظر تیری منتظر، تیری ہر نظر میرا امتحان

انہوں نے شعر پڑھا۔

"کیا مطلب؟" میں نے پوچھا۔

"میری پوری کوشش ہوتی کہ فیضان صاحب کو مجھ سے کوئی شکایت نہ ہو، مگر پھر بھی کچھ نہ کچھ ایسا ہو جاتا کہ جو تھوڑی بہت ہمارے درمیان انسیت پیدا ہوتی، وہ دوری میں بدل جاتی، ہوسکتا ہے، اس میں میرا ہی قصور ہو، کیونکہ میں ان کی اکثر باتیں سمجھ نہیں پاتی، جس کی وجہ سے وہ سمجھتے، میں ان کو جان بوجھ کر (اگنور) نظر انداز کرتی ہوں، اسی طرح مجھے بولتے ہوئے بھی زیادہ ڈر لگتا تھا، میرے گھر والوں سے یہ دور دور رہتے، البتہ اکثر مجھ سے بہت ساری باتیں کرتے، مگر میں نے کہا، مجھ سے کچھ نہ کچھ غلط ہو ہی جاتا۔" انہوں نے سمجھایا۔

"آپ کے سابقہ شوہر کی کیا مصروفیات تھیں؟" میں نے پوچھا۔

"آفس بھی جاتے تھے اور کلب بھی، مگر چونکہ معذور تھے، اس لئے روزانہ روٹین سے چلنا مشکل تھا ہفتے میں تین یا چار دن آفس اور جس دن آفس نہ جاتے اس دن کلب جاتے، اکثر وقت ٹی وی کے سامنے گزارتے، کتابیں بھی پڑھتے تھے، اسی طرح دونوں بھائی بھی وقت دیتے تھے، مگر اس کے باوجود بھی اکثر......" اتنا کہہ کر وہ خاموش ہوگئیں۔

☆......☆......☆

"یہ چائے بنائی ہے تم نے...... کبھی کوئی کام ڈھنگ سے بھی کیا ہے۔ تم ہر وقت کیا سوچتی رہتی ہو، تمہارا دھیان کس طرف ہوتا ہے۔" چائے کی پیالی کر فیضان نے دروازے پر دے ماری۔

"یہ تم نے کیا پہنا ہے۔" فیضان نے بینا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی یہ......" بینا کہتے کہتے رک گئی۔

"تم کچھ سوچتی سمجھتی ہو بھی کہ نہیں، جاؤ میرے کمرے سے نکل جاؤ، اپنی منحوس شکل گم کرو۔" تو بینا فیضان کے چیخنے پر ڈر کر کمرے سے نکل گئیں۔

☆......☆......☆

"میری ساس کو اندازہ تو تھا کہ فیضان صاحب کا رویہ میرے ساتھ صحیح نہیں، میری تابعداری اور خدمت گزاری کی وجہ سے وہ ہر ممکن میرا خیال کرتی، میری دلجوئی کرتیں اور پھر میری ساس کو فالج کا دوسرا اٹیک ہوا، پہلے اٹیک میں تو میں ان کو سہارا دے کر سارے کام کروا دیتی تھی، مگر دوسرے اٹیک کے بعد وہ مکمل بستر ہی کی ہو کر رہ گئی تھیں، خدیجہ بیگم اور فیضان صاحب کی دیکھ بھال میں، میں ایسی گھن چکر بنی کہ نہ مجھے کھانے پینے کا ہوش رہتا، نہ بال بنانے کا، کپڑے بھی دو دو دن گزر جاتے، میں بدل نہیں پاتی، پھر اللہ تعالیٰ کے کرم سے میری ساس بات چیت کے اور بستر پر ہی سہارے سے بیٹھنے کے قابل ہوگئیں، انہی دنوں میری خالہ ساس امریکہ سے کچھ دنوں کے لئے ہمارے گھر پر رہنے آگئیں۔"

"پہلی دفعہ تم نے صحیح بہو چنی ہے۔" شمسہ بیگم، بینا کو خدیجہ بیگم کی پیروں کی مالش کرتے دیکھ کر بولی۔

"صحیح کہہ رہی ہو مگر......" جواباً خدیجہ بیگم بولیں۔

"مگر کیا......" شمسہ بیگم نے کہا۔

"سارے گھر والوں کا رویہ اس کے ساتھ دیکھا ہے، کیسا ہے، کوئی بھی اس کو......" بینا اٹھ کر کمرے سے نکل گئی۔

"کیوں فکر کرتی ہو، ابھی دوسرا سال ہے، آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے گا، اب پھر ان شاء اللہ خوشخبری بھی ہے۔" شمسہ بیگم نے سمجھایا۔

"نہیں، مجھے ڈر لگتا ہے، میرے مرنے کے بعد اس کا کیا ہوگا، فیضان بھی ابھی تک، اب کیا کہوں تم سے......" خدیجہ بیگم نے رک رک کر کہا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا، تم خواہ مخواہ اپنا بلڈ پریشر نہ بڑھاؤ۔" شمسہ بیگم نے سمجھایا۔

"جب شوہر ہی عزت نہ دے تو پھر کوئی دوسرا کیا خاطر میں لائے گا، بھائیوں کا بھی محتاج ہے اور اس کا بھی، بھائیوں کا احسان مند رہتا ہے اور اس پر ہر وقت غصہ نکالتا رہتا ہے۔" خدیجہ بیگم فکرمند لہجے میں بولیں۔

"میرا ایک مشورہ مانو تم......" شمسہ بیگم بولی۔

"وہ کیا؟" خدیجہ بیگم نے کہا۔

"تمہارے پاس جتنے بھی زیورات ہیں، وہ سب تم بینا کو دے دو، اس سے کم از کم اس کی مالی حیثیت مضبوط ہو جائے گی، تو ہوسکتا ہے فیضان اور دوسرے گھر والے اس کو قبول کرلیں، بینا کا سب سے بڑا جرم اس کا غریب ہونا ہے، تو تم اس کو امیر کردو، باقی سب اس کی عزت خود بخود کرنے لگیں گے، مگر ایک ساتھ نہیں، آہستہ آہستہ......" شمسہ بیگم نے سمجھایا۔

"ہاں، شاید تم ٹھیک کہہ رہی ہو" خدیجہ بیگم نے جواباً کہا۔

"بینا یہ میرے خاندانی کڑے ہیں، پہلے تو سوچا تھا کہ یہ بڑی بہو کو دوں گی، مگر اب تمہاری خدمت گزاری کے سبب میں تم کو دے رہی ہوں، یہ لو......" یہ کہہ کر خدیجہ بیگم نے کڑے بینا کے ہاتھوں میں پہنا دیئے، بینا کڑے دیکھ کر حیران رہ گئی، اتنے خوب صورت کڑے اس نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھے تھے۔

"مگر امی جان......" بینا جھجکی۔

"بیٹا ان چیزوں کی دراصل کوئی حیثیت نہیں، حیثیت تو انسان کے رویے، ان کے اخلاق اور کردار ہوتے ہیں۔" خدیجہ بیگم نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا۔

بینا نے اتنا کہہ کر کرسی سے ٹیک لگا کر آنکھیں

مونڈلیں اور پھر جب آنکھیں کھولیں تو ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

"انسان کو پیسے اور روپے کی اتنی ضرورت نہیں ہوتی، جتنی احترام کی، عزت نفس کی، توقیر ذات کی اور یہ کڑے نہیں تھے، یہ تو ہتھکڑیاں تھیں جو مجھے کٹھرے تک لے گئیں۔" بنا جی یہ کہہ کر رو پڑیں۔

☆......☆......☆

"اس دو ٹکے کی عورت کو آپ اب ہمارے خاندانی زیورات دے دوگی۔" محبوب اور مشتاق خدیجہ بیگم کے کمرے میں ان سے مخاطب تھے جبکہ فیضان ساتھ ہی وہیل چیئر پر بیٹھا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ یہ دو ٹکے کی عورت تمہارے بھائی کی بیوی اور میری بہو ہے۔" خدیجہ بیگم تحمل سے بولیں۔

"اور تم فیضان کیسے خاموش ہو۔" اب خدیجہ بیگم نے فیضان کو ٹوکا۔

"یہ تو آپ کی وجہ سے مجبور ہے، میں ہوتا اس کی جگہ تو کب کا اسے فارغ کر چکا ہوتا۔" مشتاق غصے سے بولا تو فیضان نے پہلو بولا۔

"میری بے بسی کا مذاق مت اڑاؤ۔" اب فیضان بولا۔

"اوہ! سوری فیضان میں امی جان کو یہی سمجھا رہا ہوں کہ تم صرف امی جان کے لئے اس عورت کو برداشت کر رہے ہو۔" مشتاق نے فوراً لہجے کو نرم کرلیا، بہر حال فیضان باپ کی جائیداد میں ان کا برابر کا حصے دار تھا۔

"امی جان میں نے آپ کو پہلے ہی سمجھایا تھا کہ اس کو اس کی اوقات میں رکھیں گی تو بہتر ہوگا۔" اب صوفیہ بولی۔

"کیوں ان چیزوں پر اس کا حق نہیں ہے۔" خدیجہ بیگم کو غصہ آگیا۔

"تو پھر ہمارا حصہ کہاں ہے۔" بڑی بہو بولی۔

"جب مروں گی تب حصے بانٹ لینا۔" خدیجہ بیگم کی زبان لڑکھڑانے لگی۔

"پھر اس کو ابھی سے کیوں دیا ہے۔" اب محبوب بولا۔

"میری چیز ہے میں جس کو بھی دوں تم لوگ مجھ سے حساب کتاب لینے والے کون ہوتے ہو۔" یہ کہتے ہوئے خدیجہ بیگم بالکل نڈھال ہوئیں۔ ان کی طبیعت بگڑ گئی اور دو دن میں وہ خالق حقیقی سے جاملیں۔

☆......☆......☆

"اس فانی دنیا کے لئے انسان کیا کیا جتن نہیں کرتا، اپنے ہاتھوں اپنے عزیزوں کو قبر میں اتارتا ہے اور عبرت نہیں پکڑتا۔" بنا جی یہ کہہ کر ٹھنڈی آہ بھری۔

"ہاں، دل ہمارے بہت سخت ہوگئے ہیں۔" میں نے کہا۔

"میری ساس کے انتقال کے بعد مجھ سے کڑے بھی لے لئے گئے اور ان کا زیور بھی انہوں نے اپنی مرضی سے بانٹ لیا اور پھر انہی دنوں اللہ تعالیٰ کے کرم سے عدیل پیدا ہوا۔ فیضان صاحب کا رویہ میرے ساتھ بہت بہتر ہوگیا، وہ میرے کھانے پینے کا خیال رکھنے لگے، مجھے لگا جیسے اب میرے لئے رستے بن گئے ہیں اور سب کچھ اچھا ہوگیا ہے، مگر مجھے کیا پتہ تھا:

ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں

انہوں نے مصرعہ پڑھا اور آگے کہنے لگی۔

"ویسے آپ بھی کیا سوچتی ہوں گی کہ کیسی عورت ہے، پہلے کچھ کہتی نہیں تھی اور اب سب کچھ بتا رہی ہے۔" بنا جی اداسی سے بولیں۔

"دیکھئے بنا جی، میں نفسیاتی ڈاکٹر ہوں، آپ نے باتیں کرنی والی ڈاکٹر کہا اور صحیح کہا، میرا کام باتوں باتوں میں اپنے مریض کی ذہنی کیفیت کو جانچنا ہوتا ہے اور اسی طرح دوائی یا پھر باتوں ہی کے ذریعے انہیں سمجھا کر ان

کی سوچوں کو مثبت بنانا ہوتا ہے، آپ جب میرے پاس آئیں تو آپ کی بھابی آپ کے کم گوئی کی وجہ سے آپ کے دل کی کیفیت کو جان نہیں پاتی تھیں اور پھر آپ نے دوائیاں زیادہ لینا شروع کر دیں، جو ان کے لئے باعث تشویش بنی اور میرا خیال ہے کہ وہ آپ کی غیر معمولی خاموشی سے پریشان تھیں، کیونکہ اتنے بڑے حادثے کے بعد بھی آپ نے کوئی خاص ردعمل نہیں کیا، اپنے اپنوں کے ساتھ آپ نے اپنا دکھ نہیں بانٹا، بس یہ الجھن دور کردیں میری۔" میں نے جواباً کہا۔

"یہ الجھن بھی دور ہو جائے گی، آپ کی ڈاکٹر جی میں اپنا بوجھ آپ کو دے رہی ہوں۔" وہ کھانستے ہوئے بولی۔

"ٹھیک ہے، پھر کل ان شاء اللہ......" میں نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں، کل تو دوسرے اسپتال جانا ہے، اب دو دن بعد آؤں گی۔" بینا جی نے یاد دلایا۔

"جی ٹھیک ہے۔" میں نے ڈائری میں نوٹ کیا۔

☆......☆......☆

"دیکھو بینا، اب کی بار کوئی بے وقوفی مت کرنا، کڑے بھی تمہاری ساس نے تمہیں دیئے تھے، تم نے وہ بھی مانگنے پر دے دیئے۔" امینہ نے کہا۔

"باجی فیضان صاحب نے مانگے تھے، میں کیسے منع کرتی۔" بینا نے کہا۔

"بھابی اس کو سمجھاؤ، اب یہ ایک بیٹے کی ماں ہے، اپنے لئے، اپنے بچے کے لئے فیضان سے خرچی بندھوائے۔ اپنا اکاؤنٹ کھلوائے۔" امینہ نے شگفتہ سے کہا۔

"امینہ باجی ٹھیک کہہ رہی ہیں بینا، عورت کو اپنے مستقبل کے لئے پہلے سے کچھ سوچنا چاہئے۔" شگفتہ نے ہاں میں ہاں ملائی۔

"کیسا مستقبل، کیا مطلب ہے آپی، کیا آپ لوگوں کے بھی اکاؤنٹ ہیں۔" بینا نے پوچھا۔

"لو یہ جو گھر ہے بھائی جان نے شگفتہ بھابی کے نام کر دیا ہے اور میرے میاں نے میرے نام پر مارکیٹ میں دکان لی ہے، جلد ہی کرائے پر اٹھادیں گے اور تم اتنے بڑے گھر کی بہو ہو، ان چار چوڑیوں اور ایک سیٹ کے سوائے تمہارے پاس کیا ہے اور پھر تمہارا شوہر بھی معذور ہے، کیا بھروسہ اس کی زندگی کا، میری مانو تو جلد از جلد کچھ اپنے نام کروالو۔" امینہ نے سمجھایا۔

"یہ گھر بھابی کے نام، مگر یہ تو ابا کا تھا۔" بینا کی سوئی اس بات پر اٹک گئی۔

"اتنا قرضہ تو تمہارا بھائی نے اتارا ہے اس کا گھر تو اب تمہارے بھائی کا ہی ہو گیا تھا اور پھر اب تم کو کچھ صحیح علم نہیں ہے، نہ تمہاری سمجھ میں آئے گا، اس لئے رہنے دو، تمہارے بھائی کا گھر ہے آؤ، رہو، کھاؤ پیو، مگر ان سب معاملات میں نہ پڑو تو بہتر ہے۔" شگفتہ یہ کہہ کر کمرے سے نکل گئی۔

"اسی لئے تم کو سمجھا رہی ہوں بینا کہ کوئی کسی کا نہیں ہے، سارے رشتے پیسے کے ہیں، جس کے پاس پیسہ ہے، اس کی عزت ہے۔" امینہ نے پھر سمجھایا۔

☆......☆......☆

"ان لوگوں کے مستقل سمجھانے پر میں ہمت باندھتی کہ فیضان صاحب سے کہوں گی، مگر میری ہمت ہی نہیں ہوتی تھی، ویسے تو میں مہینوں بعد بھائی کے گھر جاتی تھی، پھر میں نے اور کم کر دیا اور ادھر فیضان صاحب کے گھر والوں کو یہ اعتراض ہونے لگا کہ عدیل میرے زیر سایہ تو صحیح تربیت حاصل نہیں کر سکے گا اور وہ اس کو بورڈنگ ہاؤس میں داخل کرنے کے پروگرام بنانے لگے اور پھر ایک دن......"

☆......☆......☆

"بینا عدیل کے بہتر مستقبل کے لئے اس کو بورڈنگ ہاؤس بھیج رہا ہوں۔" فیضان نے بینا سے کہا۔

''فیضان صاحب، عدیل کے بغیر میں کیسے رہوں گی۔'' بینا بولی۔

''کتنے لوگوں کے بچے باہر رہتے ہیں، پھر محبوب بھائی کا سرفراز اور مشتاق بھائی کا جمال، دونوں امریکہ میں تعلیم حاصل کررہے ہیں۔''

''مگر وہ لوگ جب باہر گئے تو دونوں اٹھارہ سال کے تھے جبکہ عدیل ابھی صرف نو سال کا ہے، اسے میری ضرورت ہے، مجھے اس کی۔'' بینا بولی۔

''بینا تم کچھ زیادہ نہیں بول رہی۔'' فیضان صاحب نے غصے سے کہا۔

''میں اپنے بچے کے لئے بول رہی ہوں۔'' بینا بولی۔

''عدیل میرا بیٹا ہے، مجھے جو بھی کرنا ہوگا، اس میں تم سے مشورہ نہیں لوں گا، صرف بتاؤں گا، سمجھ گئیں تم......'' فیضان صاحب یہ کہہ کر کمرے سے نکل گئے۔

☆......☆......☆

''اور پھر فیضان صاحب نے عدیل کو بورڈنگ میں داخل کرادیا اور وہ وہاں جاکر شدید بیمار پڑ گیا، وہ میرا عادی تھا، میرے بغیر نہیں رہ سکا اور مجبوراً اسے واپس لانا پڑا، مگر اب ان لوگوں نے آہستہ آہستہ اسے مجھ سے دور کرنا شروع کردیا، میری ساس کے بعد کچن کا سارا انتظام مجھے سونپ دیا گیا تھا اور پھر......''

''فیضان یہ چوتھا نوکر ہے، جو میں بدل رہا ہوں، یہ دیکھو کیسی حساب میں گڑبڑ ہے، ایسا کرو بھابی سے کہو، سارا سامان وہ ریشماں کے ساتھ جاکر خود سپر اسٹور سے لے کر آیا کریں، اب اس کا یہی حل ہے۔'' محبوب نے فیضان سے کہا۔

☆......☆......☆

اور پھر آہستہ آہستہ ہر چیز کا انتظام مجھے سونپا گیا، اس طرح کہ عدیل ہی نہیں، فیضان بھی مجھ سے بدگمان ہوتے گئے۔

''تم کو اتنی دیر کیسے لگی۔'' بینا کے کمرے میں داخل ہوتے ہی فیضان کے چلانے کی آواز آئی۔

''آج مارکیٹ میں اتنا رش تھا کہ پوچھیں مت، پہلی تاریخ والے دن تو کبھی اسٹور جانا ہی نہیں چاہئے۔'' بینا چادر اتارتے ہوئے بولی۔

''بھابی تو کہہ رہی تھیں، تم ٹیلر کے پاس گئی تھیں۔''

''ہاں، وہاں بھی گئی تھی۔'' بینا بولی۔

''ابھی تم کہہ رہی تھیں تم اسٹور گئیں تھیں۔'' فیضان چلایا۔

''ہاں، پہلے اسٹور، پھر ٹیلر۔'' بینا گھبرا کر بولی۔

''اب تم کہو گی کہ تم ڈاکٹر کے پاس بھی گئیں تھیں۔'' فیضان نے اندازے سے کہا۔

''ارے آپ کو کیسے پتہ چلا، وہ راستے میں ڈاکٹر شاہ کا کلینک ہے۔''

''بند کرو بکواس، تم کو اب گھر میں سکون نہیں ہے، تمہارے پاس میرے لئے اب وقت نہیں ہے۔'' فیضان صاحب نے بات کاٹی۔

''وہ بھابی کی۔''

''نکلو میرے کمرے سے نکلو۔'' فیضان چلایا تو بینا ڈر کر کمرے سے نکل آئی۔

☆......☆......☆

''اس طرح کی چھوٹی موٹی باتیں غلط فہمیوں کی بیل کو پروان چڑھاتی رہیں، اسی طرح عدیل اپنی پڑھائی میں اور دوسرے مشاغل میں مصروف ہوتا گیا اور پھر فیضان کے ساتھ ساتھ اسے بھی مجھ سے شکایتیں رہنے لگیں، میں بھی گھر کے ماحول سے گھبرانے لگی، میں جتنی دیر باہر رہتی، یا مجھے کوئی بھی کام کا کہتا، میں اسے خوشدلی سے کرنے کو تیار ہوجاتی، میں سمجھ رہی تھی کہ اب میں ان لوگوں کے لئے ناگزیر ہوں، سارے گھر کا انتظام میں نے سنبھالا ہوا تھا، مگر پھر فیضان صاحب بیمار رہنے لگے، مختلف قسم کے ٹیسٹ وغیرہ ہوئے، میں فیضان صاحب کی خدمت میں جت گئی اور گھر کا سارا انتظام محبوب بھائی

اور مشتاق بھائی کی بہوؤں نے سنبھال لیا اور پھر پتہ چلا کہ فیضان صاحب کو کینسر ہے۔''

☆......☆......☆

''بینا جب میری موجودگی میں تمہاری حیثیت سوائے ملازمہ کے کچھ اور نہیں تو میرے بعد تمہاری حیثیت کیا ہوگی، تم اچھی طرح سمجھ سکتی ہو۔'' فیضان صاحب نے رپورٹ آنے کے بعد دوسرے دن کہا۔

''میں سمجھی نہیں۔'' بینا نے کہا۔

''تم اپنے بھائی کے گھر چلی جاؤ۔'' فیضان صاحب بولے۔

''بھائی کے گھر، کیوں یہ میرا گھر نہیں ہے، میرے شوہر، میرا بیٹا۔'' بینا رونے لگی۔

''بینا، یہ میرے بھائیوں کا احسان ہے کہ وہ نہ صرف مجھے بلکہ میری بیوی بچے بھی پال رہے ہیں، میرے باپ کے کاروبار کو انہوں نے چمکایا اور اب......'' اتنا کہہ کر خاموش ہوگئے۔

''ٹھیک ہے جیسا آپ مناسب سمجھیں۔'' بینا نے کہا۔

☆......☆......☆

''میں سمجھی تھی کہ عدیل میرے ساتھ ہوگا، مگر اس گھر میں تو صرف میری جگہ نہیں تھی۔'' بینا جی اپنی بات مکمل کرکے خاموش ہوگئیں۔

''بینا جی اب بھائی بھابی کے گھر کوئی پریشانی ہے۔'' میں نے پوچھا۔

''اسماعیل بھائی اور شگفتہ بھابی نے میرا بڑا ساتھ دیا، مگر میں ان سے اپنا دکھ نہیں بانٹ سکی اور اب مجھے لگتا ہے کہ مجھ بیمار عورت سے یہ لوگ تھک گئے ہیں، ابراہیم بھائی اور صبا بھابھی جو پہلے خیال نہیں کرتے تھے، اب اکثر......'' وہ یہ کہہ کر رونے لگیں۔

''بینا جی یہ جو دنیا ہے یہ رشتوں سے جڑی ہے، اگر آپ کے بھائی آپ کا خیال کرتے ہیں یا آپ پر خرچ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے گا، آپ ان فضول سوچوں کو......'' میں اتنا کہہ کر رک گئی۔

''کہیں آپ کو یہ بات تو بے چین نہیں کررہی کہ آپ کے بھائی پر علاج کا خرچہ اور ذمہ داری کا بوجھ آن پڑا ہے اور آپ زیادہ دوائیاں لے کر ان پر جلد سے جلد یہ بوجھ کم کرنا چاہتی ہیں تاکہ آپ جلدی مرجائیں اور ان کو جو آپ کی وجہ سے پریشانیاں ہیں، وہ ختم ہوجائیں۔'' میں نے کہا۔

''ہاں، میں چاہتی ہوں کہ جلد از جلد ان پر سے میرا بوجھ کم ہو، مگر یہ بڑھتا ہی جارہا ہے۔'' بینا رو پڑی۔

''بینا پلیز، ان فضول باتوں کو دماغ سے نکال دیں۔''

''ڈاکٹر جی فیضان جی بھی حیات ہیں اور میرا بیٹا بھی اور وہ دونوں......'' وہ یہ کہہ کر بری طرح رونے لگیں اور کافی دیر روتی رہیں اور پھر وقت ختم ہونے پر چلی گئیں۔

☆......☆......☆

اگلی دفعہ آتے ہی بینا جی گویا ہوئیں۔

''دوائیاں تو میں نے آپ کے سمجھانے پر پہلے ہی ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق لینا شروع کردی تھی۔'' بینا جی نے بتایا۔

''گڈ......'' میں نے جواباً کہا۔

''چند ماہ پہلے عدیل کی شادی تھی، میں نے اس کی شادی کے موقع پر اس سے کہا تھا کہ وہ مجھے ساتھ لے چلے، مگر وہ مجھے اپنے ساتھ کیا لے جاتا، اپنی شادی پر بھی مہمانوں کی طرح لے گیا، اپنے بیٹے کی شادی میں، میں مہمان تھی۔'' وہ حسرت سے بولیں۔

''کس سے ہوئی اس کی شادی؟'' میں نے پوچھا۔

''میرے جیٹھ محبوب بھائی کی بیٹی سے، اس دن میری نند نے مجھ سے معافی مانگی۔'' بینا جی بولی۔

''کس بات کی؟'' میں نے پوچھا۔

''میرے شوہر کی اچھی خاصی جائیداد تھی اور ان کے مرنے کے بعد وہ جائیداد عدیل اور میرے درمیان تقسیم ہوجاتی، اسی لئے جائیداد کا بٹوارہ نہ ہو یا مجھے نہ دینی

پڑے، مجھے طلاق دلوادی، صوفیہ باجی اپنے کئے پر شرمندہ تھیں کہ بہرحال اس زیادتی والے فیصلے پر وہ ان لوگوں کے ساتھ تھیں، ان کی دوسری بیٹی کو طلاق ہوگئی شادی کے چھ سال بعد، تب ان کو احساس ہوا۔" بینا جی رک رک کر بولیں۔

"بینا جی نماز پڑھتی ہیں آپ؟" میں نے پوچھا۔

"جی...... اسی سے تو سکون ملتا ہے۔" وہ بولیں۔

"سینے پر بوجھ ہلکا ہوگیا۔" میں نے پوچھا۔

"جی!" وہ اتنا ہی بولیں۔

"بینا جی ساری زندگی صبر، شکر کے ساتھ گزاری ہے، اب بے صبری کیوں؟" میں نے نرمی سے کہا۔

"تھک گئی ہوں بہت تھک گئی ہوں۔" وہ نم آنکھوں سے بولیں۔

"موت اپنے مقرر وقت سے پہلے نہیں آئے گی، پھر زیادہ دوائیاں کھا کر کیوں گناہ گار ہوتی رہیں، عمل کا سارا دارومدار نیت پر ہے، اگر اس نیت سے کھاتی رہیں کہ جلدی مرجاؤں تو......" میں یہ کہہ کر رک گئی۔

"میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لوں گی، وہ کریم ہے۔" وہ بات کو سمجھ گئیں۔

☆......☆......☆

"ڈاکٹر جی، میں شگفتہ بات کررہی ہوں۔"

"السلام علیکم، کیسی ہیں آپ، بینا جی کیسی ہیں۔" میں نے کہا۔

"وعلیکم السلام، جی اسی لئے فون کیا تھا، بینا جب آخری دفعہ آپ کے پاس آئیں تھیں، اسی رات ان کا انتقال ہوگیا تھا۔" وہ بولیں۔

"اناللہ وانا الیہ راجعون۔" میں نے کہا۔

"ڈاکٹر جی، ہم سے تو وہ کچھ نہیں کہتی تھی، کیا اس نے آپ سے؟" شگفتہ جی نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، اس کی خاموشی میں ہی عافیت ہوگی۔" میں نے کہا۔

"بے شک، بے شک، اللہ تعالیٰ ہم سب کی مغفرت کرے۔" انہوں نے بات سمجھ کر کہا۔

"آمین، ثم آمین!" میں نے کہا۔

"زندگی نام حوادث کا ہے، ان سے گھبرا کر ہمت نہیں ہارنی چاہئے، ہم انسان نہ صرف جلد باز ہیں، بلکہ اکثر اوقات بڑی بڑی تکلیفیں سہنے کے بعد بعض دفعہ چھوٹی پریشانی میں مایوسی کا شکار ہوجاتے ہیں، معاشرے میں خودکشی کا رواج اسی لئے بڑھتا جارہا ہے، بخاری شریف میں حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث قدسی روایت ہے کہ "تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص کے ہاتھ میں گہرا زخم لگ گیا تو وہ گھبرا گیا، اس نے ایک چھری لی اور اس سے اپنا ہاتھ کاٹ دیا، جس سے خون بہنے لگا، یہاں تک کہ وہ مرگیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میر بندے نے اپنی جان کے لئے جلد بازی کی، میں نے خودکشی کی وجہ سے اس پر جنت حرام قرار دے دی"۔

میرا یہی پیغام ہے سب کے لئے کہ مایوس نہ ہوں اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے، بس وہ ذات ہمیں اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی ہیں اور یہی ہماری زندگی کا مقصد ہے۔"

اس کہانی کے کسی بھی کردار سے مشابہت محض اتفاقیہ ہوگی، کیونکہ یہ معاشرے کے "عمومی منفی رویوں کو زیر بحث لاکر ان کی اصلاح کے طریقوں کو اجاگر کرنے کی ایک مخلصانہ کوشش کی گئی ہے، آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں امر بالمعروف نہی عن المنکر کا پابند بنائے اور ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

بہرحال و بہرصورت لکھنے والی اپنے حق میں دعائے خیر ومغفرت کی درخواست اپنے ہر پڑھنے والے سے بہ منت ولجاحت کررہی ہے، دعا فرمائیے اور اپنا اجر اپنے رب سے پائیے۔ آپ کی باجی فردوس

☆......☆......☆

مجبوری

ہادیہ رحمٰن سحر

سنگ مرمر سے بنی سیڑھیوں کو پھلانگتی ہوئی جب میں "گاؤن سینٹر" کے خوب صورت ہال میں داخل ہوئی تو علیزہ کو دیکھ کر ایک لمحے کے لئے تو میں ٹھٹک گئی۔

"السلام علیکم علیزہ!" نپے تلے قدم اٹھاتی ہوئی میں اس کی طرف بڑھی۔

وعلیکم السلام حوریہ! یہ تم ہو؟ کیا حال ہے تمہارا!!" مجھے اپنے سامنے دیکھ کر اس کے چہرے پر خوشی کے تاثرات ابھرے۔

"میں تو الحمدللہ ٹھیک ہوں، تم بتاؤ، یہاں کیا کرنے آئی ہو؟" میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"گاؤن خریدنے آئی ہوں!" وہ مسکرائی تو اس کے ڈمپل اس کی خوب صورتی میں اضافہ کرگئے۔

"اچھا!" یہ سن کر مجھے حیرت کا زبردست جھٹکا لگا۔ لیکن ساتھ ہی ایک خیال بجلی کی طرح میرے ذہن میں کوندا۔

"اللہ تعالیٰ جب ہدایت دینے پر آئے تو بڑے گناہگار لوگ بھی راہ راست پر آجاتے ہیں اور علیزہ...... خیر سے اتنی بری بھی نہیں کہ......"

"اور تم بھی غالباً گاؤن خریدنے آئی ہو!" علیزہ نے پوچھا۔

"ہاں، ہاں! میں بھی اسی مقصد سے آئی ہوں۔" میں نے کہا اور پھر ہم دونوں اپنے لئے گاؤن دیکھنے لگے۔ علیزہ اور میں نے میٹرک اکٹھے کیا تھا، میٹرک کے بعد اس کا رجحان کامرس کی طرف ہوگیا اور میرا آرٹس کی طرف، دو مختلف شعبوں نے ہمیں ایک دوسرے سے دور کردیا تھا، باتوں باتوں میں علیزہ نے بتایا کہ وہ آج کل ایم بی اے کررہی ہے۔

"حوریہ! یہ گاؤن کتنا خوب صورت ہے!" علیزہ نے ایک چمکتے دمکتے، موتیوں سے آراستہ گاؤن کو ہوا میں لہراتے ہوئے کہا۔

"خوب صورت تو ہے لیکن اس قسم کے گاؤن کو پہننے سے گاؤن پہننے کا مقصد فوت ہوجاتا ہے۔" میری بات سن کر وہ اثبات میں سر ہلانے لگی تو میں دوبارہ حیرت کے سمندر میں ڈوب گئی۔

"کتنا بدل گئی ہے علیزہ!" میں نے ماضی کے اوراق پلٹتے ہوئے سوچا۔ چونکہ علیزہ اور میں دس سال تک ساتھ پڑھتے رہے تھے، اسی لئے میں اسے اچھی طرح جانتی تھی، وہ ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھنے والی ایک ماڈرن لڑکی تھی، اسکول میں بھی وہ اپنے ماڈرن

اورلبرل پن کی وجہ سے مشہور تھی، دوپٹہ تو کبھی اس کے سر پر ٹکتا ہی نہیں تھا، خوب صورت اور سلکی بال کندھوں پر جھولتے رہتے تھے، کلاس کی نجانے کتنی لڑکیاں اسے پردہ کرنے کا کہتی، مگر وہ ہنس کر ٹال جاتی، اسکول کے چھوٹے سے دوپٹے میں وہ گھر سے اسکول اور اسکول سے گھر آیا کرتی تھی۔

"حوریہ! یہ دیکھو...... اچھا ہے نا!" علیزہ کی آواز مجھے ماضی سے حال میں لے آئی۔

"اچھا تو ہے لیکن اس کی فٹنگ تنگ ہے، بالکل قمیص کی طرح سلا ہوا ہے۔" میں نے کہا۔

"ایک تو تمہارے نخرے......!" ادھورہ فقرہ چھوڑتے ہوئے وہ ہنس پڑی۔

"نخرے کی بات نہیں علیزہ! بات دراصل پردے کی ہے، اپنا جسم چھپانے کے لئے ہمیں ایسے برقع کا انتخاب کرنا چاہئے، جس سے پردے کا مقصد پورا ہو سکے، یہ موتیوں سے آراستہ اور فٹنگ والے برقعے جسم کیا چھپائیں گے، الٹا دوسروں کو دعوت نظارہ دیں گے۔" میں نے اسے سمجھایا۔

رنگ برنگے برقعوں میں سے سادہ برقع ڈھونڈنا آسان کام نہ تھا، ہینگر میں لٹکے تقریباً تمام برقعے میں دیکھ چکی تھی اور اب چند ایک ہی باقی تھے، خوش قسمتی سے ان چند ایک میں ہی مجھے اپنا مطلوبہ برقع مل گیا، میں نے علیزہ کی طرف دیکھا تو وہ بھی ایک برقع ہاتھ میں لئے میری طرف ہی آ رہی تھی۔

"اچھا ہے نا!" اس نے برقع میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ میں نے برقع پھیلا کر دیکھا تو وہ ہلکی ہلکی کڑھائی اور موتیوں سے آراستہ تھا۔

"باقی برقعوں کی نسبت یہ پھر بھی ٹھیک ہے، بس تم ان موتیوں کو ادھیڑ دینا۔" میں نے برقع اسے پکڑاتے ہوئے کہا اور کاؤنٹر کی طرف قدم اٹھانے لگی، علیزہ میرے ساتھ ساتھ تھی، رقم ادا کر کے ہم دونوں باہر نکلنے لگیں۔

"علیزہ! یہ گاؤن پہن کر تم میرے گھر ضرور آنا، مجھے تمہارے گاؤن لینے کی بہت خوشی ہو رہی ہے۔" میں نے مسرت کے پھول بکھیرتے ہوئے کہا۔

"تمہارے گھر برقع پہن کر!!" وہ ایک لمحے کے لئے چونکی، پھر گویا ہوئی۔

"حوریہ! دراصل بات یہ ہے کہ جس یونیورسٹی سے میں ایم بی اے کر رہی ہوں، وہاں لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے پڑھتے ہیں اور عموماً لڑکیاں امیر گھرانے سے تعلق رکھتی ہیں اور آئے روز نت نئے لباس پہن کر آتی ہیں جبکہ میرے پاس اتنی گنجائش نہیں کہ ہر روز نیا اور قیمتی لباس پہن کر جاؤں، اسی لئے میں نے برقع خریدنے کا فیصلہ کیا، تاکہ ہر روز نئے نئے سوٹ پہننے کی جھنجھٹ سے آزاد ہو جاؤں۔ اچھا...... وہ میرے ابو آ گئے ہیں مجھے لینے...... اللہ حافظ!" یہ کہہ کر وہ پروہ کئے بغیر تیزی سے آگے بڑھ گئی جبکہ میں مارے حیرت کے کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔

"یہ سچ ہے کہ بعض لوگ مجبوری کی بنا پر گاؤن پہنتے ہیں نا کہ پردے کے لئے!" اس بات کا مجھے آج اعتراف کرنا پڑا تھا۔

☆......☆......☆

ہم قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں

کیوں کہ کاموں کے اندر کسب تو ہمارا ہوتا ہے، مگر توفیق اللہ تعالیٰ ہی دیتے ہیں، پھر کیسا انعام کہ اس پر بدلہ بھی دیتے ہیں اور پھر کیسا انعام کہ اس کو عمل بھی ہمارا قرار دیتے ہیں، کیا تو انہوں نے، لیکن فرمایا کہ تم نے کیا، یہ ان کے انعامات ہیں، ایسی انعامات دینے والی ذات پر تو جان قربان کر دینی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دیں۔

(انتخاب:...... محمد عدنان عباسی)

مسجد نبوی

شاہدہ محمد جاوید

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی اجتماعی عبادت کے لئے ایک مرکز کی ضرورت محسوس کی، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی ادائیگی کے لئے ایک مسجد کی تعمیر کا حکم دیا۔

مسجد نبوی کی بنیاد مدینہ میں اس جگہ رکھی گئی، جہاں ہجرت کے وقت آپ کی اونٹنی (قصویٰ) نے قیام فرمایا اور یہ جگہ دو یتیم بچوں سہل اور سہیل کی ملکیت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جگہ دس دینار کے عوض ان بچوں سے خرید لی، چنانچہ یہ جگہ خریدنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ کھجور کے درخت کاٹ دیئے جائیں اور ٹیلوں کو برابر کر دیا جائے، آپ کے حکم کے مطابق کھجور کے درخت کاٹ کر قبلے کی سمت دیوار کی طرح کھڑے کر دیئے گئے، چند روز تک آپ نے اسی حالت میں نماز ادا کروائی، پھر اس مسجد کی تعمیر کا حکم اور انتظام فرمایا اور اس کی بنیاد خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے رکھی، چودہ سو سال پہلے یہ مسجد سادہ اور پروقار عبادت گاہ تھی، جس کی تعمیر میں کھجور کے پتے اور تنے استعمال ہوئے تھے، جب بارش ہوتی تو چھت ٹپکتی تھی، حضور اور جلیل القدر صحابہ کرام اس گیلی زمین پر سجدہ ریز ہو جاتے، لہٰذا صحن مسجد میں کنکر بچھا دیئے گئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرماتے تو آپ کے جسم مبارک پر کنکر کے نشانات پڑ جاتے، دس سال تک آپ نے اس میں نماز ادا فرمائی۔

توسیع مسجد:...... جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ تشریف لائے، اس وقت آپ نے ضرورت کے مطابق مسجد کی تعمیر فرمائی، پھر مختلف اوقات و اطوار میں اس کی تعمیر اور توسیع ہوتی رہی، جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

(۱)...... تعمیر کے بعد سب سے پہلی توسیع سنہ ۷ھ میں خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہوئی، اس توسیع کے بعد مسجد کا رقبہ پچاس، پچاس میٹر اور چھت کی بلندی تین اشاریہ پانچ میٹر تھی۔

(۲)...... دوسری توسیع عہد فاروقی سنہ ۱۷ھ میں ہوئی، جنوبی سمت ۵ میٹر، مغربی سمت ۱۰ میٹر اور شمالی سمت ۱۵ میٹر توسیع ہوئی۔ مسجد میں باب السلام اور باب النساء کا اضافہ کیا گیا اور چھت کی بلندی پانچ، پانچ میٹر ہو گئی۔

(۳)...... تیسری توسیع عہد عثمانی سنہ ۲۹ھ میں

ہوئی، جنوبی اور شمالی سمت ۵ میٹر کا اضافہ ہوا۔

(۴)...... چوتھی توسیع ولید اموی کے دور سنہ ۹۱ھ میں ہوئی، مغربی سمت ۱۰ میٹر مشرقی سمت ۱۵ میٹر اور شمالی جانب کچھ توسیع ہوئی، مسجد پر ڈبل چھت بنائی گئی، مسجد میں بیس دروازوں اور چار میناروں اور محراب کا اضافہ کیا گیا، اس توسیع میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ بھی داخل مسجد ہوگیا۔

(۵)...... پانچویں توسیع عہد عباس سنہ ۱۶۵ھ میں ہوئی، صرف شمالی جانب توسیع کی گئی، صف اول پر چھت ڈال کر بند چبوترہ بنایا گیا۔

(۶)...... چھٹی توسیع قائد بائی کے دور سنہ ۸۸۸ھ میں ہوئی، حجرے شریف کی جالیوں کے مشرقی جانب ایک میٹر کا اضافہ کیا گیا اور گیارہ میٹر بلند مسجد کی ایک ہی چھت تعمیر کی گئی اور حجرے شریف پر بند گنبد بنائے گئے۔

(۷)...... ساتویں توسیع عہد ترکی سنہ ۱۲۷۷ھ میں ہوئی، جالیوں کی مشرقی جانب دو اشاریہ چھ، دو میٹر 2.6×2 کا اضافہ کیا گیا، چھت کو گنبدوں کی شکل میں بنایا گیا، جن پر تختیاں نصب کی گئیں۔

(۸)...... آٹھویں توسیع ملک عبدالعزیز نے سنہ ۱۳۷۲ھ میں کی، مشرقی، مغربی اور شمالی جانب چھ ہزار چوبیس میٹر توسیع کی گئی، جس سے چھت کی بلندی بارہ اشاریہ پانچ میٹر ہوگئی اور تعمیر پر ۷۰ ملین ریال لاگت آئی۔

(۹)...... توسیع ملک فہد کے زمانے میں ہوئی، بیاسی ہزار مربع میٹر توسیع کی گئی، مسجد میں نمازیوں کی جگہ ۹ گناہ بڑھ گئی، یہ مسجد نبوی کی تاریخ کی سب سے بڑی توسیع ہے جس پر ۲۷ اشاریہ ۲ ملین ریال لاگت آئی، اس توسیع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کا تمام شہر مدینہ منورہ مسجد میں شامل ہوگیا اور نمازیوں کی گنجائش ۵ لاکھ ۳۵ ہزار ہوگی۔

☆......☆......☆

امت محمدیہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خاص تعریف فرمائی

حضرت لیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت قیامت کے روز (اعمال کی) ترازو میں سب لوگوں سے زیادہ بھاری ہوگی (کیونکہ) ان کی زبانیں ایک ایسے کلمہ کے ساتھ مانوس ہیں جو ان سے پہلوں پر بھاری بن گیا، وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔ (ترغیب)

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے سچ فرمایا: امت محمدیہ کے مشائخ صوفیہ اوران کے مریدوں کی بے انتہا تعداد جو صدہا برس سے چلی آرہی ہے، ان کے اذکار اور لا الہ الا اللہ کی کثرت سے جو حضرات واقف ہیں، وہی حضرات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلام کی حقیقت اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ امت محمدیہ کے لاکھوں بلکہ کروڑوں افراد ایسے ہوں گے کہ اپنی عمر میں کروڑوں مرتبہ انہوں نے کلمہ طیبہ کا ورد کیا ہوگا۔

☆......☆......☆

امت محمدیہ پر فرشتوں کا رشک کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین پیدا فرمانے سے ہزار برس پہلے سورہ طٰہٰ اور یٰسین پڑھی سو جب فرشتوں نے سنی تو کہنے لگے کہ اس امت کے کیا کہنے جس پر یہ کلام نازل ہوگا اور ان کے سینوں کے کیا کہنے، جن کے اندر یہ کلام ہوگا اور ان زبانوں کے کیا کہنے جو اس کو پڑھیں گی۔ (مشکوٰۃ)

☆......☆......☆

"بس بابا جان!...... بس بہت ہوگیا۔" میں نے ہاتھ لہرا کر مضبوط لہجے میں بابا جان کی بات کاٹ دی، میں ماہم کو مزید پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"اب ہم یہاں مزید نہیں رہ سکتے۔" میں نے اپنا فیصلہ سنایا اور ماہم کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل آیا۔ بابا جان خاموش سے ہوگئے، ان کی آنکھوں میں نمی سی تیر گئی تھی، مگر میں یہ نمی ماہم کی آنکھوں میں نہیں دیکھ سکتا تھا، اس لئے بابا جان اور ان کے گھر کو چھوڑ کر الگ رہنے کا فیصلہ کرلیا۔ امی جان تو مدت ہوئی اس دنیا کو چھوڑ چکی تھیں، تب، جب میں بہت چھوٹا سا تھا، مجھے تو اپنی ماں کی شکل تک یاد نہیں۔ میں نے بابا جان سے ہمیشہ یہی سنا کہ انہوں نے صرف میرے لئے دوسری شادی نہیں کی، کیونکہ ان کا دعوٰی ہے کہ وہ مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں، مگر مجھے ان کی یہ بات کچھ بناوٹی سی لگتی ہے، شروع سے نہیں لگتی تھی، بس جب میں نے اپنی کلاس فیلو ماہم سے شادی کا ارادہ ظاہر کیا تو بابا جان نے میرے "ارادے" سے اختلاف کیا۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ میں ماہم کے علاوہ کسی اور سے شادی کا تصور تک نہیں کرسکتا۔ اس دن مجھے لگا تھا کہ بابا جان مجھ سے محبت کا جو دم بھرتے ہیں، اس میں ساری نہ سہی، کچھ نہ کچھ بناوٹ ضرور ہے، کیونکہ انہیں میری خوشی کا بخوبی علم تھا، پھر بھی انہوں نے میرے فیصلے پر اعتراض کیا، خیر اس فیصلے کی جیت میرے مقدر میں ہی آئی اور مجھے اپنی جیت پر ہمیشہ فخر ہی رہا، مگر نجانے کیوں اندر ہی اندر ایک احساس شرمندگی مجھے گھیرے رکھتا۔ ماہم سے شادی کے بعد بابا جان کے رویے میں میرے لئے کوئی منفی تبدیلی نہیں آئی بلکہ ان کا مزاج میرے ساتھ پہلے سے بھی اچھا ہوگیا، وہ ماہم سے بھی بہت شفقت سے پیش آتے اور انہوں نے ماہم کو ہمیشہ اپنی "بیٹی" ہی سمجھا مگر ماہم کی بابا جان سے نہ "بن" سکی اور آہستہ آہستہ ماہم کی طرف سے الگ مکان کا "مطالبہ" زور پکڑتا گیا، روز روز کے شکایات کے پلندے میرے سامنے کھول کر ماہم یہی ڈیمانڈ رکھتی کہ یا مجھے الگ گھر لے دو یا مجھے "چھوڑ" دو۔

"پلیز ماہم یہ "چھوڑنے" والا ورڈ نہ بولا کرو۔" میں حقیقی معنوں میں پریشان ہوکر کہتا۔ مگر مجھے ایک فیصلہ تو کرنا ہی تھا، میں ماہم کے بغیر تو زندگی کا تصور ہی نہیں کرسکتا تھا، میں جانتا تھا کہ بابا جان میرے بغیر نہیں رہ سکتے، مگر میں ماہم کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا، سو، میں نے بابا جان سے معقول لڑائی کا عذر بنا کر ہمیشہ کے لئے وہ گھر

چھوڑ دیا۔ مجھے اس بات سے کوئی غرض نہیں رہی تھی کہ بابا جان کا کیا بنا ہوگا؟ میں بس ماہم کی خوشی میں "خوش" تھا۔ مجھے کمپنی کی طرف سے انگلینڈ رہنے کا چانس ملا، جسے میں نے بخوشی قبول کیا اور ماہم کو لے کر انگلینڈ چلا گیا، یہاں تو کسی کو اپنا ہوش بھی مشکل سے ہوتا ہے، مجھے کون یاد رہتا؟ میں نے تو بابا جان کو یاد کرنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ زندگی میں پہلی بار اس وقت مجھے احساس ہوا کہ میں نے کچھ کھو دیا ہے، جب مجھے یہاں، یعنی انگلینڈ میں بزنس میں ناکامی کا سامنا ہوا اور پھر مجھے ناکامیاں ہی ناکامیاں ملنے لگیں، میں جو اپنے آپ کو دنیا کا خوش قسمت ترین انسان سمجھتا تھا اور میرا خیال تھا کہ اگر میں مٹی میں ہاتھ ڈالوں تو وہ سونا بن جاتی ہے، اب یہ ہونے لگا کہ اگر میں سونے میں ہاتھ ڈالتا تو وہ مٹی ہو جاتا۔ ان حالات سے پہلے مجھے تحفظ اور اطمینان کا احساس رہتا تھا، مگر اب ایسا لگتا کہ کوئی مضبوط سا حصار اچانک ہی میرے اردگرد سے ہٹ گیا ہے۔ سب سے زیادہ حیرت مجھے اس وقت ہوئی، جب میرے "زبوں حالات" کی وجہ سے ماہم کا رویہ میرے ساتھ تبدیل ہونے لگا۔ "میں تھکا ہارا، مایوس اور پریشان سا کسی کے تسلی آمیز الفاظ کا منتظر، ماہم کا سخت اور بےزار رویہ دیکھ کر ششدر رہ جاتا، شاید لوگ واقعی ہی انسانوں سے زیادہ اس دولت سے پیار کرتے ہیں جو انسانوں کے پاس ہوتی ہے۔" اس تلخ حقیقت کا میں نے بہت جلد سامنا کیا۔ حیرت انگیز طور پر ماہم اس حد تک تبدیل ہوگئی کہ مجھے لگتا، وہ مجھے صرف برداشت کر رہی ہے اور یہ سب کچھ میں کس طرح برداشت کر رہا تھا، یہ صرف میں ہی جانتا تھا، پھر وہ ظالم وقت بھی آیا، جب ماہم نے مجھے کہا۔ "میں اب تمہارے ساتھ مزید نہیں رہنا چاہتی۔" میں نے اسے بہت سمجھایا، مگر اس پر نہ میرے رونے کا کچھ اثر ہوا، نہ ہی سمجھانے کا اور میں اس سے ہار گیا، جس کی خاطر میں نے اپنا سب کچھ چھوڑا تھا، اس نے مجھے کہیں کا بھی نہ چھوڑا، کتنے ہی دن ڈھول اٹے مسافر کی طرح میں انگلینڈ کے برف زار پر بے مقصد پڑا رہا۔ پھر اچانک ہی میرے وجود میں احساس کی ایک چنگاری بھڑکنے لگی، شرمندگی کا جو احساس شروع شروع میں مجھے کچوکے لگاتا تھا، اب ناسور بن کر ڈسنے لگا، جب درد ناقابل برداشت ہوگیا تو میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے پاکستان جانا چاہئے، انہی دنوں مجھے معلوم ہوا کہ ماہم نے ایک امیر کبیر نوجوان سے شادی رچالی ہے، مجھے دکھ پر دکھ مل رہے تھے، پہلی بار مجھے شدت سے بابا جان کی یاد آئی، بہت مدت سے جن کو سوچا تک نہیں تھا، آج شدت سے ان کے لمس کی خواہش ہو رہی تھی، میں ان کے کندھے پر سر رکھ کر سارے دکھ بہا دینا چاہتا تھا، ان سے معافی مانگ کر ان کے سارے شکوے دور کر دینا چاہتا تھا، میرا وجود میرا ساتھ دینے کے قابل نہیں تھا، مگر میرا عزم پختہ اور خواہش شدید تھی، امنگوں نے سر اٹھانا شروع کیا تو ہمت بھی جوان ہوگئی۔ میں نئے سرے سے "صرف" اتنی محنت کرنے لگا کہ پاکستان واپس جاسکوں نفس بار بار خود غرضی کا طعنہ دیتا، مگر ضمیر حوصلے بلند کرتا رہا، نفس کا کہنا تھا کہ جب سب کچھ ختم ہوگیا، تب باپ کی یاد آئی؟ جبکہ ضمیر کی دلیل تھی، دیر آید درست آید!! اسی طرح خیالات کے ہجوم، وسوسوں اور اندیشوں کے خوف اور امید اور یقین کے احساسات کے ساتھ میں پاکستان آ گیا، زیادہ دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا، کیونکہ میں بھی آخر کو انہی راستوں کا راہی تھا، گھر کا راستہ ڈھونڈنے میں بھی کوئی خاص دشواری نہ ہوئی، تبدیلیاں اگرچہ ہوئی تھیں، مگر شاذ و نادر...... بالآخر میں بابا جان کے گھر کے سامنے پہنچ گیا، خوشی کے جذبات سے بے قابو ہوتے ہوئے میرا ہاتھ ڈور بیل کی طرف اٹھا، مگر جلد ہی لڑکھڑا کر رک گیا، کیونکہ گیٹ پر لگی NAME PLATE پر لکھے بابا جان کے نام کے ساتھ "مرحوم" کا اضافہ ہو چکا تھا اور میں لٹے ہوئے مسافر کی طرح وہیں گلی کی کچی زمین پر بیٹھتا چلا گیا، مجھے واپس لوٹنے میں بہت دیر ہوگئی۔ ☆

قرآن کی برکت

مریم حسن

ایک مسلمان امریکہ کی کسی کمپنی میں ملازم تھا، دفتر میں کام کرنے والوں میں ایک عیسائی لڑکی بھی تھی، اس کا اس عیسائی امریکی لڑکی سے تعلق بن گیا اور محبت کا یہ تعلق بڑھا کہ اس لڑکے نے یہ محسوس کر لیا کہ اب میں اس عیسائی لڑکی کے بغیر نہیں رہ سکتا، چنانچہ لڑکے نے لڑکی کے والدین کو پیغام بھیجا اور نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے کہا کہ ہم عیسائی ہیں اور تمہیں ہماری لڑکی اس قدر پسند ہے تو تمہیں بھی قربانی دینی ہوں گی کہ اسلام اور اپنے مسلمان عزیز و اقارب حتیٰ کہ دوست، ماں باپ کو بھی خیر باد کہنا پڑے گا، یہ مسلمان نوجوان اپنے جذبات میں اس قدر مغلوب تھا کہ اس نے تمام شرائط قبول کرتے ہوئے عیسائیت کو قبول کر لیا اور اس عیسائی لڑکی سے شادی کر لی، اب امریکہ میں مقیم اس کے عزیز و اقارب اور دوست احباب جو کہ مسلمان تھے، بڑے پریشان کہ ہمارا مسلمان بھائی ایک لڑکی کی خاطر مرتد ہوگیا تو انہوں نے اس کی اصلاح کی کوشش کی، لیکن بے سود، اس حالت میں تین چار سال گزر گئے، لیکن ایک دن کمیونٹی کی مسجد کے امام صاحب نے نماز فجر کے لئے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہی نوجوان آیا، اس نے وضو کیا اور سنتوں کے بعد نماز کے لئے بیٹھ گیا۔ امام صاحب اس کی اس اچانک تبدیلی سے بڑے مسرور بھی ہوئے اور حیران بھی، نماز کے بعد اس

نوجوان نے اپنی آپ بیتی سنائی کہ میں نے عیسائی لڑکی کی محبت میں اپنا سب کچھ قربان کردیا اور ضائع کردیا۔ میرے گھر میں قرآن کریم کا ایک نسخہ تھا، عیسائیت قبول کرلینے کے باوجود میں کبھی کبھی اس کی زیارت کرلیا کرتا تھا کہ یہ میرے مولیٰ میرے اللہ کا کلام ہے اور اندر ہی اندر خود کو ملامت بھی کرتا، ایک دن میں گھر آیا اور میں نے وہ جگہ دیکھی، جہاں قرآن کریم رکھا ہوا تھا، لیکن اس دن مجھے قرآن کریم نظر نہ آیا تو میں نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ یہاں ایک کتاب ہوا کرتی تھی وہ کہاں ہے؟ اس نے کہا، میں نے گھر کی صفائی کی ہے اور غیر ضروری چیزوں کو نکال دیا ہے، میں نے پوچھا، کیا اس کتاب کو بھی؟ اس نے کہا، ہاں، میں وہاں سے پلٹا اور اسٹور سے قرآن کریم نکال لیا، لڑکی نے جب دیکھا کہ خاوند کو اس عربی کتاب سے اس قدر والہانہ عقیدت ہے تو وہ بولی۔ ''اس گھر میں یہ کتاب رہے گی یا میں رہوں گی، یہ لمحہ میری زندگی کا عجب وقت تھا، میں نے اپنے دل سے پوچھا کہ تو نے خواہشات کی تکمیل کے لئے وہ کچھ کرلیا ہے جو تجھے نہیں کرنا چاہئے تھا، آج تیرا رشتہ پروردگار سے ہمیشہ ٹوٹ جائے گا، اب تو فیصلہ کرلے کہ اس لڑکی کے ساتھ رہنا ہے یا اپنے پروردگار کو فوقیت دینی ہے، جب میں نے سوچا تو دل نے یہی پکارا کہ نہیں، اپنے پروردگار سے کبھی نہیں کٹ سکتا، سو میں نے اس عیسائی لڑکی کو طلاق دے دی اور خود دوبارہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔

سچ ہے کہ قرآن کریم کی صرف زیارت کس قدر مفید ہے تو سوچئے، اس عظیم کتاب کو پڑھنا، سمجھنا اور اس پر عمل کرنا کس قدر مبارک اور پرتاثیر کام ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی اور اپنی کتاب قرآن کریم کی محبت کا وہ حصہ عطا فرمادے جو ہماری زندگی میں دینی انقلاب کا ذریعہ بنادے۔ آمین۔

☆......☆......☆

شوھر کو گناہ سے بچائیے

مسلمان عورتیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے شوہروں کا لباس اور ان کے شوہروں کو ان کا لباس کہا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ لباس کا ایک اہم مقصد تو ستر پوشی ہے، ایک دوسرا اہم مقصد زینت ہے تو جیسے لباس انسان کو ڈھانپ لیتا ہے، یہ عورتیں بھی خود کو اپنے شوہروں کے لئے مزین کرکے ان کی توجہ اپنی طرف مبذول کرا کے ان کا لباس بن کر ان کو اپنی محبت والی آغوش میں لے کر شوہروں کے جائز ارمان اور تمنائیں اپنے اندر سمو لیتی ہیں اور جیسے لباس اور پہناوے کے اندر آدمی کھلا رہتا ہے اور اوپر لوگوں کے سامنے ڈھکا ہوا رہتا ہے، اس طرح دنیا والوں کے سامنے شوہر کی عفت اور عصمت محفوظ رہتی ہے تو جب بیوی ہی اس مقصد کے پورا ہونے کا ذریعہ نہ بنے اور گھر میں شوہر کے سامنے بھنگن یا ماسی بن کر ایسی میلی کچیلی رہے کہ شوہر کا اس کی طرف دل نہ جائے اور وہ پھر اپنی نگاہیں جگہ جگہ بھٹکائے اور خدانہ کرے، نگاہوں کے زہریلی تیر کا اثر پھر کیا کیا رنگ دکھلائے تو کیا اس سارے دکھ کا مداوا یہ نہیں کہ بیویاں ہی ایسی اچھی حالت میں رہیں کہ شوہر کی نگاہ کا مرکز ومحور وہی بن جائیں تو مسلمان بہنوں سے ہماری گزارش یہی ہے کہ آپ اپنی ذات، اپنا وجود، اپنا لباس اور جائز بناؤ سنگھار ایسا رکھیں کہ شوہر کی نگاہ ودل کی دنیا میں آپ ہی راج کریں، ورنہ بغیر جائز بناؤ سنگھار کے اپنے سے نفرت دلا کر آپ خود سے دوری کے بیج بو رہی ہیں جو کہ دانش مندی نہیں، یاد رکھئے آپ کی تھوڑی سی توجہ، آپ کی تھوڑی سی زینت شوہر کو بڑے بڑے گناہوں سے بچادے گی، آپ کی طرف ہو، شوہر کو مائل کردے گی آپ کی بڑی بڑی پریشانیاں دور کردے گی۔ بیوی کا گھر میں صاف ستھرا نہ رہنا اپنے آپ کو شوہر کے لئے نہ سجانا، اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ شوہر کی نگاہ میں خوبصورت نہ بنانا، اس کو خوبصورت اداؤں سے اپنی طرف مائل نہ کرنا، دونوں میاں بیوی کو بہت ہی زیادہ پریشانیوں میں مبتلا کردیتا ہے، لہٰذا آپ اس کا تجربہ کرکے دیکھیں، آپ ان کو دلہن ہی معلوم ہوں، اس سے ان شاءاللہ آپ کی بہت سی پریشانیاں، بہت سی جائز شکایتیں دور ہوجائیں گی، اللہ تعالیٰ آپ کو اور ساری مسلمان بہنوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (تحفہ دلہن)

(انتخاب:......امامہ زینب، کمالیہ)

''حوصلہ دے فکر کو اور بارش فیضان کر
پہلے ثنا تیری بہت مشکل اسے آسان کر
رفتہ رفتہ کھول مجھ پر راز ہائے جسم وجاں
دھیرے دھیرے مجھ پہ ظاہر تو میری پہچان کر
زیست کے تپتے ہوئے صحرا میں ہوں اس سے نکال
میرے سر پر بیکراں رحمت کی چادر تان کر

کفر آلودہ فضا میں سانس لینا ہے محال
پھر سے اس گم کردہ راہ کو صاحب ایمان کر"

"حوریہ! پلیز، میں بہت پریشان ہوں تم میری بات پر توجہ دو۔" نمرہ نے حوریہ کے ہاتھ سے سیاہ جلد والی ڈائری لے لی، جس پر سے دیکھ کر وہ اپنی خوب صورت آواز میں اشعار پڑھ رہی تھی۔

"دیکھو نمرہ! میں صرف اتنا ہی کر سکتی ہوں کہ یسریٰ کو سمجھاؤں، لیکن جس طرح تم کہہ رہی ہو کہ میں اسے اس ماحول کا حصہ بننے سے روک دوں تو یہ میں کس طرح کر سکتی ہوں۔" اس نے کہا۔

"تو پھر میں کیا کروں، مما سے بھی نہیں بات کر سکتی، وہ وہاں اتنی دور پریشان ہو جائیں گی۔" نمرہ روہانسی ہوگئی۔ آج اتوار تھا اور وہ صبح سے ہی ادھر آئی ہوئی تھی۔ فاخرہ مبین، معارج کے ساتھ انگلینڈ جا چکی تھیں، انہیں گئے ہوئے ایک ماہ ہو گیا تھا، وہ اور یسریٰ دونوں عالیہ درانی کے گھر تھیں، جو کہ ان کی خالہ بھی تھیں اور چچی بھی۔ عالیہ کے گھر کا ماحول بہت مختلف تھا۔ آئے دن ہونے والی پارٹیوں میں ان کی شمولیت پر وہ ضد کرتیں اور ان کے انکار پر بے حد ناراضگی کا اظہار کرتیں۔ نمرہ کے لئے ان کے گھر میں دن رات گزارنا مشکل ترین ہو رہا تھا۔ یسریٰ شروع میں کچھ دن تو اس کی طرح ان دعوتوں کا حصہ نہ بنی، مگر پھر عالیہ کے اصرار پر اس نے بھی شامل ہونا شروع کر دیا، نمرہ کے منع کرنے کے باوجود وہ اس ماحول کا حصہ بنتی گئی، جس سے نکالنے کے لئے فاخرہ نے نامعلوم کتنی کوشش کی تھی، اسی پریشانی میں وہ حوریہ کے گھر آئی تھی۔

"اصل میں تم لوگوں کو وہاں رہنا ہی نہیں چاہئے تھا، تم لوگ ہمارے گھر آرام سے رہ سکتے تھے۔" حوریہ نے کہا۔

"ہاں، بس مما نے کہا تھا ناں۔" اس نے جواب دیا۔

"بلکہ اس طرح کرو کہ ابھی بھی ٹائم ہے تم لوگ ادھر ہی آ جاؤ، اس مسئلے کا اس سے بہتر حل کوئی نہیں ہے۔" حوریہ نے اس کے ہاتھ سے اپنی سیاہ جلد والی ڈائری لیتے ہوئے کہا۔

"مما نہیں مانیں گی حوریہ! اس طرح اچھا تو نہیں لگتا اور پھر عالیہ آنٹی کو بھی برا لگے گا، اگر پہلے ہی ہم تمہارے گھر آ جاتے تو اور بات تھی، مگر اب آئیں تو عالیہ آنٹی خفا ہو جائیں گی۔" نمرہ ن کہا۔

"بندوں کی ناراضگی اللہ کی ناراضگی سے زیادہ سخت نہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں، تم ٹھیک کہتی ہو، مگر......" نمرہ نے اپنی گود میں رکھے ہاتھوں کو مضطربانہ انداز میں رگڑا۔

"اگر مگر کیا، دیکھو جب اللہ کے راستے پر چل نکلی ہو تو پھر یہ سب باتیں برداشت کرنی پڑیں گی۔" اس نے کہا۔

"نہیں حوریہ! اگر مما خود کہہ دیتیں پہلے ہی، تو اور بات تھی، ہم کوئی بات کہہ کر عالیہ آنٹی کو مطمئن کر سکتے تھے، جیسے پڑھائی وغیرہ کی وجہ سے ہمیں تمہارے ہاں رہنا پڑا، وغیرہ، لیکن اب یہ ممکن نہیں، تمہیں پتہ ہے کہ پاپا کی ڈیتھ کے بعد محسن چاچو ہی ہمیں سپورٹ کرتے ہیں، ادھر میں یہ بھی نہیں جانتی کہ یسریٰ یہاں رہنے پر رضا مند ہوگی بھی یا نہیں اور اسے میں وہاں اکیلا نہیں چھوڑ سکتی۔" نمرہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کی سیاہ آنکھوں میں لکھی پریشانی حوریہ واضح طور پر دیکھ سکتی تھی۔ حوریہ چند لمحوں تک یوں ہی اس کی طرف دیکھتی رہی۔

"میں تمہیں ایک بہت ہی آسان حل بتاؤں نمرہ۔" اس نے بہت محبت سے اس کے سفید ہاتھوں پر اپنی مخروطی انگلیوں والے نازک ہاتھ رکھے۔

"کیا؟" اس نے پوچھا۔

"پتہ ہے نمرہ! جب ہر طرف گھنا اندھیرا اور گہری مایوسی پھیل جائے اور کہیں کوئی راستہ، کوئی روشنی کی کرن

دکھائی نہ دے تو پھر ایک عمل سب سے زیادہ مجرب ہے، گہری کھائیوں سے باہر نکلنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے۔" حوریہ نے کہا۔

"کیا؟" نمرہ نے بے چینی سے پوچھا۔ اسی وقت دروازے کو ہلکا سا بجا کر آسیہ آنٹی، حوریہ کی ممی اندر داخل ہوئیں۔

"حوریہ بیٹا! تم تو نمرہ کو لے کر بیٹھ گئی ہو، ناشتہ لگ چکا ہے، باہر آ جاؤ۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ سوری ممی! مجھے خیال ہی نہیں رہا۔ چلو نمرہ باہر چلتے ہیں۔" اس نے نرمی سے کہا اور اپنی وہیل چیئر کو چلاتی ہوئی دروازے سے باہر نکل آئی، نمرہ بھی اس کے ساتھ ہی باہر آ گئی۔

"آ جاؤ نمرہ......" آسیہ آنٹی نے کہا تو اس نے ان کی طرف دیکھا۔ انہوں نے ایک کونے کی طرف اشارہ کیا۔ ڈرائنگ ...... ڈائننگ کے دروازے کے ساتھ کارنر پر فرشی نشست تھی۔ قیمتی غالیچے کے اوپر گاؤ تکیے لگے ہوئے تھے اور وہیں زمین پر دستر خوان چنا ہوا تھا۔

"یہ آنٹی!" اس نے الجھن سے ان کی طرف دیکھا۔

"ہاں بیٹا! ہم لوگ زمین پر بیٹھ کر کھاتے ہیں، زمین پر بیٹھ کر کھانا سنت ہے ناں۔" انہوں نے بالکل سادہ سے لہجے میں کہا تو نمرہ چند لمحوں تک یونہی کھڑی رہی، پھر آگے بڑھ کر جوتے اتار کر نیچے بیٹھ گئی، آسیہ آنٹی نے حوریہ کو سہارا دے کر تکیوں کے سہارے نیچے بٹھایا اور خود بھی بیٹھ گئیں۔

"جب میں پہلے آئی تھی تب شاید یہاں اس طرح زمین پر نہیں تھا۔" نمرہ نے شرمندگی سے کہا۔

"ہاں بیٹا! پہلے یہاں چھوٹا ڈائننگ ٹیبل تھا، لیکن اب ہم نے وہ ہٹا کر فرشی نشست کا اہتمام کیا ہے، اصل میں ہم نے سوچا نمرہ! کہ ہم لوگ قرآن اور حدیث پڑھتے تو ہیں مگر اس پر عمل نہیں کرتے، زمین پر بیٹھ کر کھانا سنت ہے، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اونچی جگہ بیٹھ کر کھانا نہیں کھایا، تو ہم کیسے امتی ہیں جو ان کی اتباع میں شرمندگی محسوس کرتے ہیں، تو بس پھر ہم نے یہاں فرشی نشست کا اہتمام کیا اور اب ہم اسی پر بیٹھ کر کھاتے ہیں۔" آسیہ آنٹی نے کہا تو نمرہ اندر ہی اندر شرمندہ ہوگئی۔ ٹھیک ہی تو کہتی تھیں وہ کہ ہم کیسے امتی ہیں جو اپنے نبی کی اتباع میں شرمندگی محسوس کرتے ہیں، ہمیں تو اپنے نبی کے طریقوں کو فخر کے ساتھ اپنانا چاہئے، اس فخر کے ساتھ کہ ہم امت محمدیہ ہیں۔

"نمرہ یہ چاکلیٹ کیک کھاؤ، میں نے خود بیک کیا ہے۔" حوریہ نے اس کی توجہ ناشتے کی طرف کروائی اور اس کی پلیٹ میں کیک کا ٹکڑا رکھا۔

"تم کیا کیا کرتی ہو حوریہ! میڈیکل کی پڑھائی اتنی ٹف ہوتی ہے تم وہ بھی کرتی ہو، تفسیر بھی پڑھتی ہو، بکس پڑھنے کا بھی تمہیں شوق ہے، کوکنگ بھی کر لیتی ہو۔" نمرہ نے رشک سے اس کی طرف دیکھ کر کہا تو وہ ہنس پڑی۔

"میرا کیا کمال، یہ تو اللہ کا کرم ہے۔" اس نے دھیمے لہجے میں کہا، نمرہ اس لمحے اس کے چہرے کی طرف دیکھتی رہ گئی، خوبصورت تو وہ تھی ہی، مگر اس وقت تو عجب سی نورانیت نے اس کے چہرے کا احاطہ کئے ہوئے تھا، یوں لگتا تھا جیسے روشنیاں سی اس کے چہرے سے پھوٹ رہی ہوں۔

"کیا دیکھ رہی ہو؟" اسے مسلسل اپنی طرف دیکھتے پا کر حوریہ نے پوچھا۔

"میں دیکھ رہی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو کتنی فیاضی سے حسن کی دولت عطا فرماتا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی تو حوریہ نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ نگاہیں جھکا لیں۔

"تمہیں پتہ ہے دنیا میں سب سے زیادہ حسن کسے ملا؟" آسیہ آنٹی نے اس کی بات سن کر کہا۔

"حضرت یوسف علیہ السلام کو۔" اس نے جواب دیا۔

''ٹھیک، لیکن دنیا میں سب سے زیادہ حسن تین لوگوں کو ملا۔ حسن و خوبصورتی کے دس حصوں میں سے تین حصے حسن حضرت حواء علیہ السلام کو دیا گیا جو کہ تمام انسانوں کی ماں تھیں، باقی کے سات حصوں میں تین حصے حسن حضرت سارہ علیہ السلام کو دیا گیا جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی تھیں، پھر تین حصے حسن حضرت یوسف علیہ السلام کو دیا گیا اور باقی ایک حصہ تمام روئے زمین کے لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا۔'' آسیہ آنٹی نے تفصیل بتائی۔

''تم تفسیر کی کلاس کب لینی شروع کرو گی؟'' حوریہ نے بات کا رخ بدلتے ہوئے اس سے پوچھا۔

''پتہ نہیں، سمجھ نہیں آرہا کہ کیا کروں؟ عالیہ آنٹی سے میں نے بات کی تھی تو انہوں نے کوئی خاص توجہ نہ دی۔'' نمرہ نے کہا۔

''اس طرح کرو حوریہ تم جب کلاس لینے جاتی ہو تو انہیں پک کر لیا کرو اور اسی طرح واپسی پر ڈراپ کر دیا کرو جب تک ان کی مما نہیں آجاتیں۔'' آسیہ آنٹی نے کہا۔

''ہاں، یہ ٹھیک ہے کیوں نمرہ؟'' حوریہ نے اس کی طرف دیکھا۔

''ٹھیک ہے، اس طرح کر لیتے ہیں مما کے آنے تک، ورنہ اس طرح تو بہت دنوں سے ہم نہیں جا پا رہے۔'' نمرہ نے ان کی بات سے متفق ہوتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے پھر آج ہی سے تم دونوں تیار رہنا۔'' حوریہ نے کہا تو نمرہ نے سر ہلا دیا۔

''حوریہ اس دن باجی سورۃ بقرہ کی آیات پڑھا رہی تھیں، وہ تمہیں یاد ہیں۔'' نمرہ کو اچانک خیال آیا تو اس نے پوچھا۔

''کون سی آیات تھیں؟'' اس نے پوچھا۔

''آیت نمبر مجھے ٹھیک سے یاد نہیں۔'' نمرہ نے کہا۔

''اچھا ٹھہرو، میں اپنا رجسٹر منگواتی ہوں، پھر بتاتا۔'' حوریہ نے کہا اور کام والی لڑکی شازیہ کو بلایا۔

''جی بی بی۔'' اس نے پوچھا۔

''شازیہ! اسٹڈی روم میں میرا نیلے رنگ کا رجسٹر پڑا ہے، وہ اٹھا لاؤ۔'' اس نے کہا تو سر ہلا کر چلی گئی۔

''اب بتاؤ تم کون سی آیات پوچھ رہی تھیں۔'' رجسٹر آگیا تو وہ اسے کھولتے ہوئے پوچھنے لگی۔

''یہ والی آیت......'' نمرہ نے ایک آیت پر انگلی رکھی۔

ترجمہ: ''اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدم! رہا کرو تم اور تمہاری بیوی جنت میں پھر کھاؤ تم دونوں اس میں سے جی بھر کر، جس جگہ سے چاہو اور نزدیک نہ جاؤ اس درخت کے، ورنہ تم بھی انہیں میں شمار ہو جاؤ گے جو اپنا نقصان کر بیٹھے۔'' (البقرۃ: آیت ۳۵)

''اس میں شجر ممنوعہ کس درخت کو کہا گیا تھا؟'' نمرہ نے پوچھا۔

''اس میں مفسرین کی مختلف آراء ہیں۔'' حوریہ نے رجسٹر بند کر کے دھیمے لہجے میں بات شروع کی۔

''قرآن کریم میں اس درخت کا نام یا اس کی ماہیت کا کوئی ذکر نہیں، مفسرین کی اس بارے میں مختلف آراء ہیں، بعض کے نزدیک وہ انگور کی بیل تھی، کسی نے کہا وہ گندم تھی اور کسی نے کہا وہ کھجور کا درخت تھا اور کسی کے نزدیک وہ انجیر کا درخت تھا۔'' حوریہ نے بتایا۔

''جزاک اللہ، ہم اس دن کے بعد سے گئے ہی نہیں، اس دن صرف یہاں تک ہی پڑھا تھا کہ انہیں ایک درخت کے قریب جانے سے روک دیا گیا تھا، وہ درخت کون سا تھا، اس کی تفسیر باجی نے اگلے روز کروانی تھی مگر ہم اس کے بعد گئے ہی نہیں تو میں سوچتی رہتی تھی کہ وہ شجر ممنوعہ کون سا تھا۔'' نمرہ نے بتایا تو حوریہ مسکرا دی۔

''قرآن پاک بھی عجیب ہی کتاب ہے نمرہ۔ کیا، کیا نہیں ہے اس میں، حکمتوں سے بھرا ہوا، اسرار و رموز کا

مجموعہ، جتنی مرتبہ بھی پڑھیں، ہر مرتبہ نئی ہی باتیں سمجھ میں آتی ہیں، یوں لگتا ہے، جیسے اللہ پاک چپکے چپکے ہم سے باتیں کر رہے ہوں۔'' آسیہ آنٹی نے ناشتے کے برتن اٹھواتے ہوئے کہا تو نمرہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''آنٹی آپ پروفیسر زبیر کے گھر درس قرآن میں جاتی ہیں؟'' نمرہ نے خیال آنے پر ان سے پوچھا۔

''ہاں، ان کی بہن انگلینڈ سے آئی ہوئی ہیں تو اس مرتبہ انہوں نے درس دیا تھا۔'' آنٹی نے بتایا۔

''ممی ہم انگلینڈ میں روبینہ آنٹی سے ملے تھے ناں، جب بلیک برن میں پاکستان سے جماعت آئی ہوئی تھی تو ہم گئے تھے، وہاں پروفیسر زبیر کی سسٹر بھی ہمیں ملی تھیں۔'' حوریہ نے کہا۔

''اوہ ہاں، میں جب ان سے ملی تو یہی سوچ رہی تھی کہ میں نے ان کو پہلے کہاں دیکھا ہے۔'' آنٹی نے جواب دیا۔

''میرے خیال سے میں اب چلتی ہوں حوریہ! نمرہ نے کہا۔

''ارے نہیں بیٹا! اتنے عرصے بعد آئی ہو تو اب کھانا کھا کر جانا، میں یسریٰ کو بھی بلا لیتی ہوں۔'' آسیہ آنٹی نے کہا۔

''نہیں آنٹی! آپ کھانے کا تکلف مت کریں، میں اب چلوں گی، کیوں کہ میں نے عالیہ آنٹی سے کہا تھا کہ میں کھانے سے پہلے آجاؤں گی۔'' نمرہ نے کہا۔

''تو آنٹی کو فون پر بتا دو۔'' حوریہ نے کہا۔

''نہیں، آنٹی کو اچھا نہیں لگے گا، مما خیریت سے آجائیں تو پھر ان شاء اللہ کھانا بھی کھا لیں گے۔'' اس نے کہا۔

''چلو پھر میں تمہیں ڈراپ کر دوں۔'' آسیہ آنٹی نے کہا۔

''ممی میں بھی چلتی ہوں، واپسی پر فیروز سنز پر جائیں گے، مجھے کچھ بکس لینی ہیں۔'' حوریہ نے کہا۔

''اچھا چلو، انہوں نے اسے سہارا دے کر اٹھایا اور اس کی وہیل چیئر پر بٹھا دیا، بارہ سال کی عمر میں ہونے والے ایک خوفناک حادثے میں حوریہ کی دونوں ٹانگیں مفلوج ہو گئی تھیں، کئی سالوں کے ٹریٹمنٹ سے بھی کچھ فائدہ نہ ہوا تو آسیہ اور حوریہ دونوں ہی نے اسے اللہ کی مرضی جان کر صبر کر لیا، ایک چلتے پھرتے متحرک انسان کے لئے یوں زندگی بھر کے لئے معذور ہو جانا یقیناً ایک تکلیف دہ امر تھا۔

سیاہ گاؤن کے اوپر سیاہ حجاب لپیٹے وہ تینوں تیار تھیں، آسیہ نے جلدی جلدی دروازے لاک کئے اور باہر نکل آئیں، آسیہ نے ہی حوریہ کو گاڑی میں بیٹھنے میں مدد دی۔ نمرہ راستہ بھر خاموش ہی رہی، یسریٰ یقیناً اب تک جاگ چکی ہو گی اور عالیہ آنٹی کے ساتھ گپ شپ میں مصروف ہو گی بلکہ نہیں، عالیہ آنٹی تو اپنی فرینڈز کے ساتھ مارکیٹ چلی گئی ہوں گی، کیا پتہ یسریٰ بھی ان کے ساتھ چلی گئی ہو۔ انہی سوچوں میں گھرے ہوئے وہ گھر تک پہنچ گئے۔

''یسریٰ کو آخر اس ماحول کا حصہ بننے سے کس طرح روکوں۔'' اس نے سوچا۔

''خدا حافظ نمرہ! شام میں تیار رہنا۔ میں تمہیں پک کروں گی۔'' حوریہ نے کہا تو وہ یوں بے خیالی میں حوریہ اور آنٹی دونوں کو خدا حافظ کہتی ہوئی گاڑی سے اتر گئی۔

''گھنے اندھیروں اور گہری مایوسی سے نکلنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے۔'' حوریہ کی آواز اس کے کانوں میں گونجی۔

''مگر وہ راستہ کون سا ہے؟ یہ تو حوریہ نے بتایا ہی نہیں تھا۔'' وہ بے چین ہو کر واپس مڑی۔

''حوریہ! حوریہ! اس نے بے اختیار پکارا، مگر اس کی گاڑی آگے جا چکی تھی، تو وہ مایوس ہو کر گیٹ سے اندر چلی گئی۔

☆......☆......☆

سانچے سے نکالنے کے بعد اس نے بہت احتیاط سے کیک کو کرسٹل کی سفید ڈش میں منتقل کیا، پھر پگھلی ہوئی چاکلیٹ کو اس کے اوپر کی سطح پر اچھی طرح لگانے کے بعد کریم سے گارنشنگ کی اور پھر پائن ایپل کے چھوٹے چھوٹے کٹے ہوئے ٹکڑوں کو اس کے اوپر سجایا، اس کے بعد اس نے کچن کے دروازے سے باہر جھانک کر دیکھا۔ ابو لاؤنج میں بیٹھے کسی فائل کا مطالعہ کر رہے تھے۔ اس نے کیک فریج میں رکھا اور چائے بنانے لگی۔ چائے بنا کر دو کپوں میں انڈیلنے کے بعد اس نے ٹرے میں چائے اور کیک رکھا اور اٹھا کر باہر لے آئی۔ سینٹرل ٹیبل پر اس نے ٹرے رکھا تو ابو نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور ہلکا سا مسکرائے۔

''میری بیٹی نے کیا بنایا ہے؟'' انہوں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''چاکلیٹ کیک......'' وہ بولی۔

''اچھا، لیکن بیٹا، میں تو پہلے ہی کمزور دل انسان ہوں، کہیں یہ کھا کر بیمار نہ ہوجاؤں۔'' انہوں نے معصومیت سے کہا تو وہ ان کی شرارت سمجھ کر ہنس پڑی۔

''یہ کھا کر تو دیکھیں آپ کی ساری بیماریاں دور ہوجائیں گی۔'' وہ بولی۔

''اچھا کہیں تم نے اس میں میری میڈیسنز تو نہیں ڈال دیں۔'' ابو نے مسکرا کر پوچھا۔

''بالکل، صرف میڈیسنز نہیں، مارکیٹ سے کچھ انجکشنز بھی منگوا کر اس میں شامل کیے ہیں۔'' اس نے ان کی بات سن کر ہنستے ہوئے کہا تو ابو بے اختیار ہی ہنس پڑے۔

''بہرحال یہ بات تو مجھے تسلیم کرنی پڑے گی کہ میری بیٹی بہت سمجھ دار ہوگئی ہے۔'' انہوں نے کیک کا پیس کاٹ کر پلیٹ میں رکھتے ہوئے کہا۔

''آپ کی بیٹی جو ہوں۔'' وہ مسکرائی تو انہوں نے بے حد اطمینان سے اس کی طرف دیکھا۔ ان کی تھوڑے دنوں کی توجہ نے کتنا اعتماد بخشا تھا اسے، ورنہ تو کتنی کم حوصلہ اور گھبرائی ہوئی رہتی تھی وہ۔

''پڑھائی وغیرہ ٹھیک جا رہی ہے۔'' انہوں نے چائے کا مگ منہ سے لگاتے ہوئے پوچھا۔

''جی ابو ہنی نے میری کافی ہیلپ کی ہے کورس کور کرنے میں۔'' اس نے بتایا۔

''دو بیٹیاں ہیں ناں مسز وقار کی۔'' انہوں نے پوچھا۔

''جی ہنی بڑی ہے، وہ میرے جتنی ہے اور ڈولی چھوٹی، دونوں ہی بہت اچھی ہیں، آنٹی فائزہ کا گھر حقیقت میں ایک آئیڈیل گھر ہے، ایک کمپلیٹ فیملی۔'' امن نے کہا۔

''تم نے کیک بہت مزے کا بنایا ہے امن۔'' ابو نے کہا تو اس کے چہرے پر خوشی کے تاثرات پھیل گئے۔

''یہ میں نے فاطمہ آنٹی سے بنانا سیکھا ہے، ابو اب آپ جب بھی لاہور گئے تو مجھے ضرور ساتھ لے جائیے گا۔'' اس نے کہا۔

''میرے خیال سے ابھی تو آپ کے فرسٹ ٹرم کے پیپرز بھی قریب ہیں، اپنی پڑھائی کی طرف توجہ دو۔'' انہوں نے کہا۔ اسی وقت فون کی بجنے والی بیل نے ان دونوں کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ امن نے اٹھ کر فون اٹھایا، دوسری طرف عائدہ تھی۔ وہ روزانہ امن کو فون کرتی اور دس منٹ کی گفتگو میں ایک ہی جملے کی زیادہ تکرار ہوتی۔

''آپی مجھے اپنے ساتھ لے جاؤ۔'' اور امن کا دل پانی پانی ہوتا رہتا۔ ممی نے گھر سے جانے کے بعد پھر کوئی رابطہ نہ کیا تھا۔ ابو نے بھی ان کی طرف سے دل کو سخت کرلیا تھا۔ اس روز امن کے گھر آنے سے پہلے ابو اور ممی کا کس بات پر جھگڑا ہوا تھا، وہ نہیں جانتی تھی۔ مگر ابو نے ممی سے دوبارہ کوئی بات نہ کی تھی، حتیٰ کہ عائدہ سے بھی فون پر بات کرنے سے انکار کردیا۔ امن نے ایک، دو مرتبہ ان سے عائدہ کو گھر لے جانے کی بات کی، مگر انہوں نے

سختی سے انکار کردیا۔ عائدہ سے بات کرتے کرتے اس نے ابو کی طرف دیکھا، وہ دوبارہ سے اپنی فائل کی طرف متوجہ ہوگئے تھے اور ان کی چہرے پر یکا یک سختی سی آگئی تھی، عائدہ کو جلد ملنے کا کہہ کر مختصر سی بات کرنے کے بعد اس نے فون رکھ دیا اور ٹیبل پر سے برتن سنبھال کر وہ اپنے کمرے میں آگئی اور بیٹھ کر پڑھنے لگی۔

☆......☆......☆

دن اسی طرح پر لگا کر اڑتے جا رہے تھے، امن اکثر فائزہ آنٹی کے گھر چلی جاتی، گھر کی ایک ڈپلی کیٹ چابی اس کے پاس ہی رہتی تھی، اسکول سے آنے کے بعد وہ کھانا کھا کر نماز پڑھتی اور پھر کچھ دیر آرام کرنے کے بعد اکیڈمی چلی جاتی، اس کی آنے تک ابو بھی گھر آجاتے تھے اور خانساماں بھی رات کو آ کر کھانا پکا جاتا، فائزہ آنٹی نے اس کی تنہائی کو دیکھتے ہوئے ایک بااعتبار بوڑھی خاتون کا بندوبست کردیا تھا، اماں ہاجرہ کے تین بیٹے تھے اور اماں ہاجرہ باری باری تینوں بیٹوں کے پاس رہتی تھیں، فائزہ آنٹی نے جب ان سے امن کی مجبوری کا ذکر کیا تو وہ ان کے گھر رہنے پر رضامند ہوگئیں، یوں امن کو اپنی تنہائی کا احساس ختم ہوگیا، اماں ہاجرہ فطری طور پر ایک معصوم اور بھولی بھالی خاتون تھیں اور باتیں کرنے کی بے حد شوقین، گھر پر امن کا زیادہ تر وقت اماں ہاجرہ سے باتیں کرتے ہوئے گزرتا، انہی دنوں اسکول سے چھٹیاں ہوگئیں تو امن نے اماں ہاجرہ سے مختلف کھانے پکانے سیکھنے شروع کیے، اماں ہاجرہ اپنی نگرانی میں سکینہ سے صفائی کرواتیں اور بے شمار اعتراضات کرتیں، سکینہ بھی ان کی عادت جان کر خاموش رہتی، خانساماں کے بنائے کھانوں میں نقص نکالتیں، یوں اماں ہاجرہ کی موجودگی سے گھر میں رونق ہوگئی تھی، اس دن امن نے فرمائش کر کے خانساماں سے اسپیگیٹی بنوائیں، کھانے کی ٹیبل پر اماں ہاجرہ نے اسپیگیٹی دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا۔

''یہ کیا چیز ہے امو بیٹا۔'' انہوں نے پوچھا۔ وہ پیار سے امن کو امو بلاتیں اور امن کو ان کا اس طرح پکارنا اچھا لگتا تھا۔

''یہ اسپیگیٹیز ہیں اماں۔'' اس نے بتایا۔

''یہ لمبے لمبے دھاگے ڈالے ہیں بیچ میں۔'' انہوں نے انگلی اور انگوٹھے سے نوڈلز اٹھائیں تو امن ہنس پڑی۔

''یہ کیا بلا ہیں، ابھی تو تم ''سیب کٹی'' کہہ رہی تھیں۔'' انہوں نے کہا تو امن نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا۔

''کیا کہا آپ نے اماں۔'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''سیب کٹی'' تم ہی نے تو اس کا نام بتایا ہے۔ انہوں نے سادگی سے کہتے ہوئے سامنے پڑی ڈش کی طرف اشارہ کیا تو امن پر ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔

''لو میں نے کیا کہا ہے جو اس طرح ہنس رہی ہو، خود ہی تو تم نے نام بتایا ہے، اتنا عجیب نام میں نے اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ سنا ہے اور یہ لمبے لمبے دھاگے میں تو کھا بھی نہیں سکتی، میرے دانتوں میں پھنس گئے تو نکلیں گے بھی نہیں اور تم نے بھی یوں پلیٹ بھری ہوئی ہے ان سے، تمہارا کیا پیٹ پھٹ گیا ہے جو تم ان سے سلائی کرو گی۔'' انہوں نے منہ بناتے ہوئے کہا تو امن کی ہنسی رکنے میں نہ آئی۔

''یہ دھاگے نہیں ہیں اماں، آپ کھا کر تو دیکھیں۔'' اس نے ان کی پلیٹ میں ڈالیں، مسلسل ہنسنے سے اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور چہرے پر ابھی بھی مسکراہٹ تھی۔

''نہیں بھئی، باورچی سے کہو کہ مجھے تو روٹی ڈال دے، میں یہ کھانا نہیں کھاؤں گی۔'' امن کے اصرار پر بھی وہ نہ مانیں تو امن نے انہیں روٹی بنوادی، کھانا کھانے کے بعد امن نے ابو کے آفس فون کیا اور ان کی خیریت معلوم کی، ایک ہفتہ پہلے ایک شام اچانک

ہی ابو کے سینے اور بازو میں شدید درد اٹھا، امن گھبرا کر جلدی سے انکل تنویر کو بلا لائی، ہاسپٹل میں چیک اپ کے بعد معلوم ہوا کہ انہیں ہلکا سا انجائنا کا اٹیک ہوا تھا، اس کے بعد سے امن روزانہ ہی دن میں ایک مرتبہ فون کر کے ان کی خیریت دریافت کرتی تھی، فون بند کر کے وہ اپنے کمرے میں آ گئی اور نسیم حجازی کی ''خاک وخون'' پڑھنے لگی، ناول پڑھتے ہوئے اس میں کھو جانا اس کی پرانی عادت تھی، جانے کب پڑھتے پڑھتے وہ سو گئی، نجانے کتنی دیر وہ سوتی رہی۔ اسے محسوس ہوا جیسے وہ کسی گہری کھائی میں گرتی جا رہی ہو، اس نے چیخنا چاہا، مگر خوف کی شدت سے آواز اس کے حلق میں اٹک گئی، اس نے ادھر ادھر ہاتھ بڑھا کر کسی چیز کو تھامنا چاہا، مگر کچھ بھی ہاتھ نہ آیا، گھنا اندھیرا ہر طرف تھا اور وہ نیچے ہی نیچے گرتی جا رہی تھی، اس نے پوری قوت وطاقت صرف کر کے چیخ ماری اور پھر چیختی چلی گئی، مگر اس ویران جگہ پر اسے خود ہی اپنی آواز کی بازگشت سنائی دے رہی تھی اور پھر اسے محسوس ہوا، جیسے اس کے قدموں نے زمین کو چھو لیا ہو۔ ساتھ ہی کسی کے جھنجھوڑنے پر اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے دیکھا، اماں ہاجرہ اس کے اوپر جھکی ہوئی تھیں۔

''امن! امن! کیا ہوا؟ کیوں چیخ رہی تھی۔'' انہوں نے پوچھا تو اس نے چہرے پر آئے پسینے کو ایک ہاتھ سے صاف کیا، خوف کی شدت سے اس کے جسم میں جان ہی نہ رہی تھی، اماں ہاجرہ اس کی طرف محبت سے دیکھ رہی تھیں، اس نے بولنا چاہا، مگر خواب کا اثر اب بھی باقی تھا، اسے لگا، جیسے اس کی زبان سن ہو گئی ہو اور اب وہ بول نہ سکے گی، اماں ہاجرہ نے پانی کا گلاس بھر کر اسے سہارا دے کر پانی پلایا، وہ گھونٹ گھونٹ کر کے پانی پینے لگی، پانی پینے کے بعد اس کے حواس جگہ پر آئے۔

''ڈراؤنا خوب دیکھا ہے کیا؟'' اماں نے پوچھا۔ تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''کوئی نہیں، شیطان کا وسوسہ ہوتا ہے، آیت الکرسی پڑھ کر پھونک لو۔'' انہوں نے کہا۔

''اور کاش یہ صرف خواب ہی ہو، کتنے ہی عرصے سے وہ اس طرح کے خواب دیکھ رہی تھی، اس کا دل ہولے ہولے کانپ رہا تھا، کہیں کچھ ہونے والا ہے، کچھ انہونی سی بات۔''

''کیا بات؟ یہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی مگر کوئی بات تھی، کچھ ہونا تھا۔''

''چلو اٹھو شاباش، عصر کی نماز کا وقت نکل رہا ہے، جلدی سے وضو کر کے نماز پڑھ لو۔'' اماں ہاجرہ نے اس کے اوپر کچھ پڑھ کر پھونکتے ہوئے کہا۔ وہ چونک گئی، اس نے تو ظہر کی نماز بھی نہ پڑھی تھی، کتاب پڑھتے پڑھتے وہ سو گئی تھی، اسے افسوس ہوا، جلدی سے اٹھ کر وہ واش روم میں چلی گئی، وضو کرنے کے بعد عصر کی نماز ادا کر کے وہ نیچے آئی تو اماں ہاجرہ چائے تیار کر چکی تھیں، چائے پینے کے بعد وہ ''خاک وخون'' لے کر باہر لان میں آ گئی، لان چیئر پر بیٹھ کر وہ کتاب پڑھنے لگی، وہ ناول کے دوسرے حصے میں تھی، ہمیشہ کی طرح ناول پڑھتے ہوئے وہ اس میں ڈوب گئی، اس کے چہرے پر حالات اور واقعات کی مناسبت سے مختلف رنگ آ رہے تھے، اختر اور سلیم کی پاکستان کے حق میں تقریریں پڑھتے ہوئے اس کے چہرے پر جوش وخروش کے تاثرات پھیل گئے، پھر بہار کے مسلمانوں پر ہونے والے مظالم پڑھ کر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، اتنے مظالم، خدا کی پناہ، اس کا دل پارہ پارہ ہو گیا، اسے پتہ ہی نہ چلا کہ کب وہ کتاب پڑھتے ہوئے زار وزار رونا شروع ہو گئی۔

''امن! امن! بیٹا کیا ہوا؟'' ابو کی آواز سن کر وہ چونکی۔ اسے پتہ ہی نہ چلا کب وہ آئے تھے، اس نے جلدی جلدی آنکھیں صاف کر کے نفی میں سر ہلایا۔

..........(جاری ہے)..........

زندگی کی ڈور

فوزیہ اکبر ندیم

دن بھر کے کاموں سے اکتائے بچے، جوان، بوڑھے سبھی کتنی تھکن محسوس کرتے ہیں، اس تھکن کو دور کرنے کے لئے وہ رات کا شدت سے انتظار کرتے ہیں، رات سونے کے بعد صبح پھر سے تروتازگی کا احساس لئے انسان پھر سے ایک مشین کی مانند اپنے روزمرہ کاموں میں مصروف ہو جاتا ہے، آج کے اس مشکل دور میں ہمیں بے شمار ایسی سہولیات میسر ہیں، جو کام پہلے کئی دنوں میں نہیں ہو پاتے تھے، اب انہی کاموں کو چند گھنٹوں میں نہایت آسانی اور خوبصورتی کے ساتھ سرانجام دیا جاتا ہے۔ لیکن نجانے کیوں وقت کی اس سہولت و بچت کے باعث بھی ہم اپنے والدین، بہن بھائیوں، دوستوں، رشتہ داروں، اردگرد کے دوسرے لوگوں کو چند گھنٹے بھی نہیں دے پاتے ہیں کہ انہیں ہماری اور ہمیں ان کی کتنی ضرورت ہو گی، والدین کے پاس بچوں کے لئے ٹائم نہیں، بچوں کو پڑھائی سے فرصت نہیں کہ والدین سے مل کر کچھ ڈسکس کریں، البتہ والدین نے بچوں کو اچھے سے اچھے مہنگے ترین اسکولوں، اکیڈمیوں میں بھیج کر بہت حد تک مطمئن، پرسکون ہو جاتے ہیں کہ ان کی بہترین تربیت و رہنمائی ہو رہی ہے، انہیں بہترین ٹیوٹرز کے پاس بھیج دیا جاتا ہے کہ کوئی کمی بیشی ہو تو وہ بھی پوری ہو سکے، باقی کا جو تھوڑا سا وقت بچ جاتا ہے، انہیں کمپیوٹر، گیمز، ٹی وی، موبائل فونز سے دل بہلانے کے لئے کہا جاتا ہے جو آج کل کے دور میں بچے بڑے سبھی شوق سے کرنے پر آمادہ ہو چکے ہیں۔ آخر کیوں؟ والدین کے پاس ٹائم کیوں نہیں، والدین یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ہمارے بچے جو اسکول ٹیوشن سے پڑھ کر آتے ہیں کہ ان کی عادات ان کی اخلاقیات میں کیا تبدیلی رونما ہو رہی ہے۔ ہر مذہب میں اخلاقیات، اخلاق اقدار بہت ہی اہمیت کی حامل ہوتی ہیں، اگر آج کل اسکولوں کا نصاب دیکھ لیں تو ہمیں بخوبی اندازہ ہو جائے گا جو مختلف نصاب اس وقت رائج ہے ایسا کچھ ہے اس کے اندر کہ جو ہماری نسل کو سکھائے جو دینی، مذہبی مضمون پر مبنی ہو جسے پڑھ کر دلوں کو سکون ملے جو ذہنوں کی بہتری کے لئے ہو کہ کچھ مذہب کے سیکھنے کی صلاحیت پیدا کرے۔ لیکن نہیں، ہم صرف انگریز کی ماری ہوئی مکھی پر مکھی بٹھانے کی کوشش کرتے ہیں جو کہ صریحاً غلط ہے، ہر مذہب کی اپنی ایک شناخت ہوتی ہے۔ ہمیں بھی اپنے مذہب سے عشق ہونا چاہئے کہ مذہب اسلام جیسا مذہب روئے زمین پر دوسرا نہیں۔

منزل کی جستجو میں کیوں پھر رہا ہے راہی

اتنا عظیم ہوجا کہ منزل تجھے پکارے

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات جیسی تعلیم کسی دوسرے نے نہیں دی، نجانے ہم کیوں اپنے پیارے روشن مذہب کی خوبصورت باتیں اپنے بچوں، اپنی نوجوان نسل تک نہیں پہنچاتے، کیوں اپنے معصوموں کو دنیا کے گورکھ دھندوں میں پھنسا کر فخر محسوس کرتے ہیں، آج جو راستہ نوجوان نسل نے اپنا رکھا ہے، ان کا اتنا یہ قصور ہے کہ وہ جو آج کل دیکھ رہے ہیں، اسی پر عمل کر رہے ہیں۔

ماں باپ اپنی اولاد کے لئے فطری محبت رکھتے ہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ جب بچے بڑے ہوجاتے ہیں تو والدین ان سے قریب نہیں رہتے، بچے کی اپنی ایک دنیا ہوتی ہے، وہ اپنی ذات میں ایک مکمل انسان ہیں، بچے والدین کو اپنا آئیڈیل سمجھتے ہیں، ایک ایسا باپ جو خود سگریٹ نوشی کرتا ہو، وہ اپنے بچے کو کب تک اور کس طرح سگریٹ نوشی کی طرف مائل ہونے سے بچا سکے گا، ہر بچے کی آنکھ میں باپ ایک ہیرو ہوتا ہے اور اکثر بچے والدین خصوصاً باپ کی نقل کرتے ہیں۔

آج ٹی وی اور میڈیا کے اثرات سے انکار ممکن نہیں، میڈیا نے زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کیا ہے؟ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ والدین دوسروں کو بڑے جوش وخروش سے بتا رہے ہوتے ہیں کہ ہمارا بیٹا، بیٹی نے فلاں فلم، فلاں ڈرامے، مووی کے ہیرو، ہیروئن کی نقل کی ہے، فلاں گانا یاد ہوچکا ہے، ہمیں اپنے بچوں کو ان تاریکیوں سے نکالنا چاہئے، اپنے گھروں کے ماحول کو دینی جذبوں سے آراستہ کریں جو دینی اور اسلامی اصولوں کے مطابق ہوں۔

کیبل کلچر سے خود کو نکالیں، آخرت کی فکر کریں، اپنے بچوں کو اس معاشرے کی برائیوں سے محفوظ کریں تا کہ ہمارا کل ہی ہمارے لئے روشن ہوجائے، اپنے دین اور اپنے ورثے کو اپنائیں، جو قومیں اپنے مذہب اور تاریخ سے منہ موڑتی ہیں، ان کا مستقبل تاریک ہوجاتا ہے۔

بچوں کی عمر کے ساتھ ساتھ بچوں میں مختلف قسم کی تبدیلیاں آتی ہیں، ان کے رویے بدلتے ہیں، ان کی سرگرمیاں بدلتی رہتی ہیں، بچہ سب سے زیادہ والدین سے توقعات رکھتا ہے، وہی ہر معاملے میں اس کے بہترین مدد گار غمگسار ہوتے ہیں، بعض والدین یہ کہہ کر بری الذمہ ہوجاتے ہیں کہ ان کی مصروفیت بچوں کے لئے وقت نہیں نکالنے دیتی، بلاشبہ والدین ہر وقت بچے کے ساتھ نہیں رہ سکتے، تاہم ان کی خبر گیری تو ضرور کر سکتے ہیں، یہ بات تو طے ہے کہ اگر آپ بچے کو زیادہ تحفظ، بہتر وقت، بہتر ماحول فراہم کریں گے تو وہ نہ صرف ایک خوبصورت مطمئن بچپن گزارے گا بلکہ اس کا مستقبل بھی روشن ہوگا، وہ اپنی زندگی میں زیادہ کامیاب اور بااعتماد ثابت ہوگا۔

بچے کے لئے زندگی کے بیشتر معاملات سے آگاہی کے حوالے سے گھر اور اس کے ماحول کی بہت حد تک اہمیت ہے، اگر گھر کا، اسکول کا ماحول مکدر ہوگا، بے چینی، انتشار کی سی کیفیت ہوگی، وہ اچھی باتیں قطعی نہیں سیکھ سکے گا، اگر گھر والے رات گئے تک جاگنے، صبح دیر سے سونے کے عادی ہوں گے تو بچہ بھی اس طریقہ کار کا عادی بن جائے گا، عمر کے ساتھ یہ عادت پختہ ہوجائے گی، گھریلو ماحول کو پاکیزہ، صاف ستھرا اس قرینے سے مرتب کریں کہ وہ اچھی باتیں سیکھ سکے، معاشرے میں اچھے فرد کے طور پر پہچانا جائے۔

جس طرح کسی پودے کی بے ہنگم بڑھوتری کو روکنے کے لئے اور صحیح نشوونما کے عمل کو جاری رکھنے کے لئے مسلسل نگرانی درکار ہوتی ہے، اس طرح والدین کا بچے کی ہر سرگرمی، ہر عمل کی نگرانی میں رہنمائی کرنا اشد ضروری ہے، اللہ نے بچوں کو پودوں، پھولوں کی طرح نرم ونازک بنایا ہے، جنہیں بڑے ہوکر تناور درخت بننا ہے، بہتر نشوونما ہی سے تناور درخت بننے کے لئے مضبوط جڑوں کی ضرورت ہے، آیئے ان پودوں کی خوبصورتی سے توجہ سے نشوونما حفاظت کریں۔

کسی کی گمشدہ چیز مل جائے تو اسے خوشی ہوتی ہے، کسی کا کوئی عزیز گم ہو اور عرصہ کے بعد ملے تو بہت ہی خوشی ہوتی ہے۔ کوئی وسیع وعریض صحرا میں شدید گرمی کے موسم میں سفر کر رہا ہو اور پانی ختم ہوجائے اور قریب قریب پانی ملنے کی امید نہ ہو تو موت کے لئے تیار ہوجاتا ہے، لیکن جب اس انتہائی مایوسی کے عالم میں اسے اچانک پانی مل جائے تو اس پر جتنی خوشی ہوتی ہے، اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے، لیکن جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان سب لوگوں کی خوشیوں سے کہیں زیادہ خوش ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ بڑے رحیم ہیں، اپنے بندے کی ایک نیکی پر دس گناہ سے لے کر سات سو گناہ تک اجر عطا فرماتے ہیں اور گناہ پر صرف ایک گناہ لکھا جاتا ہے، اس میں شک نہیں ہے کہ انسان کے ساتھ اس کی خواہشات موجود ہیں، وہ اپنی خواہشات کے پیچھے لگ کر گناہ کر بیٹھتا ہے تو اب شیطان اسے اس طرح ورغلاتا ہے کہ تو گنہگار ہوگیا ہے، اب تو اپنے رب کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا تو گناہوں میں ڈوب چکا ہے، اب تیری توبہ کس طرح قبول ہوگی، اب تو بہت مشکل ہے، اب تیری توبہ کا قبول ہونا مشکل ہے، شیطان اس طرح کے وسوسے ڈال کر اپنے جال میں پھنسا لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس کر دیتا، اب انسان سوچتا ہے کہ اب توبہ تو ہو نہیں سکتی اب تو گنہگار ہوگیا ہوں، لہٰذا اب گناہ کئے جاؤ اور کوئی راستہ نہیں ہے، شیطان کی کوشش ہوتی ہے کہ یہ انسان اب مرتے دم تک اسی مایوسی میں رہے، تا کہ اس کی آخرت برباد ہوجائے، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ کے دروازے کھلے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رحمت گناہگاروں کو معاف کرنے کے لئے آوازیں لگا رہی ہے، بندہ توبہ کرتا ہے تو اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں، توبہ قبول ہوجاتی ہے بلکہ اس کے گناہ نیکیوں میں بدل جاتے ہیں اور اس طرح انسان جہنم سے بچ کر جنت میں جانے والا بن جاتا ہے، قرآن وحدیث میں کثرت سے ساتھ یہ مضامین بیان ہوئے ہیں، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس آدمی کی خوشی سے زیادہ خوش ہوتے ہیں جو آدمی اپنی سواری پر جنگل میں جا رہا تھا کہ سواری اس سے بھاگ گئی اور اس کا کھانے پینے کا سامان اسی پر تھا۔ وہ سواری کے ملنے سے مایوس ہوگیا اور ایک درخت کے نیچے آکر اس کے سائے میں لیٹ گیا اور وہ اپنی سواری سے مایوس ہوکر اس طرح لیٹا ہوا تھا کہ اس نے اچانک اپنی سواری کو اپنے ساتھ کھڑا ہوا پایا، اس نے اس کی لگام پکڑی اور خوشی میں آکر کہا۔ اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں، خوشی کی شدت کی وجہ سے غلطی کر بیٹھا۔“ (صحیح مسلم)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، جو نیکی کرے اس کے لئے دس گنا اجر ہے اور اس

سے بھی زیادہ ہے اور جو برائی کرے تو برائی کی جزا اس کے برابر ہے، یا معاف کردوں گا اور جو ایک بالشت میرے قریب ہو، میں ایک ہاتھ اس کے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں، میری طرف جو ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے میں ایک گز اس کے قریب ہوتا ہوں، میری طرف جو چل کر آئے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں اور جو زمین کی وسعت کے برابر برائیاں لے کر مجھے ملے۔ (مگر) میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو میں بھی اسے اتنی ہی وسیع مغفرت سے ملوں گا۔'' (صحیح مسلم)

توبہ کا طریقہ:..... اگر گناہ حقوق اللہ سے متعلق ہو تو اس کے ساتھ کسی بندے کا حق وابستہ نہ ہو تو اس کی معافی کے لئے تین شرطیں ہیں۔

(۱)..... اس گناہ کو چھوڑ دے۔

(۲)..... جو ہو چکا اس پر دل سے ندامت ہو۔

(۳)..... آئندہ اس کو نہ کرنے کا پختہ عزم ہو۔

اور اگر ایسا گناہ ہو گیا ہو جس کا تعلق بندوں کے حقوق سے ہے۔ تو اس کی توبہ کے لئے چار شرطیں ہیں۔

(۱)..... اس گناہ کو ترک کردے۔

(۲)..... جو ہو چکا اس پر دلی افسوس ہو۔

(۳)..... آئندہ نہ کرنے کا پکا ارادہ ہو۔

(۴)..... جس بندے کا حق ہے اس سے اپنا معاملہ صاف کرے اگر کسی کا مال کھایا ہے تو اسے اتنا مال دے یا معاف کرائے، کسی کی غیبت کی ہے تو اس سے معاف کرائے، اگر ان میں سے کوئی ایک شرط نہ پائی گئی تو توبہ صحیح نہیں ہے۔

آج اور ابھی:..... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اے ایمان والو! اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو سچی توبہ۔'' (سورۃ التحریم: ۸)

اللہ تعالیٰ کے ہاں توبہ کی بڑی قدر ہے، ندامت کے آنسو کی بڑی عظمت ہے، ٹوٹے ہوئے دل اللہ تعالیٰ کے بہت قریب ہوتے ہیں، ذرا لب ہلائیں تو قبولیت فوراً استقبال کرتی ہے، اس لئے آج ہی سچی توبہ کیجئے، آپ کو کیا معلوم ہے کہ کب موت آئے، یوں نہ کہو کہ کل کریں گے، ہفتہ بعد کرلیں گے، اگلے ماہ کرلیں گے، بلکہ ابھی کیجئے، کیا معلوم آج رات سوئیں اور نیند میں ہی موت کا فرشتہ آئے اور روح قبض کر لے جائے۔

جب دروازہ بند ہوجائے گا؟ جب موت کے آثار شروع ہوجاتے ہیں تو توبہ کا دروازہ بند ہوجاتا ہے، اس وقت کی ندامت و حسرت کوئی فائدہ نہیں دے گی، ابھی وقت ہے ابھی توبہ کرلو، ابھی سنبھل جاؤ توبہ کرو اور جنت کی راہ اپناؤ، یاد رکھو کہ حساب کے دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا، کوئی ایک نماز بھی کسی کو نہ دے گا، جس کے ذمہ لوگوں کے حقوق ہوں گے، اس کی نیکیاں حق والوں کو دی جائیں گی۔ ابھی وقت ہے نمازیں پڑھو، روزے رکھو، حج کرو، تلاوت کرو، لوگوں کے ساتھ نیکی کرو، جو کوتاہی ہو چکی ہے، اس کی معافی مانگ لو، میعاد گزر گئی تو کوئی عذر قبول نہ ہوگا اور کوئی کام نہیں آئے گا، نہ باپ، نہ ماں، نہ بیٹا، نہ بیٹی، نہ میاں، نہ بیوی، نہ دوست، نہ رشتہ دار، ہر کوئی اپنی فکر میں غرق ہوگا، کوئی ہمارے ساتھ قبر میں نہیں جائے گا، صرف نیک اعمال ہیں جو آدمی کے ساتھ جائیں گے، باقی سب بے وفا ہیں، مال، دولت، اہل وعیال، دوست احباب سب یہیں رہ جائیں گے۔

مبارک مبارک:..... اس خوش نصیب کے لئے مبارک ہے، جس نے آج توبہ کرلی، آج اپنے رب سے صلح کرلی، جس نے اپنی باقی عمر کو ضائع ہونے سے بچالیا، جس نے نیک عمل کرکے قبر کو جنت کا باغ بنالیا، اس کے لئے مبارک ہے، جس نے آخرت کے حساب کی تیاری کرلی ہے، جنت میں اپنا گھر بنالیا ہے، اس کے لئے مبارک جس نے دنیا کی زندگی کو آخرت میں سنوارنے کا ذریعہ بنالیا اور باقیوں کی خدمت میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پیش ہے کہ ''کیا ایمان والوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کیلئے جھک جائیں۔'' (سورۃ الحدید: ۱۶)

☆.........☆

بچوں کی عدم تربیت ازدواجی الجھنوں کا سبب بنتی ہے

رضی الدین سید

آج کی دنیا اخلاقی زوال سے جس قدر دوچار ہے، ئی دو پہلے کبھی نہ تھی، سچ پوچھا جائے تو اخلاق کا اس دنیا کا جنازہ ہی اٹھ چکا ہے، وہ مثبت صفات جن کی بنیاد پر پہلے ایک خاندان کی اور پھر ایک بڑے معاشرے کی بنیاد رکھی جایا کرتی ہے، آج کی جدید نسل کو شاید ان میں سے ان صفات کے نام بھی نہیں معلوم ہیں۔

ایثار و ہمدردی، احترام و عزت، صفائی و پاکیزگی، جانی قربانی، خونی رشتوں کی قدر و قیمت، قناعت و سادگی، ...صداقت، عاجزی و انکساری اور بندگی رب کا احساس ...صفات ہیں جن کی مدد سے کوئی خاندان یا معاشرہ سجتا، اور جگمگاتا ہے، مگر اگر یہ پوچھا جائے کہ آج یہ ...کہاں پائی جاتی ہیں، تو سوائے نظریں چرانے کے ...سے کوئی اور جواب نہیں ملتا۔ چنانچہ اس طرح ...حالات میں جو نسل پل کے اب ہمارے ہاں بڑھ رہی ...اس کا حال بھی پھر ہم سب پر عیاں ہے، بدزبان، ...زبان دراز، عزتوں کو خاک میں ملادینے والے، عریانی و فحاشی کے دلدادہ، قتل و غارت گری پر آمادہ، نام و نمود پر فدا، غلیظ گالیوں کے شیدا، والدین کو پیروں کی جوتی میں مسل دینے والے اور موقعہ ملنے پر مذہب کو بھی برا بھلا کہہ دینے والے، مختصر رہنا چاہئے کہ یہ وہ نسل ہے جسے نہ والدین کی پروا ہے، نہ محلے والوں کا خوف ہے اور نہ اللہ تعالیٰ سے کوئی خاص رغبت ہے۔

یہی وجہ کہ ہم دیکھتے ہیں کہ گھر، محلہ، آبادی اور ملک سب کے سب آج ہمارے ہاں فساد کا شکار ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ معاشرے کی بنیادی اکائی، خاندان ہوتی ہے، ایک شوہر اور ایک بیوی کے ملنے سے جو ایک نیا خاندان وجود میں آتا ہے، پھر اس خاندان سے محلے، رشتے داریاں اور ملک تشکیل پاتے ہیں، لہٰذا خاندان اگر صحیح ہوگا تو بہت زیادہ امکان ہے کہ معاشرہ بھی صحیح ہوگا اور ملک بھی دنیا بھر کے ممالک میں ممتاز قرار پائے گا، لیکن اگر خاندان ہی خراب ہو تو پھر ثریا تک بھی دیوار اسی طرح ٹیڑھی اٹھتی چلی جائے گی۔ خاندان کے ادارے کے بعد

جا کر ہی پھر کہیں تعلیمی اداروں کا نمبر آتا ہے، جہاں پہنچ کر خاندان کے بچے یا تو مزید بگڑ جاتے ہیں، یا پھر مزید سدھر جاتے ہیں۔

معاشرے کی اکائی اگر خاندان ہے تو خاندان کی اکائی اس کے والدین ہیں، انہی کے درست رہنے پر آگے کی نسل درست رہتی ہے اور انہی کے بگڑ جانے پر آگے کی نسل بگڑتی چلی جاتی ہے۔

بھلا جو والدین خود لڑاکا ہوں، جھوٹے ہوں، حیا اور شرم سے عاری ہوں، نماز روزوں سے محض واجبی سا تعلق رکھتے ہوں، مے نوش یا سگریٹ نوش ہوں، رشتے داریوں کا انہیں کوئی لحاظ نہ ہو، قناعت و صبر کو پرانے دور کا قصہ سمجھتے ہوں اور والدین کو پرکاہ کے برابر بھی اہمیت نہ دیتے ہوں تو کیسے پھر امید کی جاسکتی ہے کہ ان کی اولاد (بیٹی بھی اور بیٹے بھی) واری ہوجانے والی صفات کے حامل ہوں گے؟ اگرچہ انسان ہونے کے ناطے اس کلیے کو سو فیصد درست تو نہیں قرار دیا جاسکتا کہ ''کانٹے بو کر ہم پھولوں کی توقع کیسے کرسکتے ہیں۔'' کیوں کہ بعض اوقات منفی کردار کے حامل والدین کے ہاں سے بھی خیر و خوبی والی کوئی اولاد ظہور پذیر ہو ہی جاتی ہے، تاہم اس کلیے میں سچائی بھی بہرحال بہت پائی جاتی ہے، اولاد کے ہاتھوں والدین کا جو سکون آج تار تار ہو رہا ہے اور نئی نسل جواب خود اپنے پیدا کرنے والے ماں باپ ہی کے آگے سینہ تان کر کھڑی ہوجاتی ہے، انہیں گالیاں بکتی اور مارتی پیٹتی ہے، بلکہ بعض اوقات مشتعل ہو کر قتل بھی کردیتی ہے تو پھر ہمیں سوچنا چاہئے کہ معاملات کی خرابی کس قدر زیادہ ہوچکی ہے، اگر اس نوعیت کی خانگی الجھنیں جنم لے رہی ہیں تو پھر خرابی یقیناً یہیں گھر کے اندر ہی پائی جاتی ہوگی۔

اپنی پیدائش کے چار پانچ سالوں تک تو نونہال بالکل نونہال ہوتے ہیں، معصوم، عقل و خرد سے عاری، ماں باپ پر یکسر انحصار کرنے والے، نازک اور پیارے اور والدین کی ہو بہو نقل کرنے والے، اپنی ذاتی عقل تو ان کے پاس کچھ ہوتی ہی نہیں ہے، جو کچھ ہوتی ہے، وہ بس ماں باپ ہی کی عقل ہوتی ہے، وہی بس اس نونہال کا قبلہ و کعبہ ہوتے ہیں، اس لئے یہی وہ دور ہوتا ہے جب ان کی صحیح نگہداشت و تربیت کی جانی چاہئے، انہیں ادب و آداب، اخلاقیات، رشتے داروں کے حقوق، روزمرہ کے بہتر رویئے، نفع و نقصان والے امور کی شناخت، تعلیم کی جانب رغبت، مسلم ہیروز سے واقفیت، لباس و طعام کی رہنمائی اور مذہبی معاملات کی اہمیت کا احساس دلایا جانا چاہئے، یہی وہ وقت ہوتا ہے جب ان کے کچے ذہنوں میں خوبیاں انڈیلی جانی چاہئیں اور برائیوں سے کراہیتوں کو ابھارا جانا چاہئے، لیکن یہ رہنمائی بھی تو ان کی تب ہی ہوسکے گی جب خود والدین میں بھی مذکورہ بالا خوبیاں مناسب طور پر پائی جائیں گی، کیونکہ بچہ تو وہی کچھ سیکھے گا جو اس کے والدین اس کے سامنے کرتے ہوں گے، اس لئے بچوں کو تبدیل کرنے کی خاطر والدین کو بھی اپنے آپ کو تبدیل کرنا ہوگا، باپ سے ملنے اگر کوئی شخص باہر دستک دے اور اندر موجود ہوتے ہوئے بھی باپ بچے سے کہلوادے کہ کہہ دو کہ پاپا گھر میں نہیں ہیں (جیسا کہ ہمارے ہاں عموماً کہلوایا ہی جاتا رہتا ہے) تو پھر بچہ جھوٹ سے اجتناب کیسے کرسکے گا؟ یا جیسے باپ تو سگریٹ پر سگریٹ پیتا رہتا ہو لیکن بچے کو ہدایت کی جائے کہ خبردار، کبھی سگریٹ کو ہاتھ بھی نہیں لگانا، تو پھر بچہ سگریٹ نوشی سے آخر کب تک دور رہ سکے گا؟ یا جیسے ماں اپنی کسی رشتے دار اور پڑوسن کو ہر وقت ''کٹنی اور چڑیل'' کے الفاظ سے یاد کرے، تو کون باور کرسکتا ہے کہ اس کی بیٹی یا بیٹا آگے جا کر پھر خود بھی ''کٹنی یا چڑیل'' کے الفاظ استعمال نہیں کرے گا، کرے گی؟ کانٹوں کی کاشت کرکے پھولوں کے فصل کی توقع آخر کیسے کی جاسکتی ہے، اسی لئے ہم نے ابتداء میں عرض کیا تھا کہ بچوں میں فرمانبرداری اور سگھڑ پن کی صفات جنم دلوانے کے لئے والدین کو پہلے خود ان کے لئے مثال بننا ہوگا۔

یاد رکھنا چاہئے کہ قوت و طاقت اور عقل و دانش میں

اضافے کے بعد یہی اولاد ماں باپ کے لئے عذاب در عذاب کا سبب بننے لگتی ہے اور پھر والدین دن بھر بیٹھے آنسو بہایا کرتے ہیں، کیا ہم دیکھتے نہیں ہیں کہ اخبارات میں آج کل بیٹے یا بیٹی کو عاق کرادینے کے اشتہارات کی فیصد میں کس قدر نمایاں اضافہ ہوگیا ہے؟ گھر کے بعد کہیں جا کر بچے کی تربیت پہلے اسکول اور پھر باہر معاشرے میں ہوتی ہے، اس لئے تعلیم کے لئے داخلہ دلاتے وقت بھی والدین کو اچھے کردار والے اسکولوں ہی کا انتخاب کرنا چاہئے، خصوصاً وہ جن میں دینی تعلیم کو بھی خصوصی اہمیت دی جاتی ہو، انہیں پھر یہ بھی دیکھتے رہنا چاہئے کہ ان کے بیٹے یا بیٹی کے دوست کون کون ہیں اور ان کے رنگ و روپ اور طور طریقے کیا ہیں؟ آج کل فحاشی اور دیدہ دلیری کا زمانہ ہے، اس لئے بچوں پر کڑی نگاہ رکھی جانی بھی ناگزیر ہے۔

جس طرح اولاد کے لئے (آخرت میں) ماں باپ ہی ان کی جنت اور ماں باپ ہی ان کی دوزخ ہوتے ہیں، اسی طرح (گھروں کے اندر) والدین کے لئے بھی ان کی اولاد ہی ان کی جنت اور ان کی اولاد ہی ان کی دوزخ ثابت ہوتی ہے۔

فی زمانہ لاتعداد گھرانے ایسے ہیں جن میں ازدواجی الجھنوں کا سبب یہی ان کی اولادیں ہیں۔ اس لئے اے عزیز و محترم والدین، خود اپنے ذاتی سکون و اطمینان کی خاطر بھی اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی صحیح تربیت کرتی رہا کریں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہم سب آخر کیسے بھول سکتے ہیں کہ ''کوئی باپ اپنی اولاد کے لئے سب سے اچھی جو چیز چھوڑ کر دنیا سے جاتا ہے، وہ اس کی اچھی تربیت'' ہے۔

گھروں کے استحکام کی خاطر آیئے کہ نئی ازدواجی زندگیاں شروع کرنے کے بعد ہم اپنی آنے والی نسلوں کو درست کرنے کا عزم کریں۔

☆......☆......☆

مسلمانوں کے نام فاروق اعظمؓ کا فرمان

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان مسلمانوں کے نام جو بلا فارس میں مقیم تھے، یہ فرمان جاری کیا: '' اے مسلمانو! اپنے آپ کو اہل شرک اور اہل کفر کے لباس اور ہیئت سے دور رکھنا۔''

(اقتضاء الصراط المستقیم 372/1)

ایک روایت میں ہے کہ اس طرح فرمان جاری فرمایا: '' امابعد، اے مسلمانو! ازار اور چادر کا استعمال رکھو اور جوتے پہنو اور اپنے جد امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لباس (لنگی اور چادر) کو لازم پکڑو اور اپنے آپ کو عیش پرستی اور عجمیوں کے لباس اور ان کی وضع قطع اور ہیئت سے دور رکھو، مبادا کہ تم لباس اور ان کی وضع و قطع میں عجمیوں کے مشابہ بن جاؤ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نبیرہ معد بن عدنان کی وضع و قطع اختیار کرو اور موٹے کھردرے اور پرانے کپڑے پہنو جو اہل تواضع کا لباس ہے۔''

(مستخرج ابن عوانہ 8514)

اور مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ ابو عثمان نہدی کہتے ہیں کہ ہم آذربائیجان میں تھے کہ ہمارے پاس امیر لشکر عتبہ بن فرقد کے نام فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان پہنچا:

''اے عتبہ بن فرقد! تم سب کا یہ فرض ہے کہ اپنے آپ کو عیش پرستی اور کافروں اور مشرکوں کے لباس اور ہیئت اور وضع قطع سے دور رکھو اور محفوظ رکھو اور ریشمی لباس کے استعمال سے پرہیز رکھو۔''

(مسند احمد: 92)

☆......☆......☆

دو ماؤں کا جگر پارہ

ڈاکٹر فیاض حسین

میں جب بھی کبھی کسی طویل سفر پر جاتا ہوں، اپنا فسٹ ایڈ بیگ اپنے سامان میں ضرور شامل کر لیتا ہوں، تاکہ ہنگامی حالت میں کام آسکے، کچھ عرصے قبل لاہور اسٹیشن سے اٹک کے لئے ریل گاڑی پر سوار ہوا۔ اس دن زیادہ رش نہ تھا۔ میری سیٹ تو ریزرو تھی، اس لئے مجھے کوئی پریشانی لاحق نہ تھی۔ جس فسٹ کلاس سلیپر میں میری سیٹ تھی اس میں میرے علاوہ تین مسافر اور تھے، ایک بوڑھی عورت اوپر والی سیٹ پر لیٹی ہوئی تھی اور دوسرے اور تیسرے مسافر نیچے والی سیٹوں پر بیٹھے تھے، میں نے انہیں سلام کیا اور اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا اور گاڑی چل پڑی۔

ابھی گاڑی نے شاہدرہ جنکشن ہی کراس کیا تھا کہ اوپر والی سیٹ سے عورت کی کراہنے کی آوازیں آنے لگیں۔ دونوں مسافروں میں ایک مسافر جو غالباً اس کا رشتہ دار تھا، فوراً اٹھا اور اس عورت سے پوچھنے لگا۔ ”آپا جی کیا بات ہے؟“

”مجھے نیچے اتار دو جرأت بیگ!“ عورت نے اس آدمی سے کہا۔ ”میرے پیٹ میں بائیں جانب شدید درد ہے۔“

بڑی مشکل سے اس عورت کو نیچے اتارا گیا، درد مزید بڑھ گیا، اب وہ ماہی بے آب کی مانند تڑپنے لگی، اس کی یہ حالت دیکھ کر اس کا ساتھی بہت پریشان ہوگیا، وہ زنجیر کھینچنے کے لئے لپکا تو میں نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا، میں نے اسے بتایا کہ میں ڈاکٹر ہوں اور میرے پاس فسٹ ایڈ باکس بھی موجود ہے، گھبرائیں نہیں، اماں جی جلد ٹھیک ہو جائیں گی۔

میں نے بڑی بی کا جو چیک اپ وہاں کیا جا سکتا تھا، وہ کیا، بائیں گردے میں تکلیف تھی، میں نے درد روکنے والا ٹیکہ اس کی نس میں لگا دیا، تھوڑی ہی دیر میں درد کی شدت میں کمی واقع ہوگئی، گردے کا درد بہت شدید ہوتا ہے، اس کی شدت کا اندازہ مریض ہی کر سکتا ہے یا وہ ڈاکٹر جس نے ایمرجنسی وارڈ میں کام کیا ہو۔

تھوڑی دیر بعد مریضہ کو دوسرا ٹیکہ لگا دیا جس کے اثر سے مریضہ نے درد سے نجات پا لی، میں نے بیگ سے دو گولیاں نکال کر مریضہ کو دیں اور کہا کہ دو گھنٹے بعد یہ گولیاں کھا لے پھر درد کا دورہ نہیں پڑے گا، مریضہ کے ساتھ جو آدمی تھا وہ میرا شکریہ ادا کرتے کرتے نہ تھکتا تھا، بڑھیا دعائیں دے رہی تھی۔

یہ دونوں بہن بھائی تھے، بھائی کا پشاور میں ڈرائی...ت کا کاروبار تھا اور اماں بی حیدر آباد میں رہتی تھی، اب ...بھائی کے ساتھ کچھ دنوں کے لئے پشاور جا رہی تھی، ...مجھے دعائیں دینے کے ساتھ ساتھ بار بار فیس کی پیش ...ش کر رہی تھی، وہ فیس دینے پر بضد رہیں۔

”اماں جی!“...... میں نے آخر کہا...... ”ایک ...طرف تو آپ مجھے بیٹا کہہ رہی ہیں اور دوسری طرف فیس کا بار بار تذکرہ کر کے مجھے شرمندہ کر رہی ہیں۔“

جو خوشی کسی کو درد سے نجات دلا کر ہوتی ہے وہ خوشی ...فیس لے کر کہاں ملتی ہے، پھر میں نے اسے نسخہ لکھ دیا اور ...کہا، وہ پشاور جا کر گردے کا ایکس رے ضرور کرائے ...تاکہ معلوم ہو سکے کہ گردے میں پتھری تو نہیں بن گئی۔

میں نے اماں جی سے پوچھا کہ وہ حیدر آباد میں کس ...جگہ رہتی ہے، جواب میں اماں جی نے ایک حساس ...علاقے کا نام لیا، میرے منہ سے بے اختیار نکلا کہ وہاں کے حالات تو بڑے دگرگوں ہیں۔

یہ خاتون آبدیدہ ہوگئی، میں حیران بھی ہوا اور ...شرمندہ بھی کہ میں نے ایسی کون سی بات کہہ دی ہے جس نے بڑی اماں کے دل کو دکھا دیا ہے۔

”ڈاکٹر صاحب!“...... اس کا بھائی بول پڑا...... ...سال ہوا ان کا بیٹا حیدر آباد میں پولیس کے ہاتھوں قتل ...ہو گیا تھا۔“

بھائی کے منہ سے یہ الفاظ سن کر معمر خاتون کا چہرہ ...سرخ ہوگیا، اس نے قہر آلود نگاہوں سے اپنے بھائی کی ...جانب دیکھا۔

”جرأت بیگ!“...... اس نے غصے سے بھائی کو ...کہا...... ”غلط بات زبان پر مت لا، میرا عامر قتل نہیں ہوا، ...شہید ہوا ہے، اس کو کسی پولیس نے نہیں مارا، اس کی ...شہادت بھارتی ایجنٹوں کے ہاتھوں ہوئی ہے۔“ وہ مجھ ...سے مخاطب ہوئی...... ”ڈاکٹر صاحب! اگر میری زبانی ...سن لیں تو آپ اندازہ کر لیں گے کہ میرے عامر کا قاتل ...کون ہے۔“

اماں بی نے جو کہانی سنائی وہ انہی کے الفاظ میں سنیں:

”ڈاکٹر صاحب!“...... اس نے کہا...... ”تشکیل پاکستان کے وقت میری عمر کوئی اکیس بائیس سال تھی، میرے شوہر مرزا انصاف بیگ بمبئی میں سرکاری ملازم تھے، رہنے والے ہم کہیں اور کے تھے، میرے بیٹے عامر کی عمر تقریباً پونے دو سال تھی، ہم خوشحال زندگی گزار رہے تھے، میرے شوہر کی وابستگی مسلم لیگ کے ساتھ تھی، جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو بہت سے مسلمان اپنے گھر بار چھوڑ کر پاکستان اپنی پناہ گاہ سمجھ کر چل پڑے، ہمارا خاندان بھی پاکستان کو ہجرت کے لئے ایک قافلے کے ہمراہ ہو لیا، پاکستان سے ابھی ہم دور ہی تھے کہ ہندوؤں نے اس نہتے قافلے پر حملہ کر دیا، اس افراتفری کے عالم میں جس کا منہ جدھر کو آیا، بھاگ نکلا، ہمارے قافلے کے کئی افراد شہید ہو گئے، بچے کھچے لوگ بہ ہزار خرابی پاکستان پہنچ گئے، میرا شوہر زخمی ہوا، مگر سب سے بھیانک حادثہ یہ ہوا کہ میرا ننھا بیٹا عامر اس قیامت میں لاپتہ ہو گیا......

”یہاں ہمارا قیام مہاجر کیمپ میں تھا، میں میٹرک پاس تھی، میں نے مہاجر کیمپ میں عورتوں کے لئے بہت کام کیا اور ساتھ ساتھ اپنے گمشدہ بیٹے کو بھی تلاش کرتی رہی، عامر کا چہرہ کسی لمحے میری آنکھوں سے اوجھل نہ ہوتا تھا، اس کی پیاری پیاری باتیں یاد آتیں تو آنکھوں میں دھواں بھر جاتا، میرا شوہر بھی کبھی کبھی سخت بے چین ہو جاتا، مگر بے بسی آڑے آتی، پھر کیمپ سے ہم لوگ حیدر آباد آگئے، تھوڑے ہی عرصے بعد میرے شوہر کو کراچی میں سرکاری ملازمت مل گئی اور یوں میں اپنے شوہر کے ہمراہ کراچی آگئی، یہاں میرا دوسرا بیٹا مہتاب پیدا ہوا، میں نے اپنے آپ کو بہت مصروف کر لیا، مگر پھر بھی عامر کی یاد میرے ساتھ ساتھ رہی، میں اچھی طرح جانتی تھی کہ قتل و غارت کے اس بازار میں عامر کا زندہ رہ جانا بعید از قیاس تھا، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی موت کا تو مجھے

یقین ہوگیا، مگر اسے بھولنا میرے بس میں نہ تھا۔

”عامر جب ایک سال کا تھا تو اس نے اپنا دایاں ہاتھ جلتے چولہے میں ڈال دیا تھا، اس معصوم کا ہاتھ بری طرح جھلس گیا تھا، ایک ماہ تک اس سوختہ ہاتھ پر میں مرہم لگاتی رہی تب جا کر اس کے زخم مندمل ہوئے، اس کو سینے سے چمٹائے پھرتی رہی، کئی ڈاکٹروں کو دکھایا تھا، ہاتھ کا زخم تو ٹھیک ہوگیا، مگر اس کے دائیں ہاتھ کی پشت پر ایک بدنما داغ رہ گیا تھا، میرے شوہر مجھے بہت تسلی دلاسہ دیتے، مگر عامر کی یاد میں میری آنکھیں اشکبار ہی رہتیں۔

”دو سال گزر گئے، اگست کا مہینہ تھا، ہم لوگ کراچی سے حیدرآباد اپنے ایک عزیز کی شادی پر جا رہے تھے، گاڑی میں بہت رش تھا، ننھے مہتاب کو میں نے اٹھایا ہوا تھا، ایک عورت نے مجھے بیٹھنے کو جگہ دے دی، میں اس کی بہت شکر گزار تھی، اس عورت کی گود میں اس کا بچہ تھا، بچہ اگرچہ بڑی عمر کا تھا پھر بھی بوتل سے دودھ پی رہا تھا، اس کے کھلونوں کی ٹوکری بھی ساتھ ہی رکھی تھی، میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ یہ بیٹا اللہ تعالیٰ نے اسے شادی کے نو سال بعد دیا ہے، جب بچے نے دودھ کی بوتل منہ سے ہٹائی تو میں اسے دیکھتی ہی رہ گئی، اس کی شکل و صورت حیرت انگیز طور پر میرے عامر سے ملتی تھی، تھوڑی دیر بعد جب بچے نے اپنا دایاں ہاتھ چادر سے باہر نکالا تو یکایک میری نگاہ اس ہاتھ کی پشت پر پڑی، جلا ہوا مانوس نشان دیکھ کر میری حالت غیر ہوگئی، میں نے غیر ارادی طور پر از خود رفتگی کے عالم میں بچہ اس عورت کی گود سے اچک لیا اور شور مچا دیا کہ یہ میرا عامر ہے، یہ میرا بچہ ہے، پورے ڈبے میں ہنگامہ کھڑا ہوگیا، تمام عورتیں اکٹھی ہوگئیں، میں چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی کہ یہ میرا بچہ ہے اور وہ عورت مجھے پاگل قرار دے رہی تھی۔

”اسی کشمکش میں ایک چھوٹا سا اسٹیشن آ گیا، گاڑی رک گئی، میرے اور اس کے خاوند کو بلایا گیا، میرے شوہر نے بھی عامر کو پہچان لیا، وہ ایک لوکل سندھی عورت تھی، وہ لوگ بھی حیدرآباد شہر میں رہتے تھے، وہ عورت میرے بچے سے دستبردار ہونے کو کسی قیمت پر تیار نہ تھی، اس کا خاوند حسین بخش جہاں دیدہ شخص تھا، اس نے میرے شوہر سے کہا کہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ بچہ ہمارا نہیں ہے، ہم نے اس کو مہاجر کیمپ سے حاصل کیا تھا، یہ لاوارث بچہ تھا، جس وقت ہم نے اس کو لیا تھا اس وقت یہ شدید بیمار تھا، اس کو ڈبل نمونیہ تھا، اگر ہم اسے نہ لاتے تو یہ آج زندہ نہ ہوتا، ہم نے اس کا علاج کرایا، خدا نے اس کو شفا بخشی اور ہماری خالی گود بھر دی، اب آپ کہتے ہیں کہ بچہ آپ کا گمشدہ عامر ہے تو ٹھیک ہے، آپ ہمارے ساتھ گھر چلیں اور اپنا حق ثابت کریں کہ یہ بچہ آپ کا ہے، اگر آپ نے اپنا حق ثابت کر دیا تو ہم بلا تامل یہ بچہ آپ کے حوالے کر دیں گے۔

”حیدرآباد تک ہم دونوں کے شوہر ہمارے ڈبے میں ہی رہے، حیدرآباد اتر کر ہم ان کے گھر گئے، چند شرفا کو بلایا گیا، اس جرگے میں، ہم نے کیا ثبوت پیش کیا، کیا شہادت فراہم کی اور کس کس کو گواہ پیش کیا، یہ ایک علیحدہ داستان ہے، قصہ مختصر یہ کہ ہم نے ثابت کر دیا کہ بچہ ہمارا ہے، خدا نے دو سال بعد میرا بچھڑا ہوا عامر مجھے لوٹا دیا۔ میں سجدہ شکر بجا لائی......

”اس سندھی عورت کا نام میراں مائی تھا، جب میں نے اس سے عامر کو لیا تو وہ اس طرح پھوٹ پھوٹ کر روئی کہ میرا دل دہل گیا، مجھے ایسے لگا کہ اس نے رونا بند نہ کیا تو آسمان پھٹ پڑے گا، محلے کی عورتوں نے مجھے بتایا کہ جتنا پیار میراں مائی اس سے کرتی ہے شاید ہی کوئی ماں اپنی اولاد سے کرتی ہو، یہ تو اس بچے کو پاگلوں کی طرح چاہتی ہے، عامر کو اس نے ہاتھ کا چھپھولا بنا کر رکھا ہوا ہے، عورتوں کی باتوں، میراں مائی کی آہ و بکا اور اس کے خاوند حسین بخش کی شرافت کا مجھ پر اتنا زیادہ اثر ہوا کہ میں اس کے آگے بے بس ہوگئی، عامر بار بار میراں مائی کی طرف جاتا تھا، اسی کو وہ اپنی ماں سمجھتا تھا، میں نے ایک ایسا فیصلہ کیا جو شاید ہی کوئی ماں کر سکے، میں نے میراں مائی کو تسلی دی اور کہا، بہن اللہ تعالیٰ نے میرا عامر مجھے لوٹا دیا ہے، میں تیرا بیٹا تجھے لوٹاتی ہوں، یہ کہہ کر میں نے عامر کو اس کی جھولی میں ڈال دیا، اس دن سے میراں مائی میری بہن بن گئی......

”میرے شوہر نے بڑی کوشش کر کے اپنا تبادلہ حیدرآباد کرا لیا، یہاں عامر کبھی میرے پاس رہتا اور کبھی میراں مائی کے پاس، اس طرح ایک بیٹے کی دو مائیں بن گئیں، میراں مائی مجھ سے زیادہ اس کا خیال رکھتی، عامر بھی اس کے پاس بہت خوش رہتا، وقت گزرتا گیا، عامر نے اپنی تعلیم مکمل کی تو اسے ایک بینک میں ملازمت مل گئی، عامر کی دلہن میراں مائی نے پسند کی، وہ اس کی بھانجی لگتی تھی، عامر بھی اس رشتے سے بہت خوش تھا، اس کی شادی پر بہت خوشیاں منائی گئیں، آخر وہ دو ماؤں کا جگر پارہ تھا......

”عامر کی شادی کے چند ماہ بعد میراں کا انتقال ہو گیا، وہ ضیق النفس کی پرانی مریضہ تھی، اس کی وفات کا مجھے افسوس ہوا، اس نے عامر کی بہت خدمت کی تھی، اب جب عامر اس کی خدمت کے قابل ہوا تو وہ چل بسی......

”ڈاکٹر صاحب! وہ میری سگی بہن نہ تھی مگر میرا اس سے وہ رشتہ تھا، جو مدینہ میں انصار اور مہاجرین کے مابین قائم تھا، میراں مائی کو میں بدقسمت سمجھتی تھی کہ وہ عامر کی اولاد نہیں دیکھ سکی، لیکن وہ خوش قسمت تھی کہ مر گئی، اس نے وہ غم نہیں دیکھا جس کو دیکھنے کے لئے میں زندہ رہ گئی، آج سے ایک سال قبل میں نے ایسا دکھ جھیلا جس کے تصور سے ہی انسان کانپ اٹھتا ہے، میرا لخت جگر اپنے دو سالہ بیٹے کو لے کر بازار گیا، بھرے بازار میں ایک کار آئی جس نے بے گناہ لوگوں پر اندھا دھند فائرنگ کی، جہاں اور بہت ساری ماؤں کی گودیں خالی ہوگئیں، وہاں میرا عامر اور میرا معصوم پوتا دونوں ان درندوں کا شکار ہو گئے، وہ عامر جسے ۱۹۴۷ء میں ہندو اور سکھ نہ مار سکے تھے اور جس کو ڈبل نمونیہ نہ لے سکا تھا، اس کو بھارتی ایجنٹوں نے بڑی آسانی سے شہید کر دیا......

”ڈاکٹر صاحب! آپ ہی بتائیں، میں کیسے مان لوں کہ میرے عامر کو اپنوں نے مارا ہے، لوگ کہتے ہیں تم مہاجر ہو، تیرے بیٹے کو مقامی لوگوں نے قتل کیا ہے، میں کہتی ہوں، میں مہاجر نہیں ہوں، میں تو پاکستانی ہوں، کیا اپنے وطن میں بھی کوئی مہاجر ہوتا ہے؟ لیکن یہ بات طے ہے کہ میرے بیٹے کے قاتل پاکستانی نہیں، ہندوستان کے ہندو ہیں...... ہاں...... یہ کہہ سکتی ہوں کہ میرے بیٹے اور پوتے کے قتل میں پاکستان کے حکمرانوں اور سیاستدانوں کا ہاتھ بھی ہے، وہ اس طرح کہ ہمارے حکمرانوں کی نظر اپنے ملک اور سرحدوں پر ہو تو دشمن کا کوئی ایجنٹ ہمارے ملک میں یوں من مانی نہیں کر سکتا۔“

☆......☆......☆

اچھی بیوی کی صفات

اہل اللہ نے لکھا ہے کہ بیوی میں چار صفات ضرور ہونی چاہئیں، پہلی صفت اس کے چہرے پر حیا ہو، یہ بات بنیادی حیثیت رکھتی ہے کہ جس عورت کے چہرے پر حیا ہو، اس کا دل بھی حیا سے لبریز ہوگا، مثل مشہور ہے، چہرہ انسان کے دل کا آئینہ ہوتا ہے، حضرت ابوبکر صدیقؓ کا قول ہے کہ مردوں میں بھی حیا بہتر ہے، مگر عورت میں بہترین ہے، دوسری صفت فرمائی، جس کی زبان میں شیرینی ہو، یعنی جو بولے تو کانوں میں، رس گھولے، یہ نہ ہو کہ ہر وقت خاوند کو جلی کٹی سناتی رہے، یا بچوں کو بات بات پر جھڑکتی رہے، تیسری صفت یہ کہ اس کے دل میں نیکی ہو، چوتھی صفت یہ کہ اس کے ہاتھ کام کاج میں مصروف رہیں، یہ خوبیاں جس عورت میں ہوں، یقیناً وہ بہترین بیوی کی حیثیت سے زندگی گزار سکتی ہے۔

انتخاب:...... امامہ زینب، کمالیہ)

میڈیکل سائنس اور مسلمانوں کی خدمات

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

اسلام میں بنیادی طور پر علم کی دو ہی قسمیں کی گئی ہیں، علم نافع اور علم غیر نافع، علم نافع سے ایسے علوم مراد ہیں جو انسانیت کے لئے دنیا یا آخرت کے اعتبار سے فائدہ مند ہو، غیر نافع وہ علوم ہیں جو دین یا دنیا کے اعتبار سے بے فائدہ یا نقصان دہ ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے علم سے اللہ کی پناہ مانگی ہے جو غیر مفید ہو، اور ایسے علم کی اللہ سے دعا مانگی ہے جو نفع بخش ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ حکمت مومن کا گمشدہ مال ہے، الحکمة ضالة المومن، اس ارشاد کا منشاء بھی یہی ہے کہ جو علم وحکمت کی بات حاصل ہو اور وہ انسانیت کے مفاد میں ہو، اس کو اس رغبت اور اشتیاق کے ساتھ حاصل کرنا چاہئے جیسا کہ کوئی شخص اپنے گمشدہ مال کو محبت وتڑپ اور شوق ورغبت کے ساتھ حاصل کرتا ہے۔

جو علوم انسانیت کے لئے نافع اور فائدہ مند ہیں، ان میں ایک طب اور میڈیکل سائنس ہے، یہ خدمت خلق کا نہایت اہم ترین اور ضروری ترین ذریعہ ہے، کیونکہ کوئی انسان اس ضرورت سے بری نہیں، دولت مند ہو یا غریب، بادشاہ ہو یا رعایا، طاقت ور وتنومند ہو یا جسمانی اعتبار سے کمزور ونحیف...... بیماری کے پنجہ سے کوئی محفوظ نہیں، یہ بیماری ہی دراصل انسان کے عجز اور خدا کے سامنے اس کی مجبوری ومقہوری کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ ورنہ نہ جانے انسان کس قدر خود سر اور سرکش ہوجائے، اس لئے میڈیکل سائنس نہ صرف انسان بلکہ تمام حیوانات کے لئے ایک ناگزیر ضرورت ہے، اور اب تو طب وعلاج کا دائرہ فیض نباتات تک متعدی ہوگیا ہے، اسی لئے سیدنا حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ اصل علم تو دو ہی ہیں ایک تو فقہ طریقۂ زندگی کو سمجھنے کے لئے اور دوسرے طب اصلاح بدن کے لئے، "العلم علمان، علم الفقه للأديان وعلم الطب للأبدان" اسی طرح کی بات مشہور فقیہ اور محدث امام شافعیؒ سے بھی منقول ہے۔

اسی لئے مسلمانوں نے شروع سے اس فن کو اپنی تحقیق کا خاص موضوع بنایا ہے اور اس سلسلے میں مسلمان اطباء کی خدمات اتنی واضح اور نمایاں ہے کہ ان کو ہرگز نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، مغرب نے باوجود اس کے کہ مسلمانوں کی علمی اور سائنسی خدمات پر پردہ رکھنے کی بے حد کوششیں کی ہیں، اس کے باوجود کہیں کہیں وہ بھی اس بات پر مجبور ہوئے کہ مسلمان سائنس دانوں کی خدمات کا اعتراف کریں، مسلمان اہل فن کا عام طریقہ رہا ہے کہ وہ

کسی کام کو اپنی طرف منسوب کرنے سے گریز کرتے تھے اور اس کو اخلاص کے خلاف سمجھتے تھے، اسی لئے آج کل جس طرح نو ایجاد دواؤں اور دریافتوں کو لوگ اپنے نام سے موسوم کرتے ہیں، مسلمانوں کے یہاں یہ طریقہ مروج نہیں تھا، اس لئے مسلمانوں کی بہت سی تحقیقات پر پردہ گمنامی پڑا ہوا ہے۔ اس کے باوجود مسلمان سائنس دانوں کی جو خدمات سامنے آگئی ہیں، وہ بھی کچھ کم نہیں ہیں، اس وقت ان ہی خدمات کا ایک سرسری تذکرہ مقصود ہے۔

اس سلسلے میں ایک اہم ترین نام ابوالحسن علی بن سہل طبری (۲۵۱ھ) کا آتا ہے، جو بغداد کے تمام شفاخانوں پر نگرانِ اعلیٰ تھے، یہ اپنے طبی تجربات کو ڈائری میں قلمبند کرتے جاتے تھے جس کا تعلق ادویہ کی خصوصیات، علم الحیوانات، صحت، موسم اور آب وہوا سے ہوتا، ان ہی تجربات کو انہوں نے ایک ضخیم کتاب کی صورت میں ابجدی ترتیب سے "فردوس الحکمت" کے نام سے مرتب کیا، یہ پہلی طبی انسائیکلوپیڈیا ہے۔ جو طبری کا بہت بڑا کارنامہ ہے، اس کے علاوہ بھی طب کے موضوع پر طبری کی بعض اور بھی کتابیں ہیں۔

طب کا ایک اہم شعبہ آنکھ سے متعلق علاج کا رہا ہے، آنکھ انسانی جسم کا انتہائی نازک عضو ہے، جو بہت ہی باریک شریانوں پر مشتمل ہے، ابو القاسم عمار موصلی (۳۷۷ھ ۱۰۰۰ء) امراض چشم کے نہ صرف بڑے ماہر تھے بلکہ اس شعبہ میں کئی جدید تحقیقات واکتشافات بھی پیش کئے۔ موتیا بند کا آپریشن سب سے پہلے عمار موصلی ہی نے کیا۔ گویا موصلی آنکھوں کا سب سے بڑا سرجن ہے۔ آنکھ سے متعلق بیماریوں اور ان کے علاج کے طریقوں کی بابت اپنی تحقیقات اور تجربات کا نچوڑ موصلی نے "علاج العین" کے نام سے مرتب کیا، جو اس فن کی نہایت اہم کتاب تصور کی جاتی ہے۔ یورپ میں اس کا ترجمہ بہت پہلے ہوچکا ہے۔ ۱۹۰۵ء میں جرمنی زبان میں بھی بڑے اہتمام سے اس کا ترجمہ شائع ہوا ہے۔

اس کے بعد طب کی تاریخ میں وہ عظیم الشان نام آتا ہے جسے میڈیکل سائنس کی تاریخ ابوالقاسم زہراوی (۳۹۵ھ ۱۰۰۹ء) کے نام سے یاد کرتی ہے اور اس کے سامنے جبین عقیدت خم کرتی ہے۔ یہ طب کی تاریخ کا پہلا سرجن ہے۔ جس نے آپریشن کے فن کو مرتب کیا، اس کے آلات بنائے، اور ایک سو سے زیادہ آلات سرجری ایجاد کئے، موتیا بند اور ٹونسل کا آپریشن کیا۔ آپریشن کے ذریعے ہڈیوں کو جوڑا، جسم کے اندرونی حصہ میں آپریشن کے نازک طریقے ایجاد کئے، حلق، سر، گردہ، پیٹ اور آنکھوں کے آپریشن کا طریقہ بتایا، مریض کو بے ہوش کرنے کے سلسلے میں مناسب دواؤں کی رہنمائی کی، کینسر کے مرض پر خاص تحقیق کی اور بتایا کہ کینسر کے پھوڑے یا زخم کو چھیڑنا نہیں چاہئے۔ غرض، سرجری کی دنیا میں اس کے کارنامے ناقابل فراموش ہیں، مغربی مصنفین کو بھی جس کا اعتراف ہے۔ زہراوی نے اپنے ملی تجربات کو ڈائری کی صورت میں لکھنے کا اہتمام کیا، یہ ڈائری "تصریف" کے نام سے موسوم ہے اور سرجری کے فن میں نہایت اعلیٰ کتاب تصور کی جاتی ہے۔

تاریخ طب کا کون رمز آشنا ہوگا، جو امام ابوبکر محمد زکریا رازی (۳۰۸ھ، ۱۹۳۲ء) کے نام سے ناآشنا ہو، ۱۹۳۰ء میں پیرس میں رازی کی ہزار سالہ برسی بڑے اہتمام سے منائی جاچکی ہے اور بین الاقوامی طبی کانگریس کے اجلاس لندن منعقدہ ۱۹۱۳ء میں رازی اور فن طب کو ایک اہم موضوع کی حیثیت سے شریک رکھا گیا، اور ان کو فن طب کا امام تسلیم کیا گیا۔ طب کے میدان میں رازی کی خدمات بہت وسیع ہیں، فرسٹ ایڈ کا طریقہ رازی ہی کی ایجاد ہے، اس نے جڑی بوٹیوں پر بہت تجربات کئے ہیں، وہ طبیعات (Physics) کا بھی بڑا ماہر تھا، اسی نے نامیاتی اور غیر نامیاتی کیمیا کی تقسیم کی ہے۔ دواؤں کے صحیح وزن کے لئے "میزان طبعی" (Hydrostatic balance) ایجاد کی، جس سے چھوٹی چیز کا بھی وزن معلوم کیا جاسکتا ہے۔ جراحی

کے لئے نشتر (Seton) اسی نے بنایا ہے، الکحل جو آج ایک کثیر المقاصد محلول ہے، رازی ہی اس کا موجد ہے۔
رازی کا سب سے بڑا طبی کارنامہ چیچک کے بارے میں اس کی تحقیقات ہیں، اس نے چیچک پر تحقیق کی، اس کے اسباب دریافت کئے، احتیاط اور علاج کا طریقہ بتایا اور اس مرض کے بارے میں اپنی تمام تحقیقات کو کتابی شکل میں مرتب کیا، جو چیچک کے موضوع پر دنیا کی پہلی کتاب ہے۔ یہ کتاب مدتوں یورپ کے میڈیکل کالجوں میں داخل نصاب رہی ہے، اس کے علاوہ الحاوی، المصوری اور متعدد کتابیں رازی کے قلم کی رہین منت ہیں اور اکثر کتابوں کا یورپین زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ رازی کو حکومت وقت نے ایک اچھے اسپتال کے قیام کے لئے مامور کیا اور بہتر جگہ کے انتخاب کرنے کا مشورہ دیا۔ امام رازی نے یہ تدبیر کی کہ شہر کے مختلف مقامات اور محلوں میں گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے لٹکا دیئے اور تین دنوں تک ان کے رنگ، بو اور مزے میں ہونے والی تبدیلیوں کا جائزہ لیتا رہا، تین دن گزر جانے کے باوجود جس مقام کا گوشت زیادہ سے زیادہ اپنی کیفیت پر باقی رہا، رازی نے اس جگہ کا اسپتال کے لئے انتخاب کیا، اس سے اس عظیم محقق کی ذہانت اور خداداد فراست کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

پیشہ طب میں سنان بن ثابت حرانی (۳۲۰ھ، ۹۴۳ء) کا نام بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ جس نے فن طب میں پیشہ ورانہ اصلاحات کیں، اطباء کے لئے اسناد جاری کی گئیں، مطب کرنے کی اجازت دی گئی اور عطائی قسم کے اطباء کو علاج سے منع کیا گیا، اس نے حکومت کی طرف سے فن طب کی اہلیت کا دعویٰ کرنے والے ایک ہزار امیدواروں کا امتحان لیا۔ جن میں سات سو کامیاب ہوئے، ان ہی کو مطب سرٹیفکیٹ جاری کی گئی، سنان بن ثابت حرانی نے گشتی شفا خانہ کا طریقہ بھی ایجاد کیا، کچھ اطباء اس بات پر مامور تھے کہ دواؤں کے ساتھ مختلف محلوں کا دورہ کریں اور مریض کا ان کے مقام پر علاج کردیں۔

علم وفن کی دنیا میں ایک نہایت قابل احترام شخصیت حکیم ابونصر فارابی (۲۳۸ھ، ۹۵۰ء) کی ہے۔ جس کا شمار تاریخ کے ذہین انسانوں میں ہوتا ہے، فارابی مختلف علوم وفنون کا ماہر اور جامع شخص تھا، ریاضی اور علم تمدن فارابی کا خاص موضوع ہے، اس کے ساتھ ساتھ وہ علم نفسیات کا بھی ماہر تھا، اور اس فن کو طب وعلاج سے جو تعلق ہے وہ ظاہر ہے۔

ادویہ اور میڈیسین کی تحقیق میں ایک نہایت نمایاں اور ناقابل فراموش کام بلکہ کارنامہ ابومنصور موفق ہروی (۳۴۰ھ، ۹۶۱ء) کا ہے، ابومنصور نباتات (Botany) کا بڑا اعلیٰ درجے کا محقق تھا، نباتات کے علاوہ اس نے جماداتی ادویہ پر بھی تحقیق کی ہے، ادویہ پر اس کی کتاب "حقائق الادویۃ" بڑی معرکہ کی چیز سمجھی جاتی ہے، اس کتاب میں ۵۸۵ دواؤں کے نام اور ان کی صحیح پہچان کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس نے ادویہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے، معدنی، نباتاتی اور حیواناتی، اسی نے خاصیت اور اثرات کے لحاظ سے دواؤں کے چار درجے کئے ہیں: گرم وتر، گرم وخشک، سرد وتر، سرد وخشک، معدنی مفردات اور مرکبات میں ان کی کئی ایجادات اور نئے انکشافات ہیں، غرض وہ دواؤں کے مثبت اور منفی خواص کا ماہر تھا، اس نے اس مقصد کے لئے بہت سارے تجربات کئے اور طویل و پُرمشقت اسفار کو برداشت کیا۔

حمل اور جنین طب کا ایک اہم اور نازک موضوع ہے۔ اس کے ماہر تھے عریب بن سعد الکاتب قرطبی (۳۵۶ھ، ۹۷۶ء)، امراض نسواں عریب بن سعد کا خاص موضوع تحقیق ہے۔ حمل کے استقرار اور جنین کی حفاظت، زچہ اور بچہ نیز دایہ گری کے موضوع پر عریب کی بہت اہم تالیفات ہیں، جو اس کے بہت طویل تجربات اور تحقیقات کا نچوڑ ہیں، وہ نباتات کا بھی ماہر تھا، اور اس نے نباتات سے متعلق بھی بڑے قیمتی تجربات بیان کئے ہیں۔

امراض چشم کے ماہرین میں ایک نہایت اہم نام علی

بن عیسیٰ (۴۴۱ھ، ۱۰۳۱ء) کا ہے۔ عمار موصلی کے بعد یہ دوسرے بڑے ماہر امراض چشم ہیں، علی بن عیسیٰ نے امراض چشم سے متعلق تین جلدوں میں نہایت مفصل کتاب "تذکرۃ الکحلین" لکھی ہے، جو گویا اس موضوع پر انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اس کتاب میں آنکھ سے متعلق ۱۳۰ بیماریوں کا ذکر آیا ہے، نیز آنکھوں کے لئے مفید ۱۴۳ مفرد دواؤں کے نام اور ان کی خصوصیات اس کتاب میں مذکور ہیں۔ ۱۴۹۹ء میں اٹالین ۱۹۰۳ء میں فرانسیسی اور ۱۹۰۴ء میں جرمنی زبان میں اس کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے اور بڑے بڑے اہل فن نے مصنف کی عبقریت اور کتاب کی اہمیت کا اعتراف کیا ہے۔

اب اس کے بعد فن طب کے امام الائمہ شیخ حسین بو علی سینا (۴۲۸ھ، ۱۰۳۸ء) کا نام نامی آتا ہے، جن کے نام پر دنیا طب کے بڑے بڑے اصحاب تحقیق اور ماہرین فن کی گردن اعتراف بھی خم ہو جاتی ہے، شیخ بو علی سینا سو سے زیادہ کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں سے اکثر کتابیں یورپین زبانوں میں منتقل ہو چکی ہیں، شیخ کو دنیا کی عظیم باکمال شخصیتوں میں شمار کیا گیا ہے۔ طبیعات، حیاتیات، تشریح الاعضا (Biology)، منافع اعضاء (Physiology) نیز علم العلاج اور علم الامراض و علم الادویہ کا عظیم ماہر اور محقق سمجھا جاتا ہے۔ شیخ کی کتابوں اور خدمات کے سرسری تعارف کے لئے بھی بڑی تفصیل مطلوب ہے۔ شیخ کو علم النفس کا موجد سمجھا جاتا ہے، شیخ نے اعضاء جسمانی کی اعضا مفردہ اور اعضا مرکبہ کی حیثیت سے جو تقسیم کی ہے وہی آج تک قائم ہے۔ شیخ نے روشنی کی رفتار پر بھی تحقیق کی ہے، شیخ کی مشہور کتاب "القانون" صدیوں یورپ کی طبی درس گاہوں میں داخل نصاب رہی ہے، اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ لاطینی زبان میں پندرہویں صدی میں سولہ بار اور سولہویں صدی میں بیس بار اس کا ترجمہ طبع ہو چکا ہے۔ ۱۹۳۰ء میں اس کا انگریزی ترجمہ ہوا، یہ کتاب پانچ جلدوں میں ہے۔ تشریح اعضاء، منافع اعضاء اور علم العلاج اس کا موضوع ہے۔ ڈاکٹر ہورٹن نے جرمن زبان میں شیخ کی کتاب "الشفاء" کا ترجمہ کیا ہے اور اس کی شرح لکھی ہے۔

تشریح اجسام کے ماہرین اور امراض چشم کے باکمال معالجین میں ایک نمایاں نام، علاء الدین ابوالحسن ابن النفیس قرشی (۱۲۰۱-۱۲۸۹ء) کا ہے۔ ابن النفیس کا شمار دنیا کے ممتاز اطباء میں ہے۔ اس نے شیخ بو علی سینا کی کتاب "القانون" پر بھی بحث کی ہے اور بعض امور میں ان سے اختلاف رائے بھی کیا ہے۔ ابن النفیس کا بہت بڑا کارنامہ حیوانی اجسام میں دوران خون کے نظام کی دریافت ہے۔ اسی نے سب سے پہلے یہ ثابت کیا کہ دوران خون مسلسل جاری ہے، جو پھیپھڑوں میں پہنچ کر تازہ ہوا حاصل کر کے پورے جسم میں دوڑتا رہتا ہے، عام طور پر یہ کارنامہ ولیم ہاروے "William Harvey" (۱۶۸۷ء) کے سر باندھا جاتا ہے، یہ تاریخ کے ساتھ کھلینا انصافی ہے، درحقیقت سب سے پہلے اس کی دریافت ابن النفیس نے کی ہے۔

طبی تحقیقات میں لسان الدین بن خطیب (۱۳۱۳ء تا ۱۳۷۴ء) کو بھی بھلایا نہیں جاسکتا، اسی نے سب سے پہلے متعدی اور غیر متعدی امراض کی شناخت کی، پھر متعدی امراض پر تحقیق کرتے ہوئے اس بات کو ثابت کیا کہ کچھ ان دیکھے جراثیم بھی پائے جاتے ہیں، جو امراض کے متعدی ہونے کا باعث ہوتے ہیں، یقیناً یہ ابن الخطیب کا بہت بڑا کارنامہ ہے، طاعون کے مرض پر بھی اس کی تحقیقات نہایت قیمتی سمجھی جاتی ہیں، بعد میں فن طب میں جو ترقیاں ہوئیں ان میں جراثیم کے وجود کے نظریہ کو بڑی اہمیت حاصل ہوئی اور اسی کی روشنی میں نئی نئی دوائیں ایجاد پذیر ہوئیں اور جن امراض کو لاعلاج سمجھا جاتا تھا، ان کی دوائیں ایجاد پذیر ہوئیں۔

☆......☆......☆

خودکشی کے اسباب اور حل

سید امجد علی

درج ذیل تحریر میرے کلینک میں آئے خودکشی کے خواہش مند افراد سے گفتگو اور یا خودکشی کرنے والے افراد کے عزیز واقارب کی گفتگو پر مبنی اخذ کئے گئے نتائج سے مرتب کی گئی ہے۔ احکام الٰہی تو یہ ہے کہ ''اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو، کچھ شک نہیں کہ کائنات تم پر مہربان ہے۔'' (القرآن، سورۃ النساء، آیت ۲۹)...... بزرگان دین یہ کہتے ہیں کہ زندگی اللہ تعالیٰ کی عنایت کردہ ایک امانت ہے، اسے نقصان پہنچانے اور یا ختم کرنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ آخر یہ بات عوام الناس کے ذہن نشین کرانے کی ذمہ داری کس کی ہے؟ جب کہ ایک طرف تو ہمارا معاشرہ اخلاق باختہ ہوا چلے جارہا ہو اور دوسری طرف ہمارا سماج اخلاقی تربیت اور معاشرتی آداب سے بے بہرہ ہوتا جارہا ہے، عالم دین مسجدوں، مدرسوں اور خانقاہوں میں درس دینے تک محدود ہوکر رہ گئے ہیں، اساتذہ کرام کو اسکول کی ڈیوٹی کے علاوہ ٹیوشن پڑھانے سے فرصت نہیں اور والدین پیسہ کمانے کی مشین بن گئے ہیں، کئی جگہ کام کر کے تھکے ہوئے گھر آتے ہیں اور بچوں کی تربیت کے لئے ان کے پاس وقت نکالنا مشکل ہوجاتا ہے، مثلاً کئی مدرس ایک مدرسے میں پڑھاتے ہیں، کسی اور مسجد میں امامت نہیں کرتے اور کسی علاقے میں قرآن پڑھانے یا حفظ کراتے ہیں یا کسی اور مسجد کے جزوقتی مہتمم ہوتے ہیں، ایسے لوگ جن کے مستقبل کو بہتر بنانے کے لئے کماتے ہیں، انہی کو نظر انداز کررہے ہوتے ہیں، ایک حدیث مبارکہ کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ ابھی سے سوچو، جب بچے بلوغیت کو پہنچیں تو ان کو علیحدہ سلاؤ اور کمرے میں وہ کھٹکا کر کے داخل ہوں، انہیں تربیت دو کہ کیسے گھر یا کمرے میں داخل ہونا ہے، یہاں تو پیدا کر کے سڑکوں پر کھیلنے اور تربیت کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے، کیونکہ ان کے علیحدہ سونے کا انتظام کا سوچا ہی نہیں جاتا، اگر ہم اسلامی تعلیمات کو سمجھ کر ان پر عمل کرنے کے لئے سنجیدہ ہیں اور ہم معاشرے کو جنگل کا قانون بننے اور اپنی من مانی کرنے سے بچانا چاہتے ہیں تو ہم سب کو ایثار اور قربانی کے جذبے کے تحت اپنے اوقات میں سے کچھ وقت اولاد اور شاگردوں کے تربیت کے لئے نکالنا ہوگا، اس سلسلے میں بچوں کو تربیت دینے والی احکام الٰہی پر مبنی مذہبی اور دنیاوی کتب سے استفادہ کرنا ہوگا اور کردار اور رویوں سے اس امر کو نمایاں کرنا ہوگا ورنہ ہم سب یوم حساب اپنی

کوتاہی پر جواب دہ ہوں گے۔

اس مسئلے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق سادہ کھانا چھوڑ دیا ہے، سادہ لباس پہننا ترک کردیا ہے اور تعیش طرز رہائش کو اپنالیا ہے، دوسرے لفظوں میں قناعت اور سادگی کو بھول کر فیشن اور دکھاوے کو مغربی نچلے طبقے کے رہن سہن اور پکے پکائے کھانوں کو اپنا شعار بنالیا ہے اور حرسیائے ہوگئے ہیں، یہ بھول گئے ہیں کہ قبر کی مٹی تک پہنچتے ہوئے بھی حرس کے جذبے کی تکمیل ناممکن ہے۔

عوام الناس ایک طرف تو دین کی تعلیم میں صحیح سمت میں لگن اور مگن ہوکر کام میں محنت کرنے کے بعد نتائج کو قبول کرتے ہوئے قناعت کے تصور سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے اس پر عمل ہی نہیں کرپاتے، تب ہی محرومی، نا امیدی، تکلیف دہ بیماری یا غربت کے باعث زندگی بوجھ محسوس ہو، تب متعلقہ فرد شدید یاسیت، ڈیپریشن میں چلا جاتا ہے، یہ کیفیت درست سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو ختم کردیتی ہے، وہ سمجھتا ہے کہ دنیا سے اس کے جانے کے بعد باقی افراد کے مسائل کم ہوجائیں گے، اسے اپنی یہ سوچ درست لگتی ہے، یہی علامت یاسیت کے مرض، ڈیپریشن کے علاوہ دماغی بیماریوں مثلاً سائی کوٹک اور شیزوفرینہ میں بھی پائی جاتی ہیں، ان کے ذہن کو متناسب رکھنے والے محلول کا تناسب دماغ میں بگڑ جاتا ہے، ان کے پاس اپنی زندگی ختم کرنے کے لئے دنیاوی دلیلیں موجود ہوتی ہیں جس کی وجہ سے ایسے افراد معاشرے کو اس کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں، اپنی زندگی ختم کرنے کے علاوہ دوسروں کی جان لینے سے بھی نہیں کتراتے ہیں، خودکشی کرنے والوں میں وہ لوگ بھی شامل ہوتے ہیں جو کہ دیہات یا قصبوں یا چھوٹے شہروں سے آکر بڑے شہروں میں آباد ہوجاتے ہیں، شہر کی زندگی ان کی اور ان کے بچوں کی آنکھیں چندھیا دیتی ہے، وہ اسلام میں محنت کی عظمت سے بے بہرہ ہوتے ہیں، اسی لئے یہ سب کچھ چند ماہ میں حاصل کرنا چاہتے ہیں، انہیں اس بات کا احساس ہی نہیں ہو پاتا کہ رب کائنات کے فضل سے یہ سب کچھ کئی نسلوں یا ایک نسل کے بہت سارے افراد کی دن رات کی محنت کا ثمر ہوتا ہے، نتیجتاً نئے منتقل ہوئے وہ افراد جنہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت، فضل، صحیح سمت میں محنت اور قناعت کا درست تصور نہیں ہوتا اور حقیقی اسلامی تعلیمات سے نابلد ہوتے ہیں وہ یاسیت کا یا دیگر ذہنی امراض کا شکار ہوکر اپنی اور اپنے خاندان والوں کی جان لے لیتے ہیں۔

اس کی چند نمایاں وجوہات میں بے جوڑ کی شادیاں ہیں، ۱۸ سال کی لڑکی کو ۴۰ سال سے زائد ذی استطاعت فرد سے بیاہ دیا جاتا ہے، دونوں کے جذبات میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے، مرد بے وجہ بھی شکی ہوجاتے ہیں، نوعمری کی اٹکلیاں انہیں سمجھ نہیں آتیں اور ان والدین کے بچے جو اپنے عیش وآرام کے لئے بچوں کو اسکول یا مدرسوں کے ہوسٹل میں ڈال دیتے ہیں یا ان والدین کے بچے جو اپنی کمائی کے لئے ہی مصروف رہتے ہیں اور بچوں کو وقت نہیں دے پاتے، یا وہ بچے جو رات بھر جاگتے ہوئے، اپنا سکون حاصل کرنے کے لئے مختلف ''کھیلوں'' یا تفریح میں یا کمپیوٹر کے سامنے وقت گزرتے ہیں، ایسے بچے بچیاں بچپن میں ہی وہ کچھ جان چکے ہوتے ہیں جس کی ضرورت انہیں بالغ ہونے کے بعد پڑتی ہے، ایسے بچے بڑے ہوکر اپنی دنیاوی منزل حاصل کرنے کے لئے ہر اس طریقے کو اپنانے سے گریز نہیں کرتے جسے ہر مذہب نے برا کہا ہے، مزید برآں ان حالت میں پلے افراد میں مختلف درجے کی قوت اعتمادی کا فقدان ہوتا ہے، یہ ذہنی الجھنوں میں جلد اور زیادہ مبتلا ہوتے ہیں، یہ آس پاس عزیز واقارب دوست واحباب کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے عزیز یا ساتھی یا اولاد کی ان کیفیات کو محسوس کریں، انہیں چاہئے

کہ اپنے طور پر متعلقہ شخص کو ادویاتی اور نفسیاتی علاج کے لئے قائل کریں، اپنے تعلق کے ناطے سے ان کا علاج کروائیں، تکالیف اور بیماریاں تو اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں، مگر دعا کے ساتھ علاج بطور اسباب کرانا سنت ہے، ویسے تو تکلیف کی شروعات میں قائل کرنے کے لئے یہ کہنا کافی ہوتا ہے، کمزور اعصاب کے لئے موثر ادویات موجود ہیں، بہت سے افراد کے اعصاب ان ادویات کے استعمال اور رب کریم کے فضل سے فعال اور مضبوط ہوگئے اور وہ اب مکمل طور پر صحت مند ہیں، اس کے ساتھ ماہر مشاورت یا کلینیکل سائیکالوجسٹ گڈمڈ سوچ کو سلجھانے میں ممد و معاون و مددگار ثابت ہوتے ہیں، ان سے بھی رجوع کیا جاسکتا ہے، ایسی خدمات اسپتالوں میں اور یونیورسٹیوں، جامعات کے شعبہ میڈیکل سوشل ورک یا شعبہ سوشل ٹیکنالوجی یا شعبہ سماجی بہبود اور یونیورسٹیوں کے شعبہ کلینیکل سائیکالوجی میں مفت یا معمولی سے معاوضے پر فراہم کی جاتی ہیں، انہیں وہاں رجوع کرکے، ان سہولتوں سے استفادہ کرنا چاہئے۔

ایسے افراد بہت جذباتی ہوتے ہیں، اگر انہیں یہ حساس ہو کہ انہیں کوئی نہیں چاہتا تو جذبات میں آتے ہیں، اپنی زندگی ختم کرلیتے ہیں، میں نے یہ فقرہ بچوں سے کئی بار سنا کہ ہمارے والدین داخل کرکے ہمیں بھول ہی گئے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ گھر کے ہر فرد کو اور خاص طور پر ہوسٹلوں میں داخل بچوں کو یہ احساس دلانا چاہئے کہ سب گھر والے اسے چاہتے ہیں، وہ گھر کا اسی طرح ایک اہم فرد ہے، جیسے کہ دوسرے افراد بس فرق صرف اتنا ہے کہ ہر ایک کی ذمہ داری اور فرائض مختلف ہیں، ہر فرد کو اس کی صلاحیت کے مطابق گھر کے کام کاج کی کچھ ذمہ داری دی جانی چاہئے، کچھ کام باہمی مشورے اور ساتھ مل کر بھی کئے جانے سے آپس کی محبت بڑھتی ہے اگر ایسا نہ کیا جائے تب ذہنی الجھن کا شکار عموماً تمباکو والے پان یا نسوار یا تمباکو یا گٹکے یا دیگر نشے کا سہارا لیتے ہیں، یا مخرب الاخلاق ذرائع اختیار کرتے ہوئے اپنے خاندان کے لئے سامان تعش خریدتے ہیں،

ایک واقعہ جس کا ایک بار پہلے ذکر کرچکا ہوں، سبق آموز ہے، ایک اٹھارہ سالہ لڑکی بہت ہی نمکین اور چمکدار، ان پڑھ ایک ہی مالدار کے گھرانے کی ملازمہ میرے پاس علاج کے لئے آیا کرتی تھی، مجھے آج تک یہ سمجھ نہیں آیا کہ میں نے علاج سے غیر متعلقہ سوال اس سے کیوں پوچھ لیا، شاید اللہ تعالیٰ کی مشیت ہی ہوگی، میں نے اس سے پوچھا کہ کیا اس کے دل میں کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ وہ بھی کسی دولت مند کی بیگم ہوتی؟ سوال تو غیر ارادی طور پر منہ سے نکل گیا تھا اور میں اسی وقت شرمندگی محسوس کررہا تھا اور آج تک اس بات پر شرمندہ ہوں، اس سانولی حسین وجمیل ملازمہ نے مجھے سر سے پاؤں اور پاؤں سے سر تک کئی بار دیکھا، پھر وہ گویا ہوئی کہ آپ جیسے ظاہراً دین دار معالج سے ایسے سوال کی توقع نہیں تھی، اب آپ نے پوچھ ہی لیا ہے تو سن بھی لیجئے، اس کا گھر ایسی ٹین کی چادروں کا بنا ہوا ہے جو کہ نہ سردی، گرمی اور نہ موسلادھار بارش سے اس کے مکینوں کو مکمل طور پر بچا سکتا ہے، اس بات سے آپ کے گھر کے اندر کے سامان کا خود ہی اندازہ لگاسکتے ہیں کہ ہمارے پاس کیا ہوگا، مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم سب گھر والوں کے پاس ایمان کی بہت بڑی دولت ہے، گھر کا ہر فرد کسی نہ کسی کے گھر کا ملازم ہے، گھریلو ملازموں کو سب سے کم تنخواہ ملتی ہے، ہر سرکاری قانون اس میں اضافہ کرنے میں ناکام رہا ہے لیکن ہم سب افراد اپنے کام کو مذہبی فریضہ سمجھ کر نہایت ایمانداری، خلوص اور لگن سے کرتے ہیں، ہمیں یقین کامل ہے کہ خداتعالیٰ ہمیں اس ایماندارانہ محنت کے سبب بخش دے اور جنت میں اعلیٰ مقام دے گا اور عین ممکن ہے کہ امیر حضرات خواتین کو دوسروں کا حق مارنے، ان کا پسینہ

خشک ہونے سے پہلے معاوضہ نہ دینے پر بعد کی زندگی میں انہیں وہ مقام نہ مل سکے جو کہ ان شاءاللہ تعالیٰ رب کائنات کے فضل سے ہمیں مل جائے گا، اگر دولت ہی سب کچھ ہوتی تو کیوں دنیا بھر میں امیروں کے بچے اور امیر لوگ سب سے زیادہ خودکشی کرتے ہیں۔

اکثر خودکشی کرنے والے افراد ان عوامل کے علاوہ جن کا ذکر کیا جاچکا ہے ایک کمرے کے گھر ہونے، بچوں کی تعداد زیادہ، آمدنی کم، گھریلو جھگڑوں کی وجہ سے خودکشی کا سوچتے ہیں اور کرلیتے ہیں ایسے ماحول میں پلے بچوں میں تربیت کا فقدان ہوتا ہے، اگر ان میں خودکشی کا رجحان ہوتا ہے اور یہ جرائم پیشہ افراد کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں، ان میں نماز روزے کے پابند افراد و خواتین بھی شامل ہیں، اصل بات یہ ہے کہ ان تک اسلام کی حقیقی تعلیم نہیں پہنچی ہوتی، یا وہ اسے سمجھنے سے قاصر رہے ہوتے ہیں، وہ صرف روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ کو ہی اسلام سمجھے ہوئے ہوتے ہیں جبکہ یہ تو صرف اسلام کی بنیاد ہیں، اسلام تو اس سے کہیں آگے تک ہے، اسلام تو قرآن حکیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال یعنی احادیث مبارکہ کو پڑھنے انہیں سمجھنے اور ان پر پورا پورا عمل کرنے کا تقاضا کرتا ہے، ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ ہم سب دنیا میں خالی ہاتھ آتے ہیں اور یہاں سے خالی ہاتھ ہی جائیں گے، سفر آخرت کی راہ میں سوائے ہمارے اپنے نیک اعمال کے کچھ اور ساتھ نہیں جاتا، یہی وہاں کام آئیں گے۔

ایک اور زاویہ یہ بھی ہے کہ میرے خیال میں ہمارے ہاں کا بجٹ 80 فیصد عوام الناس کے حالات بہتر بنانے کے لئے نہیں بلکہ 20 سرمایہ داروں، جاگیرداروں اور مختلف مافیا کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے اور انہیں مزید امیر سے امیر تر بنانے کے لئے ترتیب وتشکیل دیا جاتا ہے، اگر اس بجٹ میں اسلامی طریقے پر فوری طور پر جلد اور سستا انصاف فراہم کرنے، فنی تعلیم، خودانحصاری اور روزگار کی فراہمی کے لئے ٹھوس اقدامات کے لئے رقم نہیں رکھی گئی تو ارباب حل وعقد یہ نہ بھولیں کہ وہ ذہنی انتشار میں مبتلا افراد کا نشانہ بن سکتے ہیں، پاکستان کے بجٹ کا ایک معقول حصہ ان افراد پر خرچ کیا جانا چاہئے جو کہ معاشرے کے لئے مستقل خطرہ ہیں، ان میں سے کئی تو اونچے ایوانوں اور ارباب حل وعقد کے مرابت تک پہنچ جاتے ہیں، یہ افراد ظاہری طور پر تندرست نظر آتے ہیں مگر ایک قسم کی دماغی اور ذہنی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں، انہیں سائی کو پیتھ کہا جاتا ہے، یہ افراد اپنے آپ کو درست اور دوسروں کو غلط سمجھتے ہیں، یہ نفس کے اور شیطان کے نرغے میں رہتے ہیں، انہیں تنگدستی کا خوف کھائے جاتا ہے اور یہ دوسروں کو تنگدستی کا خوف دلاتے ہیں، خود بھی بے حیائی اور معاشرے کے لئے نقصان دہ کاموں میں مشغول رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی ان کاموں کو کرنے کے لئے مختلف ذرائع استعمال کرتے ہوئے اکساتے ہیں۔

اگر یہی حالات رہے تو خودکشیوں کی تعداد بڑھے گی اور خودکش حملے بھی بڑھیں گے، میرا خیال ہے کہ یہ خودکش حملے صدر، وزیروں یا ججوں یا تخریب کار نہیں کرتے بلکہ قانون کے ستائے ہوئے وہ افراد بھی کرتے ہیں جنہیں انصاف نہیں ملتا، جب مجھ جیسے فرد کو پاکستان کی کوئی شخصیت یا عدالت انصاف نہیں دلاسکی تو ایک غریب فرد اس نظام سے یا اس بجٹ سے کسی تبدیلی کی امید نہیں رکھ سکتا، جب کبھی بھی ایسے افراد پر گھریلو حالات کا دباؤ بڑھتا ہے اور ان کی ذہنی صحت متاثر ہوتی ہے تو وہ نظام چلانے والوں کے خلاف خودکش بننے کو تیار ہوجاتے ہیں، ہمارے بجٹ میں فنی تعلیم اور روزگار کی فراہمی کے لئے معقول رقم نہیں رکھی جاتی تو ارباب حل و عقد ذہنی انتشار میں مبتلا افراد کا نشانہ بن سکتے ہیں، شاید مجھ جیسا فرد بھی ذہنی انتشار ہونے پر خودکش بن سکتا ہے۔

☆......☆......☆

قائداعظم کیسا پاکستان چاہتے تھے

ڈاکٹر صفدر محمود

اگر مسلمانان ہندو پاکستان کی تاریخ کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے اور ان عوامل کو سمجھنے کی کوشش کی جائے جنہوں نے ہندوستان میں مسلمان کلچر اور ذہنی ساخت کی تشکیل میں بنیادی کردار سرانجام دیا تو ان میں اسلام یعنی مذہب کا کردار سب سے نمایاں نظر آتا ہے۔ مغربی تعلیم، آزادی فکر اور میڈیا کی تانوں اور اڑانوں کے باوجود حکومتیں اور معاشرے کے طاقتور طبقے مذہبی شخصیات کے تیوروں سے کیوں خوفزدہ رہتے ہیں اور آج بھی ان کی رائے کو کیوں اہمیت دی جاتی ہے اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے یہ ادراک ضروری ہے کہ بارہویں صدی سے لے کر بیسویں صدی کے آغاز تک مسلمانوں کی قیادت علماء کرام کے ہاتھوں میں رہی ہے، 93-1992ء میں قطب الدین ایبک نے ہندوستان میں پہلی اسلامی مملکت کی بنیاد رکھی اور پھر یہ سلسلہ کسی نہ کسی طرح انگریزوں کی 1857ء میں بالادستی اور حکمرانی تک جاری وساری رہا۔ انگریزوں کے اقتدار اور علماء کرام پر سختیوں کے باوجود مسلمانوں کی فکری و سیاسی قیادت علماء کرام کے پاس ہی رہی جب بیسویں صدی کے آغاز پر ووٹ اور جمہوریت کی سیاست کی ہوا چلی اور سیاسی جماعتوں کا وجود لازمی قرار پایا تو مسلمانوں کی سیاسی قیادت مغربی تعلیم یافتہ شخصیات کی جانب منتقل ہونا شروع ہوئی، لیکن اس کے باوجود علماء کرام ایک معاشرتی و مذہبی طاقت کے طور پر ہمیشہ زندہ رہے، 1857ء کی جنگ آزادی میں بھی سب سے زیادہ قربانیاں علماء کرام نے دیں اور سب سے زیادہ گردنیں بھی انہوں نے ہی کٹوائیں، ہندوستان میں مسلمانوں کے آٹھ سو سالہ دور حکومت کے دوران علماء کو ہمیشہ دربار میں اہم حیثیت حاصل رہی اور بھی مسلمان بادشاہ ان سے مشاورت کرتے رہے اور ضرورت پڑنے پر انہیں استعمال بھی کرتے رہے، گویا ایک طرح سے علماء اس دور میں شریک اقتدار تھے اور بعض اوقات بادشاہ گر کا رول بھی ادا کرتے رہے، اکبر بادشاہ سب سے زیادہ مضبوط اور طاقتور حکمران تھا اور اس کی بادشاہت 49 برس یعنی نصف صدی پر محیط ہے لیکن جب اس نے دین الٰہی کی جسارت کی تو نہ صرف حضرت مجدد الف ثانیؒ بلکہ ان کی قیادت میں بڑے بڑے علماء نے مزاحمت کی، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور سر جھکانے سے انکار کردیا، اگرچہ کچھ درباری مسلمانوں نے بادشاہ کی خوشنودی کے لئے دین الٰہی قبول بھی کرلیا، اورنگ زیب کے انتقال کے بعد جب مسلمانوں کے اقتدار کا شیرازہ بکھرنے لگا اور مرہٹوں، جاٹوں، سکھوں اور طاقتور ہندو مہاراجوں نے مسلمانوں کا ناطقہ بند کرنا چاہا تو شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے جہاد تحریک کا بیج بویا جسے ان کے عزیزان، شاگردان اور مریدان نے عملی تحریک کی شکل دی۔ یہ تحریک 1731ء سے 1831ء تک تقریباً سو سال تک جاری رہی اور بالاکوٹ میں اپنوں ہی کے ہاتھوں دم توڑ گئی۔ سراج الدولہ نے 1757ء میں اور ٹیپو سلطان نے 1799ء میں اپنے ہی مسلمان بھائیوں کی غداری کے سبب شکست کھا کر انگریزوں کے لئے راہ ہموار کی تھی۔ انہی ہزیموں، شکستوں نے مسلم ہندوستان کی تاریخ دو ملامتی علامتوں

یعنی میر جعفر و میر صادق کو جنم دیا، جن کی غداری کا ماتم آج بھی کیا جاتا ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ بیسویں صدی کے طلوع تک ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی و فکری قیادت زیادہ تر علماء کرام کے ہاتھوں میں تھی اور اس ضمن میں مسلمان مذہبی طاقتوں کی جانب سے انگریزوں کا طوق غلامی اتار پھینکنے کے لئے جو آخری منظم کوشش کی گئی وہ ریشمی رومال کی تحریک تھی، جس کی تفصیلات نہایت دلچسپ ہیں۔ ان کے مطابق ترکی کی عثمانی فوج نے بھی بلوچستان کے راستے ہندوستان پر حملہ آور ہونا تھا لیکن افغانستان کے شاہی خاندان کے چند افراد کی مخبری نے یہ راز فاش کردیا اور یوں انگریزوں نے اس تحریک کو کچل دیا۔ اس تمام عرصے میں جتنے لوگوں کو سزا کے طور پر کالے پانی بھیجا گیا، قید و بند میں ڈالا گیا یا جلاوطن کیا گیا، ان سب کا تعلق علماء کرام اور مذہبی حلقوں سے تھا۔ اس تحریک کی ناکامی کے بعد حصول آزادی یا حصول حقوق کے لئے عسکری انداز ترک کردیا گیا اور وقت کے تقاضوں کے مطابق سیاسی حکمت عملی اپنائی گئی جس پر مغربی تعلیم یافتہ حضرات کی اجارہ داری تھی، یوں تاریخی عمل نے تقریباً نو صدیوں کے بعد مدرسوں کو پیچھے دھکیل دیا اور مغربی تعلیمی اداروں کے فارغ التحصیل نوجوانوں کو سیاسی قیادت کا فرض سونپ دیا، لیکن اس کے باوجود علماء کرام اور مذہبی طاقتیں پس پردہ رہ کر نہ صرف اپنا کردار سرانجام دیتی رہیں بلکہ انہوں نے اپنے آپ کو ہر تحریک کی صف اول میں شامل رکھا، کیونکہ مغربی تعلیم یافتہ طبقہ ان کے وسیع اثر ورسوخ کا پورا ادراک رکھتا تھا اور ان کی سیاسی اہمیت کا قائل تھا۔

34-1933ء میں انگلستان سے واپسی پر جب قائداعظم محمد علی جناح نے مسلم لیگ کی تنظیم نو کا بیڑا اٹھایا تو اس وقت مسلم لیگ ایک بے جان سیاسی قوت بن چکی تھی جس پر وڈیرے، جاگیردار، گدی نشین اور کمزور سیاسی شخصیات چھائی ہوئی تھیں، مسلم لیگ کے تن مردہ میں جان اس وقت پڑنا شروع ہوئی جب انتخابات کے بعد کانگریس نے 1937ء میں چھ اکثریتی صوبوں میں اپنی حکومتیں بنائیں اور مسلمانوں نے ڈیڑھ برس تک ہندو راج کا مزہ چکھا تو ان کی آنکھیں کھلیں۔ چنانچہ میں جب پاکستان کی تاریخ اور ہندوستان میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کی ہزاروں برسوں پر محیط زندگی کا بغور مطالعہ کرتا ہوں تو مجھے اسلام پاکستان کے خمیر اور باطن میں شامل نظر آتا ہے اور پاکستان کی بنیاد کا موثر ترین محرک نظر آتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر قائداعظم نے اسلام کا نام نہ لیا ہوتا تو وہ نہ کبھی مسلمانوں کی اکثریت کے لیڈر بنتے، 46-1945ء کے انتخابات میں مثالی فتح حاصل کرتے اور نہ ہی پاکستان بنتا۔ اور ہاں یہ بھی ذہن میں رہے کہ اس سے قائداعظم کا کوئی ذاتی مفاد ہرگز وابستہ نہیں تھا۔ وہ خلوص نیت سے بات کرتے تھے اور انہوں نے زندگی کا معتدبہ حصہ مسلمانوں کے لئے وقف کردیا تھا۔ ہمارے بعض دین سے بیزار اور بیگانہ حضرات "وکیلانہ" بحث کی طرز پر بال کی کھال اتارتے ہوئے کہتے رہتے ہیں کہ قائداعظم کا مقصد مسلمان ریاست کا قیام تھا نہ کہ اسلامی ریاست۔ اول تو سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا مسلمان اور اسلام دو الگ الگ چیزیں ہیں؟ دوم یہ کہ خود قائداعظم نے پاکستان کو پریمئر اسلامی ریاست قرار دیا، جسے سیکولر حضرات مانتے نہیں، کیونکہ انہوں نے قائداعظم کو پڑھا ہی نہیں۔ تیسری بات یہ کہ قائداعظم نے کوئی سو بار کہا کہ پاکستان کے سیاسی نظام کی بنیاد اسلام پر ہوگی۔ یہ حضرات کیوں نہیں سمجھتے کہ جس ریاست کے نظام کی بنیاد اسلام پر ہو وہی اسلامی ریاست ہوتی ہے وہ اقلیتوں کی حفاظت کے علاوہ انہیں پوری مذہبی آزادی اور پورے شہری حقوق دیتی ہے۔ یہی منشاء قائداعظم کی تھی اور اسی لئے وہ اسلامی جمہوریت اور فلاحی ریاست کا تصور پیش کرتے تھے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اسلام پاکستان کے خمیر اور باطن میں شامل ہے اس لئے سیکولر حضرات جو چاہے کریں، اپنے ارادوں میں ناکام ہوں گے۔

☆......☆......☆

اسلام میں "حیا" کی اہمیت

شاہ عبداللہ

"حیا" لغت میں اس تغیر اور انکساری کو کہتے ہیں جو عیب اور ملامت کے خوف سے انسان کو پیش آجائے۔ امام راغب اصفہانیؒ نے کہا کہ "حیا" کہتے ہیں کہ کسی برائی سے نفس کا بوجھل ہو جانا، جنید بغدادی رحمہ اللہ سے جب "حیا" کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں اور اپنی کوتاہی کو دیکھ کر نفس میں جو حالت پیدا ہوتی ہے وہ "حیا" ہے۔ "حیا" ایک ایسی چیز ہے جو رسوائی کے خوف سے دنیا اور آخرت میں ہر نیکی کی طرف بلانے والی اور ہر برائی سے روکنے والی ہے۔ "حیا" انسان کی ایک فطری صفت ہے جو شخص جتنا زیادہ "حیا" دار ہوگا، وہ معاشرے میں باوقار سمجھا جائے گا۔

شریعت اسلامی میں اس صفت کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اس کی نہایت تاکید فرمائی ہے، اس سلسلے کی چند احادیث درج ذیل ہیں۔

(۱)...... بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ "حیا" ایمان کا اہم ترین شعبہ ہے۔

(۲)...... مشکوٰۃ شریف میں حضرت زید بن طلحہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر دین کی (خاص) عادت ہوتی ہے اور اسلام کی عادت "حیا" ہے۔

(۳)...... حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "حیا" کا نتیجہ صرف خیر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ "حیا" ساری کی ساری خیر ہی ہے۔

(۴)...... مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ "حیا" اور ایمان دونوں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں، ان میں سے کوئی بھی ایک اٹھ جائے تو دوسرا خود بخود اٹھ جاتا ہے۔

(۵)...... حدیث کی مشہور کتاب الترغیب والترہیب جلد ۳/صفحہ ۲۷۰ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے محسن انسانیت کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے "حیا" کی صفت چھین لیتا ہے، پس جب اس سے "حیا" نکل جاتی ہے تو بغض رکھنے والا اور دوسروں کی نظر میں مبغوض ہو جاتا ہے، پھر جب وہ بغض رکھنے والا اور مبغوض ہو جاتا ہے تو اس سے امانت نکل جاتی ہے، جب اس سے امانت نکل جاتی ہے تو وہ خائن اور بد دیانت ہو جاتا ہے، جب وہ خائن اور بد دیانت ہو جاتا ہے تو اس میں سے رحم کا مادہ نکل جاتا ہے، جب اس سے رحمت نکلتی ہے تو لعنت کرنے والا اور ملعون ہو جاتا ہے، جب وہ لاعن اور ملعون ہوتا ہے تو اس سے اسلام کا پھندا نکل جاتا ہے۔

(۶)...... حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلے انبیاء کے کلام سے لوگوں نے یہ سنا کہ اگر تو "حیا" نہ کرے تو جو چاہے کر (یعنی کوئی شے تجھے برائی سے روکنے والی نہ ہوگی)

مختصر یہ کہ "حیا" صرف عام لوگوں کے نزدیک پسندیدہ ہی نہیں بلکہ شریعت کی نظر میں بھی نہایت پسندیدہ عادت ہے جو ہر مومن میں پائی جانی چاہئے، مسلمان اگر اس صفت سے محروم ہو تو وہ بھی کامل طور پر ایمان کے تقاضوں پر عمل نہیں کر سکتا۔

اسلامی شریعت میں "حیا" سے مراد محض انسانوں سے "حیا" نہیں بلکہ اسلام اپنے ماننے والوں کو اللہ رب العزت سے بھی "حیا" اور شرم کرنے کی تلقین کرتا ہے، چنانچہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہ کرامؓ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ سے اتنی شرم کرو، جتنی اس سے شرم کرنے کا حق ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ "الحمد اللہ، اے اللہ کے نبی، ہم اللہ تعالیٰ سے شرم تو کرتے ہیں۔" تو آپ نے فرمایا کہ "یہ مراد نہیں بلکہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے شرمانے کا حق ادا کرے گا تو اس کو چاہئے کہ اپنے سر کی حفاظت کرے اور اس چیز کی جس کو سر نے جمع کیا (یعنی آنکھ، زبان، کان، دماغ) اور پیٹ کی حفاظت کرے اور اس چیز کی جو پیٹ سے لگی ہوئی ہے (یعنی دل، پیٹ کے اندر جو غذا جاتی ہے، شرم گاہ) اور موت کو اور موت کے بعد کے حالات کو یاد کرے اور بوسیدگی کو اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرے، وہ دنیا کی زیب و زینت چھوڑ دے، جو ایسا کرے گا، وہ اللہ سے "حیا" کرنے کا حق ادا کرے گا۔

"حیا" ایک ایسی بہترین صفت ہے، جو انسان کو پورے شریعت کے مطابق زندگی گزارنے پر ابھارتی ہے۔ آج کل ہمیں ہر طرف جو نافرمانیاں نظر آرہی ہیں، فحاشی و عریانی کا بازار گرم ہے، چوری، ڈکیتی رشوت ستانی اور ہر قسم کے معاصی کا دور دورہ ہے، وہ صفت "حیا" کے معدوم ہونے کی وجہ سے ہے کہ نہ بندوں سے "حیا" باقی رہی ہے، نہ اللہ سے، تو ضرورت اس امر کی ہے کہ صفت "حیا" کو پھر سے زندہ کیا جائے، تاکہ مسلمان "حیا" دار بن کر کامل مسلمان بن کر، دنیا اور آخرت کی سرخروئی کا سزاوار بنے اور ماہنامہ "حیا" اسی "حیا" کا علمبردار ہے، وہ اسی مردہ صفت کو پھر سے زندہ کرنے کی ایک عظیم تحریک ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اس عزم میں کامیابی سے ہم کنار کرے۔ آمین

☆......☆......☆

دل، زبان اور ہاتھ پاؤں کا شکر

شکر دل، زبان، ہاتھ پاؤں سب سے ہوتا ہے، دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت میں اضافہ ہو، یہ دل کا شکر ہے، زبان سے الحمدللہ کہیں، یہ زبان کا شکر ہے، ہاتھ اور پاؤں عمل اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کریں، یہ ہاتھ اور پاؤں کا شکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے شکر کے لئے ساری عمر ہمیں نیکی میں گزارنی چاہئے، گناہ سے بہت دور رہنا چاہئے، ہر قسم کا گناہ چھوڑ دینا چاہئے، چھوٹے سے چھوٹا گناہ بھی نہیں کرنا چاہئے۔

☆......☆......☆

"حیا، ظلمتوں میں نور کی کرن

ساجدہ غازی

شعور بیدار ہوا تو اپنے پیارے ابا جان کو بڑی بڑی کتابوں میں منہمک پایا۔ بڑی بڑی کتابیں، جو ہماری چھوٹی سی سمجھ سے بالاتر تھیں......!!!

"سوچتے تھے کہ کیسے پڑھ لیتے ہیں ابو یہ سب......!!!"

اور کبھی کبھی تو یوں لگتا تھا کہ "پڑھی تو نہیں ہوگی ساری...... ہاں جمع کرنے کا شوق ہوگا۔"

اخبار کا آنا بھی روز کا معمول تھا اور اکثر میں اور زبیر ہی جا کر لے آتے تھے۔

بس اخبار پڑھتے پڑھتے پڑھنے کی ایسی لت لگی کہ بس......! کم عمری اور ناسمجھی کے باوجود اخبار کا اداریہ اور کالم تک نہ چھوڑتے۔

اسکول جانے کا زمانہ آیا تو کیا عمر وعیار...... ٹارزن...... عمران سیریز اور دوسری تیسری کہانیاں...... کچھ بھی نہ چھوڑا۔

چھوٹی چھوٹی کہانیاں پڑھ کر بڑے بڑے لفظوں سے آشنائی سی ہوگئی۔ شاید تیسری یا چوتھی کلاس میں تھیں۔ اردو کی مس الفاظ معنی کروارہی تھیں، وہ کوئی لفظ لکھواتی تھیں ہم معنی حاضر خدمت کردیتے۔ گھر آکر بھائی نے بتایا کہ آج ایسا ہوا۔ تو کہتے۔ "ہاں بھئی...... تم تو مس کی سیکریٹری لگی ہوناں!"

تب تو سمجھ نہ آئی۔ تعریف کے شوق میں ہونق بنے منہ دیکھتے رہے کہ ایسی تعریف پہلے سنی نہ تھی......!

بعد میں جب یاد آئی تو شرمندگی گھیر لیتی کہ یہ کوئی کارنامہ تو نہ تھا۔

خیر......لڑکپن کی سیڑھی پر پہلا قدم تھا کہ امی کی وفات ہوگئی۔ جھٹکا شدید تھا۔ یوں لگا کہ اپنی عمر سے دس سال آگے دھکیل گیا۔ اسکول میں لڑکیاں باتیں کرتیں کہ بھابھیاں ایسی ہوتی ہیں، ویسی ہوتی ہیں، وغیرہ وغیرہ...... ہم ٹھہرے ازلی بزدل...... سو دل بڑا ڈرا (پر وہ ڈر ڈر ہی رہا)

گرمیوں کی چھٹیاں ہوئیں تو ڈر کے مارے کتابوں میں سر دیا۔ صبح بیٹھتی تو شام کی خبر لاتی۔ بس اسی کشمکش میں کتابوں سے دوستی ہوگئی۔

کتابیں بھی میری طرح ہیں
لفظوں سے بھرپور مگر خاموش

اب ابو کی کتابوں میں ناول تو تھے نہیں...... تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ، وظائف و دعاؤں، بزرگوں کی آپ

بیتیوں...... غرض کوئی ایسا موضوع نہ تھا، جس پر کتاب نہ ہو، کبھی کبھی میں ہنستی تھی کہ اگر ایک طرف گھر بیچا جائے اور دوسری طرف کتابیں تو یقیناً کتابوں کی قیمت زیادہ ہوگی۔ سو پناہ کی غرض سے اس وادی عشق میں جو قدم رکھا تو پھر اس کی بانہوں کو ہمیشہ وا ہی پایا۔

اسی زمانے میں حصن حصین اور خوابوں کی تعبیروں کا مستند مجموعہ تعبیر الرویا بھی ہماری یلغار سے نہ بچ سکا، بڑی کلاس میں پہنچے تو وہاں ایک نیا جہاں ہمارا منتظر تھا۔

نئے لوگ، نئی سوچ اور معصوم سا دل...... نئی نئی دوستیں بنیں، یہ تو شروع سے رہا کہ کوئی ایک بھی دوست ادب شناس یا مطالعے کی شوقین نہ ملی۔ ہاں سلسلہ زیست میں بہت بعد میں ایک ایسی دوست ملی۔

جی...... آپ صحیح سمجھیں...... میں نفسیہ کی ہی بات کر رہی ہوں، یہ واحد تھی، جس سے اس معاملے میں بہت ذہنی مطابقت تھی اور ہے۔

ہاں تو میں بتا رہی تھی آپ کو کہ تب سب دوستوں میں سے دو دوستیں ایسی تھیں کہ خواتین کے مروجہ ڈائجسٹ پڑھتی تھیں۔ ایک رابعہ تھی، اس سے اسکول میں ہی تبادلہ ہوا کرتا تھا رسالوں کا، جس دن مجھے رسالے مل جاتے، گھر آکر سارا دن بیگ یوں اٹھائے پھرتی، جیسے چھوٹا سا "کاکا" ہو۔ دوسری گڑیا تھی، اس کا اور ہمارا معاملہ تو ایک ہی گھر والا تھا۔ ہم شروع سے اس بات کے قائل تھے کہ جو بھی ملے، انسان کو پڑھنا چاہئے۔ (لیکن اب ہم اپنے قول سے رجوع کر چکے ہیں، کچی عمر اور ناپختہ ذہن کے لئے خاص طور پر ادھر ادھر کی چیزوں کا مطالعہ زہر قاتل ہے) سو کرن، شعاع، خواتین، سب رنگ یا جو بھی ڈائجسٹ ملا، پورے کا پورا چاٹا۔

گڑیا کا گھر پاس ہی تھا، وہ زیادہ وقت ہمارے ہاں ہی پائی جاتی۔ سو گرمیوں کی چھٹیوں میں لمبی ڈھلتی زرد دوپہروں میں جب سب سو جاتے، اوپر والے کمرے میں ایک طرف میں، دوسری جانب گڑیا اور تیسرا کونہ آمنہ سنبھال کر پڑھنے بیٹھ جاتے۔ اسی طرح سرد راتوں کی چہار سو پھیلی خاموشی میں لحاف میں دبک کر پڑھنے کا لطف ناقابل بیان ہے۔ ہمارے بس میں ہوتا تو شاید رات شروع کرتے اور صبح کی خبر لاتے لیکن بھلا ہو ہماری جلاد صفت بہن آمنہ کا، ایک ہی بہن ملی اور وہ بھی بڑی بدذوق سی......! ڈائجسٹ پڑھتے وقت ٹائم کے معاملے میں بڑی سخت تھی، ہلاکو خان کی جانشین نہ ہو تو...... ادھر ہم کلائمکس پر اور آنکھوں کے کناروں پر کپکپاتے اشک، ادھر سے ظالمانہ و جابرانہ آرڈر...... اٹھو لائٹ بند کرو۔

ہائے...... کیا بتائیں، کتنے تیر لگتے اس دل معصوم پر...... اور کتنے ہی نامعلوم ٹکڑوں میں بٹتا تھا یہ دل...... بڑی منتیں سماجتیں کرتے تو شان بے نیازی سے فرمایا جاتا۔

اچھا...... دکھاؤ کتنے صفحے ہیں؟ ایک یا ڈیڑھ ہوتا تو دل پسیج جاتا اور اگر جو اس سے زیادہ ہوتا تو پھر میں کیا آپ بھی دنیا ادھر کی ادھر کرلیں، وہ نہیں سنتی تھی۔ (بڑے ہونے کا ناجائز فائدہ جو اٹھاتی ہے، ہونہہ)

پھر ہمیشہ میرے اوپر یہ چڑھائی کہ یہ جو کہانی میں گم ہو کر کان شان سب بند کرلیتی ہوناں تو ہمیں بھی پکڑواؤ گی۔

"بات تو سچ ہے، مگر بات ہے رسوائی کی" کہ ہوتا ایسا ہی تھا۔ لیکن سچی، کبھی آمنہ کا نام نہیں لیا، میں تو ہمیشہ عثمان کا نام لے دیتی تھی۔

ہائے بیچارہ میرا بھائی...... پھر بھاگم بھاگ عثمان کی خدمت میں حاضری دیتی اور گوش گزار کرتی کہ میں نے تمہارا نام لیا ہے کہ رسالہ تو اس کا تھا، اب معاملہ سنبھال لینا۔ اپنی پیاری سی بہنا کی معصوم سی صورت دیکھ کر زبان ہی گنگ ہوجاتی تھی اس کی۔

بے چارہ...... (ہی...... ہی...... ہی)

بات یہ تھی کہ ناں کہ ابو اور بڑے بھائی جان کو تو یہ سب پتہ ہی نہیں تھا کہ ایسی کوئی چیز روئے زمین پر پائی جاتی ہے۔ نہیں تو اگر ابو کو پتہ لگ جاتا تو اور کچھ ہوتا نہ ہوتا۔ جوتے تو شاید پڑ ہی جائے کہ ابو ایسی چیزوں کے

معاملے میں بہت سخت تھے۔

ہمارے ہاں ایک بھائی عبدالعزیز بھائی جان، اس سے ہم بچتے پھرتے تھے کہ وہ ایسے معاملات میں بہت ''طاق'' تھے۔ ایک بار یوں ہوا کہ مابدولت صبح صبح بڑی ہی ترنگ میں اپنے مخصوص کمرے میں چارپائی پر نیم دراز شعاع میں کھوئے ہوئے تھے کہ بھائی جان سر پر آ پہنچے۔ یوں لگا، جیسے کرنٹ لگا۔ ان کے دیکھتے دیکھتے میکانکی انداز سے رسالہ پیٹی کے نیچے اور ہم چارپائی کی پائنتی پر بڑا ہی شرمندہ منہ لئے بیٹھے تھے اور دل میں سوچ رہے تھے کہ اب کیا کریں کہ چور رنگے ہاتھوں پکڑا گیا ہے، آمنہ نہیں چھوڑے گی۔

واللہ اعلم، ان دنوں بھائی جان کو فٹنس کا جنون چڑھا تھا یا پھر فٹ بال کے کھلاڑی رونالڈو کا خود پر گمان کر بیٹھے تھے، جو جوگر شوکر پہن کر ہاتھوں میں فٹ بال لئے روزانہ پارک کے چکر لگا رہے تھے، نگاہ اٹھائی تو اف گھورتی آنکھیں...... بڑا ہی خوفناک گھورتے ہیں بچی، ہمارے گھر میں بچوں کو نانی اماں کی طرح گھور گھور کر جان نکالنے کا فریضہ ہمارے یہی بھائی جان سر انجام دیتے ہیں، لب مبارک سے طنز کے پھول برسے۔

''ڈھیٹ تو خیر بہت ہو تم، پھینکا کیوں، پڑھو ناں شاباش'' اف......ف......ف......

کتنی بڑی گستاخی کی میری معصوم سی شان میں

خیر گرتے ہیں شاہ سوار میدان جنگ میں

سو ایک دو دن ان سے منہ چھپاتے رہے، غرض دن رات اسی طرح محبت، خلوص اور چاہت لئے گزرتے رہے۔ آمنہ کی شادی ہوئی تو یہ ''ذمہ داری'' اکیلے ہمارے ناتواں کندھوں پر آ ٹھہری۔ ہم تو آمنہ کی طرح ٹائم ٹیبل کے پابند نہ تھے، سو جب دل چاہا، پڑھ لیا۔ کبھی استری کرتے، ایک ہاتھ میں استری اور دوسرے سے ورق گردانی، نتیجہ یہ نکلتا کہ جو آدھے گھنٹے کا کام ہوتا، گھنٹہ لگ جاتا۔ کبھی سرد اداس شاموں میں کورس کی کتابوں میں چھپائے چوری چوری پڑھتے۔ کبھی کسی کردار کے ساتھ ہنستے۔ تو کبھی کسی کے ساتھ روتے اور سارا سارا دن اداس رہتے اور جو ہیرو یا ہیروئن مر جاتے تو مت پوچھئے کہ دل کا کیا عالم ہوتا؟

ہم نازک دل والے
بس ایسے ہی تو ہوتے ہیں
کبھی ہنستے ہیں کبھی روتے ہیں
ہم نازک دل والے

اب تو آمنہ بھی نہیں تھی کہ تبصرے کے بہانے دل ہلکا کر لیتے، تب جانا کہ کسی بھی کہانی کے کردار کیسے اثر انداز ہوتے ہیں، وہ بھی ہمارے اندر سانس لینے لگتے ہیں، اپنے اپنے سے لگتے ہیں، سو تب ہی کب سے پڑی کہانیاں بننے کی عادت پختہ ہوتی چلی گئی۔

کہانی بھی تو خود سے ایک مکالمہ ہی ہے ناں۔ خاموش رہ کر جیسے بولنا۔ خون جگر کی آتش میں اجل جل کر صفحہ قرطاس پر آبلوں کی صورت بکھرتی ہے، لکھنا کوئی آسان تو نہیں ہے، جب پڑھنا بعض اوقات درد دل سے بے حال کر دیتا ہے اور سارے جذبات و کیفیات ان لفظوں کی گرفت میں آ جاتے ہیں تو ذرا سوچئے، لکھنے میں بھلا کیسے یہ تاثیر شامل ہو جاتی ہے؟ یقیناً لکھنے والے کے دل سے اٹھتی ہوکوں، مژگاں پہ ٹھہرے اشکوں اور لبوں پر اوس کی مانند بکھری خاموشی کے سبب ہی یہ سب ممکن ہو پاتا ہوگا، خیر بات کہاں سے کہاں چلی گئی......!

ایک بار آمنہ نے ایک کہانی میں روتی بسورتی ہیروئن کے نام پر میرا نام جاشیہ رکھ دیا، جہاں میرا اسٹرا اور بنا ہوا منہ دیکھتی جاشیہ جاشیہ کی گردان شروع کر دیتی تو تب نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی آ جاتی۔

ایک اخبار کی ابتدا ہوئی تو اور اس کے ساتھ دوسرے رسالے بھی گھر آنے لگے، پہلے بھی کچھ رسالے آتے ہی تھے، لیکن پھر بھی دل میں خواہش رہی کہ ان مروجہ خواتین کے رسالوں کی طرح کا کوئی رسالہ ہو کہ پڑھنے اور پڑکنے کا مزہ آئے، تب ہم محض مذاقاً کہا کرتے تھے کہ جب ایسا رسالہ آئے گا، تب ہم بھی لکھیں گے اور تب ہم سوچا کرتے تھے کہ شاید ان ڈائجسٹوں کو ہم کبھی نہ چھوڑ پائیں کہ

میں اسے چھوڑ تو سکتا ہوں، پر چھوڑ نہیں پایا

یہ ''رسالے'' میری بگڑی ہوئی عادت کی طرح ہیں، تو یہی لگتا تھا کہ یہ بگڑی ہوئی عادت پتہ نہیں کیسے درست ہوگی۔ پھر مدرسے پہنچے تو اتنی فرصت ہی نہ ملتی کہ سر کھجا سکیں، بس اسی مصروفیت میں ہمارے وہ رفیق ساتھ چھوڑ گئے، تب ہم نے بھی فاتحہ پڑھ لی، پھر مدرسے کا پہلا یا دوسرا سال تھا، زبیر جامعہ سے جمعرات کو گھر آیا تو اس کے ہاتھ میں بھی رسالہ تھا، بتا تو وہ رہا تھا کچھ عرصہ سے کہ وہاں ایک رسالہ آتا ہے خواتین کے لئے، وغیرہ وغیرہ...... جب رخ روشن کا دیدار ہوا تو پہلا تاثر ہی بڑا گہرا اور دیرپا ثابت ہوا اور رہا نام تو نام کی تو کیا بات ہے، ماشاءاللہ بہت خوب...... ''حیا'' جیسے سن کر ہی روح میں طراوٹ اور زبان میں حلاوت اتر آئے۔ ''حیا'' باختگی کے اس دور میں پاکیزگی کا علمبردار ''حیا'' عزتوں کی حفاظت کا مضبوط مورچہ دل و جان کو اس کے لئے کشادہ اور دیدہ دل فراش پایا، ہماری کلاس سے بھی متعارف ہوا، سو اجتماعی طور پر ہم ''حیا'' پڑھنے لگے۔ جب لکھنے کا آغاز ہوا تو ''حیا'' کے دامن کو وسیع پایا۔ جب پہلی کہانی کی ابتداء کی تو قدم قدم ہمت ٹوٹتی رہی کہ ہمیں کہاں جگہ ملے گی؟ خیر عثمان ہمت بھی بندھتا رہا اور جو لکھتے، اس کی اصلاح بھی کرتا رہا۔ ڈیڑھ دو ماہ بعد ہی کہانی شامل اشاعت ہوئی، غرض ''حیا'' ہمارا ہوا اور ہم حیا کے...... وقت تھوڑا آگے سرکا، فراغت کے بعد مادر علمی میں خدمت کی سعادت ملی، فللہ الحمد...... اپنی کلاس کی ہم تین لڑکیاں تھیں، حفصہ (آپی جان ہماری) نفیسہ اور میں فارغ وقت میں ''حیا'' کی کہانیوں پر لمبے لمبے تبصرے ہوتے، دوسرے الفاظ میں محفل جمتی۔ ''حیا'' کی خوبیاں و خامیاں زیر بحث آئیں، میں نفیسہ کو اکساتی کہ تم بھی لکھو، اتنی عظیم رائٹر سے ہم محروم ہیں، آپ کے آنے سے بہار آ جائے گی، لیکن نفیسہ بی بی کی وہی مبہم مبہم سی مسکراہٹ...... یعنی نہ ہاں کے نہ ناں (وہی مرغے کی ایک ٹانگ) سارا دن تبصرے...... باتیں کر کر کے تان آ کر اس پر ٹوٹتی کہ ''ایک بار ہمارے حوالے کر دیں بس...... پھر دیکھنا۔'' (اے بسا آرزو کہ خاک شد) ''حیا'' کو پورے صدق دل سے قبول کیا ہے، سو جتنی بھی کمی، کوتاہی ہو چھوڑنے کا ارادہ نہیں۔ ہم تو بس خریدان یوسف میں شامل اس بڑھیا کی طرح خریدان ''حیا'' میں اپنا نام بھی لکھوانا چاہتے ہیں، لیکن یادداشت بخیر ہم بڑھیا نہیں ہے، ماشاءاللہ مثل حور دوشیزہ ہیں جی۔

خیر دن رات میں ڈھلتے رہے، ہفتے مہینوں میں بدلتے رہے۔ کتاب زیست میں ماہ و سال کی گردش رہی کہ مژدہ سنا کہ ایک ننھا سا بیج حالات کی آندھیریوں میں ایک قد آور درخت کی صورت میں کھڑا ہو چکا ہے، اللہ اسے تناور درخت بنائے۔ آمین

یہ جو مشعل جلائی گئی ہے، اللہ اسے ظلمت شب کا سینہ چیرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خدا اس کی عمر دراز کرے، اس کی ابتداء کے وقت جو مقاصد رکھے گئے تھے، اللہ ان کو پورا فرمائیں، اس کے سات سال مکمل ہونے پر ''حیا'' کی تمام وابستگان کو مبارک باد دیتے ہیں۔ کافی عرصے بعد قلم اٹھایا سو ٹوٹے پھوٹے لفظوں کی یہ مبارک باد قبول کیجئے گا۔ اس موقع پر محترمہ مدیرہ سے نظر ثانی کی درخواست بھی کہ نیا عہد، نئے چیلنجز، اس لئے نئے تقاضے، نیا اسلوب ''حیا'' کی چھاؤں پر بہت اچھی لگی، ان شاء اللہ یہ نسلوں کا امین ہوگا، اللہ اس مشعل کو طلوع سحر تک جلائے رکھیں۔

☆......☆......☆

وہ آج کچھ دیر سے کام پر آئی اور جلدی سے برتن اکٹھے کر کے دھونے لگی، میرے پاس دوسالہ محمد انعام اللہ سویا ہوا تھا، جو بخار سے جل رہا تھا، میرے شوہر دو دن سے کچھ زیادہ ہی مصروف تھے، رات دیر سے آتے اور صبح نماز ادا کر کے پھر فیکٹری چلے جاتے، شاید ضروری کام ہوگا ان کو، جو ناشتہ بھی نہیں کرتے، جلدی میں پوچھا بھی نہ کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں، یا بچے کو دیکھتے ٹھیک ہے، دن کو بھی کبھی چکر نہیں لگاتے، گھر کا جوان کو کچھ میں بتائی کہ بچہ بخار سے تڑپتا ہے، اب کام والی ماسی جو گھر میں کام کرنے آتی تھی، سوچا اس کے ساتھ جاتی ہوں کسی ڈاکٹر کے پاس دوا لینے، تاکہ آرام آجائے بچے کو، ماسی نے جھاڑو دے کر اجازت چاہی، باجی آپ کے کام اور ہیں تو بتائیں، یا میں جاؤں، آج ماسی میرے ساتھ چلو، میرا بیٹا بیمار ہے، ڈاکٹر کے پاس جانا ہے، قریب کوئی

ڈاکٹر ہوگا یا نہیں، جی باجی قریب ہے، مجھے دو ماہ ہوئے تھے شہر میں آئے ہوئے، کرایہ کے مکان میں تھی، شوہر کی نوکری اس شہر میں لگی تو میں بھی آئی پہلی بار، شہر میں کسی جگہ آنے جانے کا سوال ہی نہ تھا، اجنبی شہر میں تو اکیلی ڈاکٹر کے پاس بھی نہ جاسکتی تھی، آؤ باجی چلیں ڈاکٹر کے پاس، ماسی نے بچے کو خود اٹھایا، میں نے برقعہ لیا اور ماسی کے پیچھے چل پڑی، دو گلی چھوڑ کر ایک اسپتال آگئی تو ماسی نے کہا، آبیٹی اب بچہ خود اٹھاؤ اور ڈاکٹر کو خود بتانا کہ کیا تکلیف ہے، کمرے میں ڈاکٹر موجود نہ تھا، البتہ دو چار مریض انتظار گاہ میں نظر آرہے تھے، دو چار منٹ گزرے کہ ڈاکٹر صاحب آگئے، ان کے ساتھ ایک نرس تھی، جو کچھ سامان اٹھائے کھڑی تھی، جس کو دیکھ کر میرا دماغ چکرانے لگا، وہ نرس کون تھی، آپ حیران ہوں گے، وہ میری سگی بہن تھی، جو چند سالوں سے لاپتہ ہوئی تھی، کھیتوں میں کام کرنے والی اچانک کپاس کی چنائی کے دوران لاپتہ ہوئی تھی، بہت کوشش کی، مگر نہ مل سکی تھی، اب مجھے برقعہ میں وہ پہچان تو نہ سکی، مگر میں تو اس کو پہچان چکی تھی، خیر اپنے بیٹے کو ڈاکٹر سے چیک کرا کے فیس ادا کرنی چاہی تو ڈاکٹر نے کہا، آپ فیس حمیرا کو دیں، نرس کی طرف اشارہ تھا، اب حمیرا کا نام سن کر حیرت ہوئی، کیونکہ میری بہن کا نام صفیہ تھا، جو شاید نام بدل کر اب حمیرا کروا چکی تھی، بہرحال میں نے نرس کو فیس جمع کروا کے اتنا پوچھا، کیا آپ یہاں رہتی ہیں، تو ایسے اس نے بے نیازی سے کہا، جی کوارٹر میں ساتھ رہتی ہوں، اسپتال میں ہی، اب کافی مریض اور آچکے تھے تو وہ بھی مصروف ہو کر رخ پھیر گئی، میں نے ماسی کو کہا کہ اب چلیں، وہ بھی تیار تھی، بولی آؤ باجی، دوا اس کے ہاتھ میں تھے، وہ آگے چلی اور میں نے اسپتال کا نام غور سے پڑھنا چاہا تو ارادہ کیا، پھر کبھی آکر دیکھ لوں گی، شاید وہ نرس اپنی بہن کو پہچان سکے اور پھر گھر آکر ماسی سے پوچھا، آپ کا گھر کہاں ہے، اسی محلے میں ہے، یا کسی دور جگہ سے آتی ہو کام کرنے، بولی، قریب ہے اسپتال کے ہی اور نہ جانے کیوں ماسی نے کہا، یہ نرس مجھے آپ کے گھر کام کرنے کا دو ہزار دیتی ہے، کیوں وہ میری رشتہ دار ہے جو آپ کو رقم دیتی ہے، جی ماسی نے حیرت سے کہا، جیسے حیران والی بات ہو، آپ کو پتہ نہیں یہ نرس تو فرحان کی بیوی ہے، فرحان کی، مجھے شدید جھٹکا لگا، لیکن خاموش ہوگئی، ماسی سے پوچھا، اس کے بچے ہیں کیا، بولی، جی چار بچے ہیں، آپ کو نہیں پتہ کیا؟؟ وہ مجھے جانتی ہے، کیا پتہ نہیں، بس اتنا کہا تھا فرحان کے گھر جاؤ کام کرنے اور کبھی آپ کا ذکر نہ کیا، اب تم جاؤ ماسی تو چلی گئی مگر مجھے لگا ابھی زمین میں دھنس جاؤں۔ بس اب فوراً میں تصدیق چاہتی تھی، یہ سچ ہے یا نہیں، کیا دو بہن ایک نکاح میں استغفر اللہ!! فوراً اسپتال گئی اور نرس کے پاس برقعہ اتار دیا، باجی آپ یہاں اور تم فرحان کے ساتھ تھی، جی باجی، وہ اتنا کہہ کر پوچھنے لگی، تم یہاں کس کے ساتھ آئی، میرا جواب فرحان سن کر وہ وہی بے ہوش ہوگئی، ڈاکٹر نے جلدی سے ہوش میں لانے کی کوشش کی اور پھر فون پر کسی سے بات کی، آدھا گھنٹہ میں فرحان بھی آیا اور مجھے دیکھ کر پریشان ہو کر کہا، تم یہاں کیا کرنے آئی ہو، غصہ میں اس قدر تیز تھا کہ فوراً مجھے گھر جانے کا کہا، پھر نرس ہوش میں آگئی تو کہا، فرحان تم اس کو لائے ہو اور جانتے بھی تھے یہ میری باجی ہے، تو فرحان نے کہا اب اس کو چھوڑ دیتا ہوں، اب تم جانتی ہو جب تم کو شہر لایا تھا تو کچھ لوگوں کو یہ شک ہوا کہ تم نے صفیہ کو غائب کیا اور میں انکار کرتا تو اس وجہ سے لوگوں نے فیصلہ کیا تم ثنا سے نکاح کرو، اگر تم نے صفیہ کو غائب کیا ہوگا تو نکاح نہ کرو گے، مگر میں نے اپنی ناک بچانے کے لئے اس ثناء سے نکاح کیا تھا تاکہ لوگ مجھے تیرے غائب کرنے کا طعنہ نہ دیں، اب خیال تھا اس کو ماں باپ کے پاس رکھوں گا کبھی جا کر خرچ دوں گا مگر پھر شہر لانا پڑا تھا، جب ماں باپ کی وفات ہوئی تو یہاں اکیلی نہ رہتی تھی۔

☆......☆......☆

آپ کے مسائل کا حل

مفتی محمد ساجد
جامعہ تراث الاسلام

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ صرف ایسے علمی اور معاشرتی سوال ارسال کریں جن کا تعلق عام زندگی سے ہو۔

☆......ذاتی نوعیت کے سوالات، شرم وحیا کے متعلق مسائل اور اختلافی مسائل بھیجنے سے گریز کریں، ایسے سوالات کا جواب نہیں دیا جائے گا۔

☆......سوال مختصر اور جامع ہو، غیر ضروری طوالت سے اجتناب کریں۔

☆......تحریری صاف ستھرے کاغذ پر لائن چھوڑ کر لکھیں۔

☆......لفافے پر "آپ کے مسائل کا حل" لکھنا نہ بھولیں۔

سوال:......ماہ رمضان میں بعض خواتین دوائیاں کھا کر اپنے ایام کو روک لیتی ہیں، اس طرح وہ پورے رمضان کے روزے رکھ لیتی ہیں، کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟

(شکیلہ رحمان، کراچی)

جواب:......روزے رکھنے کی خاطر ایام روکنے پر شرعاً کوئی پابندی نہیں ہے، لیکن اس کے لیے یہ شرط ہے کہ یہ فعل عورت کی صحت کے لئے مضر نہ ہو۔

☆......☆......☆

سوال:......کیا کسی خیراتی اسپتال میں زکوٰۃ کی رقم اس طرح استعمال کرنا جائز ہے کہ اس رقم سے دوائیں خرید کر مریضوں کو مفت دی جائیں، اسپتال کا عملہ اور ڈاکٹروں کو اس سے تنخواہ اور دیگر ضروریات پوری کی جائیں؟

(شائلہ رضوان، حیدر آباد)

جواب:......مذکورہ صورتوں میں سے صرف پہلی صورت میں زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، یعنی زکوٰۃ کی رقم سے دوائیں خرید کر مستحق مریضوں کے درمیان مفت تقسیم کی جائیں، باقی مال زکوٰۃ سے اسپتال کی تعمیر اور اس کے لئے آلات خریدنا، ڈاکٹروں کی فیس اور اسپتال کے عملے وغیرہ کی تنخواہ دینا جائز نہیں۔ البتہ اگر زکوٰۃ کی رقم مستحق مریضوں کو دی جائے، پھر مریض اسپتال والوں کے واجبات اور ڈاکٹروں کی فیس وغیرہ اس سے ادا کریں تو ایسی صورت میں اسپتال کے منتظمین جہاں چاہیں اس کو

استعمال کر سکتے ہیں۔

☆......☆......☆

سوال:......بیٹی کو جہیز میں دینے کے لئے والدین کے پاس جو سونا اور چاندی موجود ہے، اس پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟ اگر فرض ہے تو والدین پر یا لڑکی پر؟

(روبینہ سہیل، ملتان)

جواب:......اگر والدین نے بیٹی کو زیورات کا مالک بنا دیا ہے اور بیٹی بالغ ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے اور نابالغ ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں، بیٹی کو اگر مالک نہیں بنایا گیا ہے تو زیورات والدین کی ملکیت شمار ہوں گے اور والدین پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔

☆......☆......☆

سوال:......گزشتہ سال ایک بینک نے اپنے کھاتہ داروں کو کھجور کا پیکٹ بذریعہ ڈاک ارسال کیا تاکہ وہ ماہ رمضان میں اس کھجور سے روزہ افطار کریں، آیا اس کھجور سے روزہ افطار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال:......رمضان المبارک میں اکثر افطار پارٹیاں ہوتی ہیں جن میں صاحب حیثیت لوگ بھی شرکت کرتے ہیں، اگر یہ معلوم ہو کہ پارٹیوں کا اہتمام کرنے والے سودی کاروبار کر رہے ہیں تو کیا ان افطار پارٹیوں میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟

(محمد معروف، سولجر بازار، کراچی)

جواب:......جواب سے پہلے آپ بطور تمہید ایک بات سمجھ لیں کہ کسی شخص یا ادارہ کے متعلق یقین یا قرائن سے ظن غالب ہو کہ اس کا تمام یا اکثر مال حرام ہے اور وہ اس سے ہدیہ دیتا ہے یا دعوت کرتا ہے تو اس کا قبول کرنا جائز نہیں، البتہ اگر وہ ہدیہ یا دعوت کا اہتمام حلال مال سے کرنے کی خبر دے اور اس کی اس بات کی صداقت کا ظن غالب بھی ہو تو اس ہدیہ اور دعوت کا قبول کرنا شرعاً جائز ہے، اسی طرح اگر کسی کا تمام یا اکثر مال حلال ہے تو اس کے تحائف اور دعوت قبول کرنے کی بھی شرعاً اجازت ہے، اس تمہید کے بعد آپ کے سوالات کے جوابات یہ ہیں کہ چونکہ بینک کی تمام رقوم حرام نہیں ہیں بلکہ بینک میں موجود بیشتر رقوم کھاتہ داروں کی ہوتی ہیں اور حرام رقم بینک میں نسبتاً کم ہوتی ہے لہٰذا بینک اگر اس مخلوط رقم سے کھجور کے پیکٹ خرید کر کھاتہ داروں کو گفٹ کرتا ہے جس میں حلال رقم کی مقدار زیادہ ہے تو اس کا قبول کرنا اور استعمال کرنا شرعاً جائز ہے، البتہ اگر یہ معلوم ہو کہ بینک خالص حرام مال سے کھجور خرید کر گفٹ کرتا ہے تو اس کا استعمال شرعاً جائز نہ ہوگا، اس تفصیل سے دوسرے سوال کا جواب بھی معلوم ہو گیا کہ افطار پارٹیوں کا اہتمام کرنے والوں کا اگر تمام یا اکثر مال حرام ہے اور وہ اس سے افطار پارٹی کرتے ہیں تو اس میں شرکت جائز نہیں، شرکت کرنے والا گناہ گار ہوگا، البتہ اگر ان کا اکثر مال حلال ہے تو شرکت کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔

☆......☆......☆

سوال:......میرے منہ میں تھوک بہت بنتا ہے، کبھی تو تھوک دیتا ہوں اور کبھی نگل لیتا ہوں، کیا تھوک نگلنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

(محمد اسماعیل، حیدر آباد)

جواب:......منہ کے اندر بننے والا لعاب اگر اندر ہی نگل لیا جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

☆......☆......☆

سوال:......اگر کوئی جان بوجھ کر روزہ توڑ دے، بعد میں شرمندگی محسوس کرے تو کیا کرے، کیا توبہ استغفار کافی ہے یا کفارہ بھی دینا پڑے گا؟ (زہرا جمیل، کراچی)

جواب: ایسی حالت میں صرف توبہ استغفار کافی نہیں، قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں، قضا روزے کے علاوہ مسلسل ساٹھ (60) روزے بلا وقفہ رکھنے ہوں گے، اگر اس کی طاقت نہیں تو 60 ایسے مسکینوں، جو مستحق زکوٰۃ بھی ہوں، دو وقت پیٹ بھر کر کھلانا، اسکے علاوہ معافی کی کوئی صورت نہیں ہے۔

☆......قاریات سے گزارش ہے کہ ''خوابوں کی تعبیر کے لئے خط بھیجتے وقت چند باتوں کا خیال ضرور رکھیں۔

☆......تحریر صاف ستھرے کاغذ پر لائن چھوڑ کر لکھیں۔

☆......ایک صفحہ پر ایک خواب تحریر کریں۔ ☆......تحریر صاف اور واضح ہو۔

☆......لفافہ پر ''خوابوں کی تعبیر'' ضرور لکھیں۔ اپنے خواب ماہنامہ حیا کے ای میل ایڈریس Hya.diegest@gmail.com پر بھی ارسال کر سکتے ہیں۔

نوٹ: جن خوابوں کی تعبیر کی اشاعت شمارے میں مناسب نہ ہوگی ان کو تحریری جواب بھیج دیا جائے گا۔ جوابی لفافہ لازمی اپنے خواب نامہ میں رکھیں

خواب:......خواب میں نے یہ دیکھا کہ ہمارے گھر میں کراچی سے بہت سی عورتیں آتی ہیں اور پھر ان عورتوں میں سے کسی ایک عورت کی شادی ہوتی ہے تو میں ان سے یہ سوال کرتی ہوں کہ تمہاری شادی کہاں ہو رہی ہے، تو وہ دلہن جواب دیتی ہے کہ کوئی سندھی ہے، اس کے ساتھ میری شادی ہو رہی ہے، پھر یہ بات ہوتی ہے اور پھر دوسرے دن میں صبح کے وقت میں اپنی باجی کے ساتھ گھر آتی ہوں اور کیا دیکھتی ہوں کہ جس عورت کی شادی ہو رہی ہے، اس کی شادی میں بہت سے مہمان آئے ہوئے ہیں اور ان مہمانوں میں کوئی عورت مجھے پسند کر لیتی ہے اور پھر وہی سب کے سامنے میری بات پکی ہو جاتی ہے اور پھر میری شادی

ہو جاتی ہے تو میں جب دلہن بن کے بیٹھتی ہوں تو سامنے دولہا صاحب جو ہے، وہ بہت مجھے دیکھ کر حیرت ہوتے ہیں اور پھر مسکراتے ہیں اور پھر اس کے بعد میری آنکھ کھل جاتی ہے، مہربانی ہوگی آپ اس کی تعبیر ضرور بتائے۔

خواب:......یہ خواب نماز فجر سے پہلے کا ہے کہ میں نے خواب یہ دیکھا کہ میں تنہا ہوتی ہوں اور اپنے گھر والوں سے جدا ہو جاتی ہوں اور پھر کوئی ترکی کی عورتیں سامنے سے بھاگتی ہوئی آتی ہیں تو میں بھی ان کے ساتھ بھاگنا شروع کر دیتی ہوں اور ہر شخص کی زبان پر یہی جملہ جاری ہوتا ہے کہ اللہ عافیت اللہ عافیت، اس کے بعد کوئی جگہ پناہ کی نہیں ہوتی، سب لوگ بھاگتے ہیں کہ اچانک سے کوئی گھر کا دروازہ کھل جاتا ہے تو ہم سب خواتین اس میں چلی جاتی ہیں اور پھر کچھ سکون کا سانس ہوتا ہے اور اس کے بعد آنکھ کھل جاتی ہے۔

(بنت آصف)

تعبیر:......اللہ پاک نے مختلف قبائل، قومیں پہچان کے لئے بنائے ہیں، خدا تبارک وتعالیٰ کے نزدیک اہمیت اور فوقیت صرف تقویٰ کی ہے، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور طرز سیرت اس پر شاہد ہے، مگر چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے طبائع مختلف رکھے ہیں، اس لئے اقوام کا مزاج ایک دوسرے سے متضاد ہونے کی وجہ سے باہم متصادم بھی ہو جاتا اور موافقت بھی پائی جاتی ہے، آپ کا خواب اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ عصبی اور لسانی تعصّبات سے اجتناب کرنا چاہئے، خاص طور پر شادی بیاہ کے معاملات میں، اگر اچھا دیندار حاکم صحیح العقیدہ برسر حلال روزگار رشتہ میسر ہو اور شرعی کفو بھی بن جائے تو صرف قومیت کے فرق کی وجہ سے لڑکا یا لڑکی کا رشتہ مسترد نہیں کرنا چاہئے، البتہ انفرادی مزاج یا پھر بعض مخصوص وجوہات کی بناء پر زور قبول ہو تو دیگر بات ہے۔

تعبیر:......بازار شیطان کے اڈے ہیں، عورت کی عفت وعصمت کی حفاظت چادر اور چار دیواری سے ہے اور فی زمانہ جو ماحول اور معاشرہ ہے حیوانیت کی انتہاء کو چھو رہا ہے، بغیر محرم کے یا کسی ذمہ دار شخصیت کے علاوہ تن تنہا ہرگز نہیں جانا چاہئے اور خاص طور پر اپنے محلّہ کی دکانوں پر خاص طور پر بچیوں کو ہرگز اکیلے نہ جانے دیں، ہمارے ہاں کا ایک المیہ یہ بھی ہے کہ معاشرے کی نگاہ میں جو بچی بڑی ہوتی ہے اس کو ماں باپ بچہ ہی سمجھتے رہتے ہیں اور لباس وحجاب کے تقاضے جس کی ضرورت انتہائی اشد ہو جاتی ہے اس سے لاپرواہی وغفلت مجرمانہ حد تک ہوتی ہے۔

خواب:......میں نے خواب یہ دیکھا کہ میں مدرسے سے آرہی ہوں اور پھر بہت سے مرد جنازے کے ساتھ سامنے سے آرہے ہوتے ہیں، میں ان جنازے کے ساتھ مردوں کو دیکھ کر سہم جاتی ہوں اور پھر تھوڑی آگے جا کر دیکھتی ہوں کہ بہت سی خواتین باہر کھڑی ہے اور جنازے کو دیکھ رہی ہے تو میں ان عورتوں کو دعوت دیتی ہوں کہ یہ جانے والے تو چلے گئے، پھر کل ہماری باری ہے، ہمیں جانا ہے، بہت تھوڑا وقت ہے، تیاری کر لو، اس طرح کی باتیں میں ان عورتوں سے کرتی ہوں تو وہ عورتیں بھی ان باتوں کا اثر لیتی ہے اور پھر گھر چلی جاتی ہیں اور میں بھی گھر آجاتی ہوں، مہربانی ہوگی، اس خواب کی تعبیر سے ضرور آگاہ کرے، اللہ آپ کو دنیا و آخرت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

(بنت عبدالحق)

تعبیر:......اللہ آپ کے ذکر واذکار اور عبادت میں اضافہ کرے، اپنی داعیانہ صفات کو شرعی حدود میں رہتے ہوئے اضافہ کیجئے، خود بھی نظروں کی حفاظت کریں اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کریں، اس دعا کو کثرت سے پڑھیں۔ اللھم انی أعوذبک من فتنة الدجال

☆......☆......☆

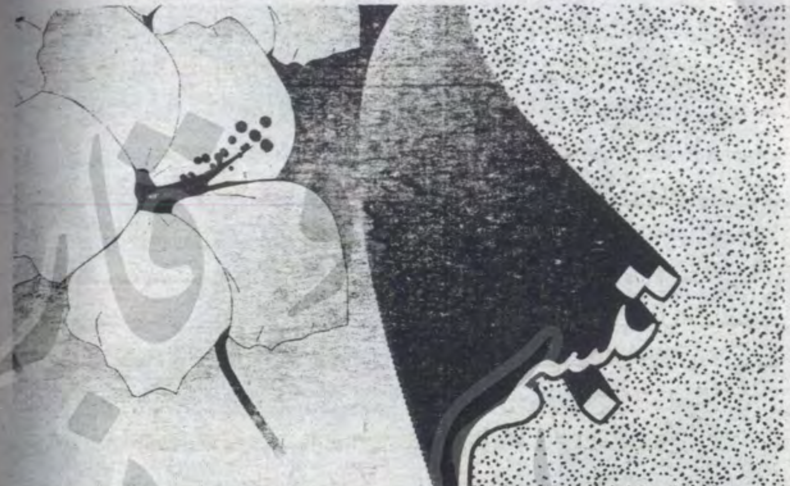

محمود عباسی

ایک امتحانی پرچہ

سوال: سینٹی میٹرز کو میٹر میں کیسے تبدیل کریں گے؟
جواب: سینٹی میٹرز میں سے سینٹی کو نکال کر۔
سوال: پانی کا کیمیائی فارمولا لکھیں؟
جواب: H.I.J.K.K.M.N.O (Htoo)
سوال: دوسری جنگ عظیم کب اور کہاں لڑی گئی؟
جواب: گزشتہ سال ساتویں کلاس کی تاریخ کی کتاب میں صفحہ 21 سے 29 تک۔

☆......☆......☆

کامیاب طالب علم

☆ہمیشہ دیر سے کلاس میں جاؤ، اس طرح ہر ٹیچر تمہیں یاد رکھے گا۔
☆بہترین ساتھی طالب علم وہ ہے جو امتحان میں ساتھ دے۔
☆کبھی ٹاپ نہ کرو، ورنہ لوگ تم سے جلنے لگیں گے۔
☆زیادہ پڑھنے سے وقت برباد ہوتا ہے، جو گناہ ہے۔
☆کبھی ٹیسٹ نہ دو، کیوں کہ بے عزتی کے دو مار کس سے عزت کی غیر حاضری اچھی ہے۔

(مراسلہ:......نایاب شہزاد)

دو دوست شادی کے کافی سال بعد ملے۔
پہلا دوست: کیسی ہے تیری بیگم؟
دوسرا دوست: جنت کی حور ہے اور تیری......؟
پہلا دوست: یار میری تو ابھی تک زندہ ہے۔

☆......☆......☆

ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا، کسی کی زندگی کا اندازہ اس کے مرنے کے بعد ہوتا ہے۔
جیسے......زندہ مرغی 150 روپے کی اور چکن کڑاہی 580 روپے کی۔

☆......☆......☆

ایک دوست اپنے گیارہ بچے لے کر اپنے دوست کے گھر جاتا ہے۔
دوسرا دوست: گیارہ بچے دیکھ کر غصے سے کہتا ہے: "یار! حیا نہیں آئی؟"

پہلا دوست: (سنجیدہ لہجے میں) نہیں، اس کے پیپر ہو رہے ہیں۔

(سویرا چوہدری، ملتان)

☆......☆......☆

نرس: مبارک ہو سردار جی۔ آپ کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔
سردار: واہ جی واہ! کیا جدید ٹیکنالوجی ہے۔ بیوی میری اسپتال میں داخل ہے اور لڑکا میرے گھر میں پیدا ہوا ہے۔

(انتخاب:......ارفع لیاقت، کمالیہ)

☆......☆......☆

مشورہ

ایک شخص نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ جب میں نہانے کے لئے کپڑے اتار کر نہر میں داخل ہو جاؤں تو منہ قبلہ کی طرف کروں یا پیٹھ؟ امام صاحب نے جواب دیا کہ بہتر ہے کہ منہ اپنے کپڑوں کی طرف کرو کہ کوئی چور چرا نہ لے جائے۔

☆......☆......☆

انگریزی

ایک جاہل (بابو جی) آپ انگریزی سمجھ سکتے ہیں؟
بابو جی: ہاں جی، اگر اردو میں بولی جائے تو سمجھ لیتا ہوں۔

(انتخاب:......آمنہ لیاقت علی، کمالیہ)

☆......☆......☆

"ہیلو آپ ورلڈ بینک سے بول رہے ہیں نا۔" فون اٹھاتے ہی آواز آئی۔
"جی ہاں، لیکن آپ کون اور کس سلسلے میں فون کیا ہے؟"
"جی میں نے اس لئے فون کیا ہے سو روپے کا کھلا ہوگا آپ کے پاس۔"

☆......☆......☆

ایک خاتون نے ٹریفک سارجنٹ کو اپنی تیز رفتاری کی وجہ بتاتے ہوئے کہا۔
"میری گاڑی کے بریک فیل ہو گئے ہیں، اس لئے میں چاہتی ہوں کہ بغیر حادثے کے جلد از جلد گھر پہنچ جاؤں۔"

☆......☆......☆

"بیگم تمہیں کچن میں گئے تین گھنٹے ہو گئے ہیں کیا چانپیں ابھی تک تلی نہیں جا سکیں۔"
"تل تو میں نے لی تھی لیکن وہ ٹھیک نہیں لگ رہی تھی، میں نے بھون لی، لیکن بھوننے سے جل گئی، اب اگر ذرا سی دیر اور صبر کریں تو انہیں ابال کر لا رہی ہوں۔"

☆......☆......☆

ایک لڑکی نے کہا: میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ جب تک 25 سال کی نہیں ہو جاتی، شادی نہیں کروں گی۔
بڑی بہن بولی: میں نے فیصلہ کیا ہے کہ جب تک میری شادی نہیں ہو جاتی میں 25 سال کی نہیں ہوں گی۔

(عشرہ بنت محمد صادق، ملتان)

☆......☆......☆

ایک چوہا شراب کی بوتل میں ڈوب رہا ہوتا ہے، قریب سے ایک بلی گزر رہی ہوتی ہے چوہا بلی سے کہتا ہے کہ مجھے اس گلاس میں سے نکال دو پھر بے شک تم مجھے کھا لینا۔
بلی گلاس کو نیچے گرا دیتی ہے تو چوہا فوراً نکل کر بھاگ جاتا ہے۔
بلی: (زور زور سے چیختے ہوئے) اوئے جھوٹے، مکار، دھوکے باز، اب تو کہاں بھاگ رہا ہے۔
چوہا: (معصومیت سے) جی اس وقت میں "نشے" میں ہوں۔

(انتخاب:......حافظہ وسطیٰ چوہدری، ملتان)

(☆......☆......☆)

بنت محمد الیاس نیازی

گھر کا اجالا

بیٹی کے لفظ کے ساتھ تقدس اور محبت کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔ ایک ایسا رشتہ جس میں کوئی اختلاف نہیں۔ ماں کے دل میں بیٹی کے لئے صرف پیار ہی پیار ہوتا ہے۔ اس کی اچھائی تو اچھائی ہے، اس کی برائی بھی دل کو بھلی معلوم ہوتی ہے۔ بہار کا جھونکا، برکھا رت کا حسن، چاند کی نرمی، کلی کی نازکی، شبنم کی پاکیزگی گویا دنیا کی ہر خوبصورتی اس محبت کے سامنے ماند ہے۔

پھر یہی بیٹی وقت کے ساتھ "بہو" کا روپ دھارتی ہے۔ "ماں" کا آنگن خالی ہو جاتا ہے اور وہ دکھی دل، روتی آنکھوں کے ساتھ اسے "دوسری ماں" کے گھر کی زینت بنا دیتی ہے۔ دنیا کا دستور بھی ہے اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم بھی۔ اب اس "بیٹی" کا درجہ بدل جاتا ہے۔ اس میں عمر کی کوئی پابندی نہیں، یہ بیٹی چودہ سال کی ہو سکتی ہے اور تیس (30) سال کی بھی۔ نکاح کے ایک بندھن سے گھر، رشتے، ماحول، اقدار سب بدل جاتے ہیں۔ اب اسے "بہو" کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ وہ انتخاب بہت سے لوگوں کا ہوتی ہے، اسے بہت سے لوگ منتخب کرتے ہیں، لیکن زیادہ حصہ لڑکے کی ماں یعنی ساس کا ہوتا ہے جو حقیقت میں ماں کا نعم البدل ہے وہ جو شادی سے پہلے ایک ایک خوبی پر نثار ہوتی تھی۔ اس کی تعریفوں کے پل خاندان میں باندھے جاتے تھے! لیکن شادی کے فوراً بعد یہ خوبصورت خواب ٹوٹ جاتا ہے اس مدت میں فرق ہو سکتا ہے، لیکن نتیجہ یہی ہے کہ اب "بہو" اچھی نہیں ہے۔ بیٹی سے بہو کے سفر میں ساری خوبیاں بدل جاتی ہیں۔ جیسے دن سے رات ہو جائے یا شہد میں کڑواہٹ شامل ہو جائے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ ہمارا مقصد کسی کی دل آزاری ہے نہ دل شکنی، ہماری نیت صرف یہ ہے کہ اس خوبصورت رشتے میں بھی وہی محبت اور خلوص ہو جو ماں اور بیٹی کے بندھن میں ہوتا ہے۔ یہ رشتہ بہت خوبصورت ہے اگر اس میں چھپے ہوئے حسن کو محسوس کیا جائے! "حیا" کا دروازہ ساری بہنوں کے لئے کھلا ہے، ہمارے ساتھ تعاون کیجیے، ان رشتوں میں نفرت کے بجائے محبت کا رنگ شامل کیجیے۔ دور حاضر میں ویسے ہی عورت مرد دونوں "ذہنی دباؤ" کا شکار ہیں جس سے نہ صرف گھر کا ماحول خراب ہوتا ہے بلکہ شخصیت کی تعمیر سازی بھی نہیں ہو پاتی۔ اگر "ساس بہو" کے درمیان محبت ہوگی تو گھر کے دوسرے رشتے بھی اسی رنگ میں ڈھل جائیں گے...... نہ ہر بہو بری ہوتی ہے نہ ہر ساس......!

آئیے اپنے گھر کے اجالے کو دوسرے گھروں میں پھیلائیں۔

"گھر کا اجالا" میں لکھنے کی بڑی آرزو تھی، آج وہ آرزو پوری ہو رہی ہے، بہنوں نے اور خاص طور پر خولہ آنٹی نے جس طرح اپنے پیاروں کی زندگیوں کو صفحہ قرطاس پر بکھرا ہے، وہ لاجواب ہے اور میں تو ابھی طفل مکتب ہوں، میری بساط ہی کیا کہ میں یہ جسارت کر سکوں، بہرحال آج کوشش کروں گی۔

زندگی کے کتنے سال گزر گئے، مجھے شاید کسی اپنے سے محبت جتانے کا سلیقہ نہ آیا، مجھ میں اپنے جذبات اپنے پیاروں تک پہنچانے کی ہمت نہ تھی، مجھے یا میرے جذبات کو شاید آج کوئی نہ ٹھیک سمجھا ہو، لیکن آج شاید ان لفظوں کے سہارے میں اپنے جذبات کو بیان کر سکوں۔

کچھ ستاروں کی چمک نہیں جاتی
کچھ یادوں کی کھنک نہیں جاتی
کچھ لوگوں سے ایسا تعلق ہوتا ہے کہ دور رہ کر بھی ان کی مہک نہیں جاتی، آمنہ بنت محمد الیاس ہماری بڑی

ہمشیرہ 16 فروری بروز ہفتہ اپنے پیا دیس سدھار گئی اور ہمارا آنگن سونا کر گئی، بچپن سے ہی ذہین، دبلی پتلی، ہر کام بھاگ بھاگ کر کرنے والی، ہر ایک سے محبت اور خلوص سے پیش آنے والی آج اپنے سسرال کا اجالا ہے، وہاں بھی اپنی ذات سے اخلاق اور پیار سے سکون کے پھول نچھاور کر رہی ہے، میری اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیشہ اس گھر کا اجالا، سکون اور اطمینان و احترام بنی رہے، زندگی کی مشکل اور دشوار گھاٹیوں میں بھی ان کی خوشی و غمی میں سانجھی رہے۔

دعا کی صورت میں اس کی خاطر
میرے ہونٹوں سے جو بھی لفظ نکلے
میری آنکھوں سے جو بھی اشک نکلے
تو اس کے بدلے میں اے خدایا
جب بھی اس کا نصیب لکھنا
عروج لکھنا کمال لکھنا
کبھی نہ حرفِ زوال لکھنا

☆......☆......☆

مجھے بچپن میں مٹی کھانے کی بڑی عادت تھی، ایک دفعہ بھائی جان نے دیکھ لیا، برآمدے کے ساتھ شہتیر باہر کو بڑھا ہوا تھا، بھائی جان نے مجھے پکڑا اور اس کے ساتھ لٹکا دیا، اب ہمشیرہ محترمہ بیچاری رونے لگی کہ میری بہن مر جائے گی، وہ انہیں دھکے دینے لگی کہ اسے وہاں سے اتارو، آخر اس کے آنسوؤں کی بدولت ہماری جان چھوٹ گئی، لیکن باز ہم پھر نہ آئے۔

میں عمر میں ان سے دو سال چھوٹی ہوں، لیکن مخاطب عموماً "تم" یا "تمہارا" سے ہوتا تھا، ویسے بھی دیکھنے میں اس سے بڑی لگتی تھی، لہٰذا کسی سے بدتمیزی کی عادت کا طعنہ نہ سنا۔

ویسے آپس کی بات ہے، میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ جب آپ کی شادی ہوگی تو میں آپ کو بڑی عزت و ادب سے بلایا کروں گی، تو وہ فرماتیں، خدایا کب وہ دن آئے گا، جب آپ باتمیز بن کر مجھے شرف نیاز بخشیں گی۔ وہ ہمیشہ سادہ رہنا پسند کرتی ہیں، جب شادی پر تیار ہوئیں تو ہر نگاہ اٹھی کی اٹھی رہ گئی، شرعی پردہ کی برکت سے ماشاء اللہ بڑا روپ آیا تھا، امی، ابو، بھائی، بہن ہر کسی کا کام اپنے وقت پر کرنا، اپنی پڑھائی کرنا، سارے کام ساتھ ساتھ جاری رہتے، کبھی میری قمیص پر کڑھائی ہو رہی ہے، کبھی گھر کی بیڈ شیٹ پر جھالر لگا کر ڈیزائن بنائے جا رہے ہیں، میں ذرا ماڈرن کوکنگ کر لیتی ہوں، لیکن وہ سادہ کھانا بھی کمال کا بناتی تھیں، ہر کام وقت پر کرنا ان کی خاص عادت ہے، میرا بچپن بڑا سہانا گزرا، اس دور کی یادیں ان کے سنگ آج بھی تڑپاتی ہیں۔

میں انہیں بڑا تنگ کرتی تھی، وہ صفائی کرتیں اور میں پھر گندگی یا خالی ریپر بکھیر دیتی، امی سے شکایت لگتی تو میں کہتی کہ میں نے جان بوجھ کے تو نہیں کیا، مجھے یاد ہی نہ رہا، تو وہ بیچاری کلس کر رہ جاتیں۔

ہائے میں وہ دور کہاں سے لاؤں، میری تمام بدتمیزیوں، شرارتوں کے باوجود پھر بھی مجھ پر اپنی محبت نچھاور کرنے والی ہستی مجھ سے دور چلی گئی ہے۔

مجھے یاد ہے سب ذرا ذرا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو،
نہ وہ دن رہے نہ وہ رات، اب کوئی پاس گزرتا بھی
نہیں کریں کس سے بات

☆......☆......☆

اک درد بلا خیز کا مرکز ہے دل اپنا
مدت سے ہیں اس درد کے خوگر نہیں روتے

محلے میں بھی رشتہ دار دوست احباب سب کے سب ان کی قابلیت کے معترف تھے، وہ مطالعے کی دیوانی ہیں، آج بھی جب آتی ہیں تو پہلے کی طرح "حیا" پڑھنے میں ہماری لڑائی خوب جمتی ہے۔

میں وہ لمحے کہاں سے لاؤں!! پڑھائی میں لاپرواہ ہوں تو کبھی وہ ناراض ہو جاتیں اور کبھی منتوں پر اتر آتیں

کہ پڑھ لو، پھر شاید وقت نہ مل پائے، میں وقت کو کیسے پیچھے لاؤں۔

کوئی وقت کو روک لے ، گیا نہ آئے ہاتھ
آنا پل بھی سو گیا وہ جاتے پل کے ساتھ

انہوں نے ترجمہ قرآن بھی کیا تھا اور اپنی بساط کے مطابق دین کا علم بھی حاصل کیا، باقاعدہ مدرسہ میں تعلیم تو حاصل نہ کی لیکن گھر میں احادیث کی کتب اور دوسری کتب کا وافر ذخیرہ موجود ہے تو وہ اپنے تشنہ لبوں کی پیاس اس طرح بجھا لیتی تھیں، حلقہ دوستی نہایت کم تھا، لیکن جب بھی کوئی ملتا، زیرلب مسکراہٹ سے استقبال کرتی۔

جب ہمارا نیا گھر بن رہا تھا تو ہر کام بڑے چاؤ کے ساتھ کرتی تھیں، نئے گھر کی سیٹنگ خوب جی لگا کے کی اور گھر کا کونہ کونہ ان کے سلیقے کا منہ بولتا ثبوت تھا، شادی سے پہلے میں نے سارے کام کروانے چھوڑ دیئے تھے، لیکن جس دن شادی کی تاریخ رکھی گئی تو کھانا بناتے ہوئے میرا بازو جل گیا، بیچاری کو پھر سارا بکھیرا اسمیٹنا پڑا، نہایت خندہ پیشانی سے ان دنوں میں میری دیکھ بھال کی اور مجھے تھوڑا بہت کام کرنے پر ڈانٹا بھی تھا۔

چھوٹے بھائی کی وجہ سے اکثر پریشان رہا کرتے تھے، لیکن اس کا سب سے زیادہ اثر وہ ہی لیتی تھیں، خود ٹینشن میں رہنا اور دوسروں کو ٹینشن فری رکھنا، بڑا دل گردہ تھا بھئی آپ کا!!

پنجابی کی کہاوت ہے: "دور گیاں یا مرگیاں ای پتے لگدے نیں"۔

تو آج میں ان کے جانے سے اداس بھی ہوں کہ صرف دو بہنوں کی وجہ سے ہمارا گھر گزارا، ایک دوسرے کے بغیر نہ ہوتا ہے نہ تھا، جہاں جانا ہے اکٹھے جانا ہے، کپڑے تک ایک جیسے بنتے، ابو باہر سے فراک لاتے تو میری لڑائی یہ ہوتی کہ آمنہ والی فراک میں لوں گی، میری چھوٹی چھوٹی ضدوں کو بڑی عمدگی سے پورا کرتیں، ان کے بغیر میں جو خالی پن محسوس کرتی ہوں، شاید وہ خود نہ کرتی ہوں، اوئی ماں شامت ہی نہ آجائے۔ہاہاہاہا......

چلو شامت کے بہانے آؤ گی نا، پھر دو دو ہاتھ کرلیں گے، ان کے چلے جانے کے بعد حال یہ ہے کہ

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی

کھانا میرے ہاتھ کا بنا ہوا بڑا پسند ہے، ظاہر ہے بھئی بنی بنائی چیز اور وہ بھی نہایت لذیذ تو کہتے ہیں کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے، امی جان اپنی زیادہ تر باتیں ان سے ہی کرتیں، ظاہر ہے، بھئی حقیقتاً بھی میں کسی کی زیادہ ٹینشن نہیں لیتی، کسی بات کو محسوس نہیں کرتی تو امی کو بھی ایک خلا سا محسوس ہوتا ہے، ظاہر ہے میں ان کی جگہ تو نہیں لے سکتی، لیکن کوشش کرتی ہوں کہ امی کی خدمت میں کوئی کسر نہ رکھوں۔

یہ الفاظ شاید میرے جذبات کو بیان کرنے سے قاصر ہوں، ورنہ ان کی زندگی کے اتنے روشن پہلو ہیں کہ ہزارہا صفحات کالے نیلے ہوسکتے ہیں۔

میری طرف سے یہ سرپرائز تحریر آپ کے نام ہمشیرہ محترمہ میری غلطیوں کو معاف کرنا اور مجھے بھولنا مت۔ رس ملائی کا ادھار باقی ہے، وہ جو ہم میں تم میں ادھار تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو۔ہاہاہاہا

بہرحال صدا خوش رہو، ہمیشہ سہاگن رہو، اپنے گھر کو اپنی اخلاقی روشنیوں سے منور رکھنا، بھیا، باجی، عصمت باجی، صبا اور باباجی کا خیال رکھنا کہ آپ کی خوشیاں ان کے دم قدم سے ہی ہیں۔میری یہ تحریر میرے جذبوں کا ٹوٹا پھوٹا اظہار ہے۔

کیا خاص محفلیں تھیں جو سنسان ہوگئیں
کیا لوگ تھے کہ دے گئے داغ جدائی
میری زندگی کی جو آس تھے وہی لوگ ہم سے بچھڑ گئے
وہ جو دھڑکنوں کی اساس تھے وہی لوگ ہم سے بچھڑ گئے

☆......☆......☆

بچپن کسی کا بھی ہو، تاہم ہر غم سے بے نیاز، ہر فکر سے آزاد، ہر پریشانی سے دور صرف بچپن ہوتا ہے۔اس دور میں کی گئیں شرارتیں، کھیلے گئے کھیل اور کی گئی حرکتیں ہمیشہ یاد رہتی ہیں، بچپن کے کچھ واقعات ایسے ہوتے ہیں جن کی یاد بار بار آتی ہے اور ہر بار ایک نیا لطف دیتی ہے۔اپنی ان یادوں میں ماہنامہ حیا کی قاریات و قارئین کو بھی شامل کرلیجیے۔ہم یہ واقعہ شکریہ کے ساتھ آپ کے نام سے شائع کریں گے۔

ہادیہ حبیب الرحمان

آج میں آپ کو اپنی دوست کی چند باتیں بتانے آئی ہوں، میری چھ دوستیں ہیں:

مومنہ، یہ بہت پیاری اور معصوم ہے، اس کے ابو فوت ہوگئے ہیں، یہ بہت مزاحیہ اور شرارتی ہے۔اس کو ہم پیار سے "چھوٹا پیکٹ" کہتے ہیں اور "قرچو" بھی کہتے ہیں۔اس کا گھر دیندار نہیں تھا لیکن ابو کی وفات کے بعد مومنہ کو بہت زیادہ (Shock) ہوگیا، کیونکہ مومنہ اپنے ابو سے بہت محبت کرتی تھی اور مومنہ رات کو اپنے ابو کے پاس ہی سوتی تھی اور پھر مومنہ نے باقاعدگی سے اور اس کے گھر کے تمام والوں نے نماز شروع کی، پھر مومنہ نے اپنے گھر تبلیغی جماعت بلوائی، جس کے بعد ان کے گھر میں کافی تبدیلی آئی، مومنہ سے مومنہ کے والدہ بھی بہت خوش ہیں، مومنہ کی امی بھی بہت اچھی ہیں، وہ اکثر ہمارے گھر میں آتی ہیں، مومنہ کے ابو اس سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے، وہ اسے پیار سے ڈاکٹر کہتے تھے اور ہمیشہ کہتے تھے کہ میری بیٹی ڈاکٹر بنے گی، اللہ مومنہ اور مومنہ کے گھر والوں کو اسی طرح دین پر قائم رکھے اور ان کی زندگیوں میں برکت عطا فرمائے۔

اب میں پھر کبھی اپنی فرینڈز زرمشا، ثمن، کائنات، مریم اور سمیعہ کی باتیں لے کر حاضر ہوں گی۔

☆......☆......☆

میٹھا میٹھا کھاؤ، میٹھا میٹھا بولو کیوں کہ میٹھے بول میں جادو ہے۔

سوتو آیام

ضروری اشیاء:

مرغی کا گوشت..........1/2-1 کلو
نوڈلز (ابال لیں)..........(سالم کھال سمیت)
نمک..........حسب ذائقہ
چکن کیوب..........ایک عدد
مونگ پھلی کا تیل..........ایک کھانے کا چمچہ
ادرک (کوٹ لیں)......دو چائے کے چمچے
لہسن کے جوے..........دو عدد (کوٹ لیں)
لیمن گراس (چوپ کرلیں)......ایک ڈنٹھل
ہلدی پاؤڈر..........ایک چائے کا چمچہ
دھنیا پاؤڈر..........دو چائے کے چمچے
لیموں کے پتے..........دو عدد

گارنشنگ کے لئے:

ہر پیاز..........چار عدد
بین اسپر واؤٹس (ابلی ہوئی)......ایک کپ
انڈے (سخت ابال لیں)..........دو عدد
آلو (ابال کر سلائس کاٹ لیں)......دو عدد

ترکیب:

سول پین میں مرغی ڈال کر اس میں پانی اتنا ڈالیں کہ گوشت پانی میں ڈوب جائے۔ اس میں نمک شامل کر کے تیز آنچ پر پکائیں، ابال آنے پر ڈھک کر تیس یا پچیس منٹ تک درمیانی آنچ پر پکائیں۔ چولہے سے اتار کر مرغی نکال کر الگ کر لیں اور یخنی کو چھان لیں (یخنی تقریباً چھ کپ ہونی چاہئے)

گوشت سے کھال اور ہڈیاں الگ کردیں اور گوشت کے ریشے کرلیں، سوس پین میں تیل گرم کریں اس میں لہسن، ادرک اور لیمن گراس ڈال کر ایک یا دو منٹ تک پکائیں، اس میں ہلدی پاؤڈر، دھنیا پاؤڈر اور چکن کیوب بھی ڈال دیں مصالحہ بھن جائے تو اس میں الگ کی ہوئی یخنی شامل کر کے مکس کریں اور گوشت کے ریشے اور لائم کے پتے ڈال کر تیز آنچ پر دس منٹ تک پکائیں۔ سرو کرنے سے پہلے اس میں لیموں کا رس شامل کردیں۔

سرونگ ڈش میں ابلے ہوئے نوڈلز ڈالیں اور اس پر سوپ ڈال دیں۔ ابلے ہوئے انڈوں اور آلو، ہری پیاز اور بین سے ڈریسنگ کریں اور گرم سرو کریں۔

☆......☆......☆

رمضان کی رحمتیں

دنیا آج حیران پریشان ہر طرف انسان — بنے ہیں لوگ جدت کے نشے میں عادتاً حیوان
پڑے ہیں لوگ سب ہی نفس وشیطان کی غلامی میں — بھلاتے ہیں خدائی حکم تنگی میں فراخی میں
خزاں چھائی گلستان میں گناہوں کی نحوست سے — جہاں پھر ہوگیا خالی رواداری و اخوت سے
بلاتا ہے مؤذن جب فلاح وخیر کی جانب — نظر آتی ہے سستی پھر طبیعت پر بہت غالب
مخالف ہوگئے انسان سب باہم زمانے میں — لگی ہے دوڑ بس ہر ایک کی دنیا کمانے میں
غریبوں کا جو حق لازم تھا سب خوشحال لوگوں پر — اڑاتے ہیں وہ سب نقدی زمانے بھر کے کھیلوں پر
سجا کر رکھ دیا قرآن بھی ہم نے غلافوں میں — حدیثیں رہ گئی ہے بند کپڑے کی لفافوں میں
ملاوٹ جھوٹ دھوکہ ہے زبانوں پر دکانوں میں — جو بندے من کے سچے تھے وہ بس رہ گئے فسانوں میں
جو عورت تھی کبھی عزت مسلمانوں کے گھر گھر کی — بہت بن ٹھن کے ٹھوکر کھا رہی ہے آج در در کی
چھپایا تھا کبھی چہرہ شریعت کے نقابوں سے — وہ ہستی روٹھتی ہے اب حیا والے حجابوں سے
مسلمانوں کے دل بھی آج گانوں سے بہلتے ہیں — زبانوں پر انہی کو گنگناتے ہونٹ ہلتے ہیں
نہ عزت باپ کی کوئی نہ دل میں ماں کا درجہ ہے — جوان اولاد پر اب بوجھ ان دونوں کا خرچہ ہے
یہ بد اعمالیاں اللہ کو بیزار کرتی ہیں — زمینی آفتیں ہی پھر ہمیں بیدار کرتی ہیں
ترستے سب جو رہتے ہیں ہمیشہ دل کی راحت کو — یہ ہر لمحہ جو سہتے ہیں زمین پر قتل و غارت کو
مہنگائی کا جو آیا ہے یہ طوفان دنیا میں — جو اپنی زندگی سے تنگ ہے انسان دنیا میں
خدا کو کردیا ناراض کیوں جس کی حکومت ہے — یہ سب ہم پر برے اعمال ہی کی تو نحوست ہے
جو دوری رب سے ہوجائے جہنم پھر ٹھکانہ ہے — خدا کی ہو رضا تو دونوں عالم کا خزانہ ہے
مگر رب کی محبت میں بھی اپنی شان یکتا ہے — وہ بخشش کے لئے بندوں کی ہر دم راہ تکتا ہے

بہت سارے بہانوں سے معافی عام دیتا ہے
وہ تائب ہونے والوں کو لپک کر تھام لیتا ہے

ارے تم کو مبارک ہو کہ رمضان پالیا تم نے
یہی ہے خیر کا منبع جسے پھر جالیا تم نے

مہینہ ہے یہ وہ جس میں شیاطین قید ہوتے ہیں
وہ بندوں کے پلٹ جانے سے اپنا چین کھوتے ہیں

ہوا قرآن بھی نازل اسی ماہِ مقدس میں
ہدایت عام ہے رب کی انہی آیاتِ اقدس میں

ملی تھی فتح مکہ میں مسلمانوں کو رمضان میں
جسے فتح مبین کہتا ہے خود فتح قرآن میں

ہے قیمت فرض کی جیسی نفل کی اس مہینے میں
عطائیں ہیں وفائیں ہیں میرے رب کے خزانے میں

ادا اک فرض کرنے پر اجر ستر کا ملتا ہے
عمل کا بیج لگتے ہی اجر کا پھول کھلتا ہے

فرشتوں کا جہنم پر بھی پہرہ سخت ہوتا ہے
جسے پھر موت آئے وہ بہت خوش بخت ہوتا ہے

انہی ایام میں ہر روز جنت کو سجاتے ہیں
ہماری منتظر حوروں کو مہکا کر بٹھاتے ہیں

کشادہ رزق ہوجاتا ہے اس ماہ معظم میں
زمین پر برکتیں آتی ہے اس ماہ مکرم میں

سحر سے شام تک بندے جو اپنی بھوک سہتے ہیں
یہ اپنی ان وفاؤں سے خدا کو جیت لیتے ہیں

جو پیاسے حلق بھوکے پیٹ رب کی یاد آتی ہے
ادا قربانیوں کی کس قدر یہ رب کی کو بھاتی ہے

یہ روزہ رکھنا بندوں کا بہت محبوب ہے رب کو
یہ ان کے منہ کی بدبو مشک سے مرغوب ہے رب کو

ہے اک ہتھیار یہ روزہ گناہوں سے حفاظت کا
ذریعہ یہ بھی ہے اک نفس کے شر سے بغاوت کا

چلو اب آگیا موسم یہ نیکی کی بہاروں کا
ملے گا ایک نیکی پر تمہیں بدلہ پہاڑوں کا

منادی آسمان کا روز اک اعلان کرتا ہے
سوالی کوئی ہے تو آئے رب فیضان کرتا ہے

اگر تم مغفرت چاہو تو پھر لو آ کے جھولی میں
جو چاہے مانگ لے ہر ایک انسان اپنی بولی میں

یہ پہلا عشرہ ہے رمضان کا رحمت برسنے کا
سبھی محرومیاں زائل گیا اب دل ترسنے کا

معافی مانگ لے ہر ایک اپنے سب گناہوں سے
جو مجرم توبہ کرلے وہ نہیں گرتا نگاہوں سے

ہے اس کا دوسرا عشرہ خدا کی مغفرت والا
بہت ہی خوب رب کا فیصلہ ہے مصلحت والا

عمومی مغفرت سے خوب سب کا دل لبھاتے ہیں
جہنم سے خلاصی روز ہی دس لاکھ پاتے ہیں

ملک آمین کہتے ہیں ہماری سب دعاؤں پر
ترانہ مغفرت کا ہے پرندوں کی زبانوں پر

جہنم سے برأت کا ہے پھر وہ آخری عشرہ
بجھا دے گا جہنم کو فقط آنسو کا اک قطرہ

اسی ماہِ مقدس میں سنو ایک رات ہے ایسی
نہیں پائی کسی امت نے پہلی رات اس جیسی

ہے اسی سال کی خالص عبادت سے یہ شب افضل
جو ناقدرے ہیں اس شب کے، ہیں اپنی عقل سے پیدل

اسی شب میں عبادت پر کیا وعدہ ہے جنت کا
وہی تو گھر ہے مؤمن کا وہی مسکن ہے لذت کا

فرشتے اترتے آسماں سے ہے قطاروں میں
چمک اس رات بڑھ جاتی ہیں نورانی ستاروں میں

شب آخر بھی پھر رمضان کی لاتی ہے عجب تحفہ
خدا دیتا ہے اس میں درگزر کا قیمتی ہدیہ

سمندر مغفرت کا رب جو پورا ماہ بہاتا ہے
برابر اس کے مجموعے کے آخر شب بڑھاتا ہے

یہ اک موقع جو آیا ہے معافی مانگ لینے کا
یہی ہے وقت نافرمانیوں پر خوب رونے کا

سریلے ڈھنگ سے رمضان میں قرآن کو پڑھنا
دعا میں خوب اپنے رب سے تم سرگوشیاں کرنا

تراویح میں کھڑے ہوکر ختم قرآن کا کرنا
اسی کو پڑھ کے جنت کے سبھی درجوں پہ تم چڑھنا

تمہارا نفس بہکا کر تمہیں مغرور نہ کردے
کہیں ابلیس کا ساتھی تمہیں مجبور نہ کردے

ضروری ہے حفاظت اپنے سب اعمال کی کرنا
نمازیں پڑھنا روزے رکھنا پاکی مال کی کرنا

گزارو زندگی پوری یہ آقا کی اطاعت میں
جگہ پھر تم بھی پالو گے محمد کی شفاعت میں

بچانا اپنا روزہ تم زمان کے شر و آفت سے
کسی سے بات جو کرلو تو نرمی سے شرافت سے

لجاجت خوب کرلو اپنے رب سے اس مہینے میں
سفر ہو زندگی کا پورا اسلامی سفینے میں

محافظ تم بھی گر رہے اپنی نمازوں کے
مناظر دیکھ لو گے خود ہی برکت کے عطاؤں کے

اگر تم سیکھ نہ پائیں حکم کو مان کر چلنا
تو پھر یونہی مصائب کی دہکتی آگ میں جلنا

رہیں گے ایسے ہی حالت دنیا میں تباہی کے
قریب ہوتے رہیں گے دن بدن انسان خرابی کے

الٰہی نام شامل کر ہمارا خوش نصیبوں میں
ہمارا نام بھی لکھ دے تو جنت کے مکینوں میں

ہمیں آزاد کر دے تو جہنم کی حرارت سے
بچالے ہم کو بھی تو نفس و شیطان کی شرارت سے

تو دے دے مرتبہ اپنے یہاں مقبول بندوں کا
اجالے سے بدل اندھیر تو بے نور قبروں کا

اگر تو چاہ لے یا رب سدھر حالات جائیں گے
یہ بدعملی ختم ہوگی یہ بندے چین پائیں گے

کروڑوں رحمتیں نازل الٰہی مصطفیٰ پر کر
سلاموں کی بھی بارش تو محمد مجتبیٰ پر کر

جگا دے تو الٰہی اس مبارک ماہ سے غافل کو
عطا کر مغفرت پوری انس کو اور راحل کو

☆......☆......☆

دعائے صحر سے پھر بجلیاں بھر دے سفینوں میں

شہادت رتبہ اولیٰ محبت کے قرینوں میں
یہ بھڑکی آگ اب اس ساری بستی کے مکینوں میں

وفا جس سے نبھاؤ گے اسی کے ساتھ جاؤ گے
ہے یہ خوشخبریاں محبوب جان کے ہم نشینوں میں

وہ سوزِ دل و چشم تر تڑپ دعوت کی ہر ایک تک
گراں تحفے یہ امت کو دیئے سارے خزینوں میں

یہاں دندان اقدس واں مبارک خون کے قطرے
کہ ہے جنت کے سنگ میل احد کے ان دفینوں میں

کیوں طائف،، بدر خندق کے رستے چھوڑ بیٹھے ہو
تو جنت ڈھونڈتے پھرتے ہو بولو کن زمینوں میں

سلگتی ہے دعاؤں سے ہواؤں سے نہیں بجھتی
محبت کی جو چنگاری جلی شہدا کے سینوں میں

احد میں حمزہ و مصعب کی عبداللہ کی شان دیکھو
ہے ہیر لال ایسے لوگ مٹی کے دفینوں میں

چلا دے توبہ و انفعال سے راتوں میں موجوں کو
دعائے صحر سے پھر بجلیاں بھر دے سفینوں میں

میرے ایمان کے ساتھی یہ جا یوں مت گنوا دینا
کہ تلواروں کے ستائے ہیں تیری منزل کے زینوں میں

دلوں کو اے میرے اللہ جو ذوق طلب بخشا
تو اب سجدے کے تیرے ہی نام کے ہے ان جبینوں میں

☆......☆......☆

باطل سے کبھی حق نہ دبا ہے نہ دبے گا

باطل سے کبھی حق نہ دبا ہے نہ دبے گا
روکنے سے یہ سیلاب رکا ہے نہ رکے گا

سینوں میں محمد کی لگن اور بڑھے گی
آندھی سے یہ شعلہ نہ بجھا ہے نہ بجھے گا

کانٹے نہیں،تم راہ میں بارود بچھا دو
گھوڑوں سے حسینوں کو گرا سکتے ہو لیکن
لاشوں پہ کھڑے ہو کے نہ واویلا مچاؤ
کیا تم سے رکھے قوم بھلائی کی توقع
ایمان سے خالی ہے دل و ذہن تمہارے
اللہ کے بندوں پر ستم توڑنے والا
تاریخ لکھا کرتے ہیں جو خون سے اپنے
کٹ جائیں گے ظالم کی حمایت نہ کریں گے

پیچھے قدم اپنا نہ ہٹا ہے نہ ہٹے گا
سچائی کا پرچم نہ گرا ہے نہ گرے گا
قاتل کبھی مظلوم بنا ہے نہ بنے گا
دلدل میں کوئی پھول کھلا ہے نہ کھلے گا
پانی کبھی چھلنی میں بھرا ہے نہ بھرے گا
اللہ کی لاٹھی سے بچا ہے نہ بچے گا
نام ان کا، نشان ان کا ،مٹا ہے نہ مٹے گا
سر اپنا مظفر نہ جھکا ہے نہ جھکے گا

(انتخاب:......ش بنت عمر خان گنڈہ پور کلاچی)

☆......☆......☆

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

میرے وردِ لب ہے نبی نبی میرا دل مقام حبیب ہے
میں مریض عشق رسول ہوں وہ حبیب میرا طبیب ہے
میں غم والم میں ہوں مبتلا کرلے کون آکر مری دوا
میرا دو جہاں میں ترے سوا شاہا اور کون طبیب ہے
میں بہت امیر و کبیر ہوں درِ مصطفیٰ کا فقیر ہوں
شہہ دو سرا کا اسیر ہوں میرا رفعتوں میں نصیب ہے
وہ بھی دن تھے کیا کہ ملائکہ میرے سامنے تھے یوں سرنگوں
وہ عروج میرے نصیب کا یہ زوال کتنا عجیب ہے
میرے ورد لب ہے نبی نبی میرا دل مقام حبیب ہے
میں مریض عشق رسول ہوں وہ حبیب میرا طبیب ہے

(انتخاب:......شیرین گل، پشاور)

☆......☆......☆

ایک ماں ہے،جو کبھی خفا نہیں ہوتی!!

ماں نہ ہوگی تو وفا کون کرے گا — ممتا کا حق ادا کون کرے گا
یا رب تو ہماری ماؤں کو سلامت رکھنا — ورنہ ہمارے جینے کی دعا کون کرے گا
لبوں پر اس کے بد دعا نہیں ہوتی — بس ایک ماں ہے جو کبھی خفا نہیں ہوتی

بات کرتے ہیں

لوگوں پھولوں کی بات کرتے ہیں — ہم نے کانٹوں سے زخم کھائے ہیں
لوگ لہجے کی بات کرتے ہیں — ہم نے اشاروں سے زخم کھائے ہیں
لوگ جوابوں کی بات کرتے ہیں — ہم نے سوالوں سے زخم کھائے ہیں

لوگ شاطر لوگوں کی بات کرتے ہیں — جنہیں ہم معصوم سمجھ بیٹھے ہم نے تو ان سے بھی زخم کھائے ہیں

(انتخاب:......حافظہ وسطیٰ چوہدری، ملتان)

مدینے کے شام وسحر

کس کی دعا کا اثر دیکھ آئے — مدینے کی شام و سحر دیکھ آئے
مدینے کے کوچے مدینے کی گلیاں — محمدؐ کے ہم رہ گزر دیکھ آئے
وہ طیبہ کے دشت وجبل اور صحرا — وہاں کے شجر اور حجر دیکھ آئے
وہ سر سبز گنبد پہ شبنم کے قطرے — مقدر سے باچشم تر دیکھ آئے
وہ پُرنور روضہ، مکیں جس کے سرور — نظر تو نہ اٹھی مگر دیکھ آئے
منور وہ روضہ کی جالی کی جانب — لرزتے ہوئے اک نظر دیکھ آئے
وہ ازواج کے گھر وہ ابواب رحمت — خوشا ہم بھی وہ بام و درد دیکھ آئے
بقیع مبارک صحابہؓ کا مدفن — فدا جس پہ شمس و قمر دیکھ آئے
حقیقت میں یہ میرے رب کا کرم ہے — حبیب خدا کا جو گھر دیکھ آئے

(انتخاب:......استاللہ طالعہ)

☆......☆......☆

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک

میانہ قد سفید و سرخ جسم سرور عالم
بلند و بالا وہ لوح جبیں شفاف و نورانی
روش تھی ناف تک وہ سینے سے بالوں کی پتلی سی
جھکی پلکیں بڑی آنکھیں نشیلی اور شرمیلی
حسین و دل ربا و خوبصورت اور خدا دیدہ
سیہ دیدہ اور پوشیدہ جمال حق کی تابانی
وہ اونچی نرم ونازک ناک جو چہرے کی زینت ہے
تھے دندان مبارک آپ کے خورشید کے ذرے
سر اقدس بڑا سب سے نمایاں گول اور اونچا
سیہ زلفوں میں پوشیدہ شب و جور کا عالم
بھری چوڑی ہتھیلی نرم اور دست کرم لمبے
سفید و صاف اور شفاف خوشبو دار تھیں بغلیں
برابر تھے شکم اور سینہ پر دونوں ہی
بہت ہی خوشنما تھیں انگلیاں سب پائے اقدس کی
غرض کونین میں اس جسم اطہر کا نہیں ثانی
کوئی ان سے حسین شے ہوتو تشبیہ اس سے دیدیں ہم

کشادہ سینۂ اقدس گداز نرم و مستحکم
مہہ و خورشید کو ہے جس کے آگے سخت حیرانی
کہ جیسے چاند کی آغوش میں ہو شاخ سنبل کی
سفیدی میں ملی سرخی منور اور چمکیلی
بروں پر سرمہ سورۂ دروں وہ نور کا جلوہ
سمائے ہیں نہ جانے کتنے اس میں جلوے نورانی
نہاں ہر سانس کے اندر بہار کیف جنت ہے
شب تاریک میں تاروں سے زیادہ جو چمکتے تھے
ہزاروں میں ہزاروں سے بلند و برتر و بالا
نہایت نرم چمکتے برائے نام پیچ و خم
نہایت خوبصورت انگلیاں لمبی قرینے سے
نہیں تھے بال جن میں مشک وعنبر بار تھیں بغلیں
تھی دونوں پنڈلیاں شفاف وروشن گول اور سیدھی
انگوٹھے کے قریں انگلی جو تھی وہ سب لانبی تھی
سراپا صرف وہ تھے مظہر آیات قرآنی
وہ عالم سے نرالے جب ہیں کامل سرور عالمؐ

☆......پتھر سے زیادہ طاقتور چیز لوہا ہے، جو پتھر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔

☆......لوہے سے طاقتور آگ ہے جو لوہے کو پگھلا دیتی ہے۔

☆......آگ سے طاقتور پانی ہے جو آگ بجھا دیتی ہے۔

☆......پانی سے طاقتور بادل ہیں جو پانی کو اٹھائے پھرتے ہیں۔

☆......بادلوں سے طاقتور ہوا ہے، جو بادلوں کو اٹھائے پھرتی ہے۔

☆......ہوا سے طاقتور اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں۔

☆......فرشتوں میں زیادہ طاقتور حضرت عزرائیل ہے جو ان کو موت دیں گے۔

☆......عزرائیل سے زیادہ طاقتور موت ہے، جو عزرائیل کو بھی مار دے گی۔

☆......موت سے طاقتور اللہ رب العزت ہیں جو موت کو بھی ٹال دیں گے۔

☆......☆......☆

سورتیں اور ان کے خواص

سورۃ الفاتحہ	اللہ کے غضب سے بچاتی ہے۔
سورۃ یٰسین	قیامت کے دن پیاس سے، بچائے گی۔
سورۃ الدخان	قیامت کی ہولناکیوں سے، بچائے گی۔
سورۃ الواقعہ	فقر و فاقہ سے بچاتی ہے۔
سورۃ الملک	عذاب قبر سے، بچائے گی۔
سورۃ الکوثر	دشمنوں کی دشمنی سے، بچاتی ہے۔
سورۃ الکافرون	موت کے وقت کفر سے بچائے گی۔
سورۃ الاخلاص	منافقت سے بچاتی ہے۔
سورۃ الفلق	حاسدوں کے حسد سے، بچاتی ہے۔
سورۃ الناس	وسوسوں سے بچاتی ہے۔

(علامہ جلال الدین سیوطیؒ)

☆......☆......☆

فرض نمازوں کے پانچ ہونے کی حکمت

☆......جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے لئے تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازوں کا تحفہ عطا کیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بار بار سفارش پر پینتالیس نمازیں معاف ہوگئیں، مگر اصول بنا دیا گیا کہ ''جو ایک نیکی لائے گا، اس کو دس گنا اجر دیا جائے گا۔'' یعنی امت محمد یہ پڑھے گی تو پانچ نمازیں مگر اجر پچاس کا ملے گا۔

☆......انسان کی زندگی میں پانچ نعمتیں نمایاں ہیں: (۱) کھانا۔ (۲) پینا۔ (۳) مکان۔ (۴) سواری۔ (۵) بیوی بچے۔ جو بندہ پانچ وقت نماز پڑھتا ہے، وہ ان نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے۔

☆......انسانی جسم میں پانچ حواس ہیں: (۱) دیکھنے کی حس۔ (۲) سننے کی حس۔ (۳) چکھنے کی حس۔

جبین اقدس جہاں جھکی ہے وہ سجدہ گاہیں ترس رہی ہیں
جو نور افشاں تھیں لحظہ لحظہ حضورؐ انور کے دم قدم سے
وہ جلوہ گاہیں تڑپ رہی ہیں وہ بارگاہیں ترس رہی ہیں
صبائے بطحہ غموں سے پُر ہے فضائے اقصیٰ بھی دکھ بھری ہے
اب ایک مدت سے حال یہ ہے اثر کو آہیں ترس رہی ہیں
خیال فرما کہ چشم عالم تیری ہی جانب لگی ہوئی ہے
نفیس کیسا یہ وقت آیا سلوک و احساں کے سلسلوں پر
جہاں مشائخ کے رونقیں تھیں وہ خانقاہیں ترس رہی ہیں

(انتخاب:......سونیا کرن)

☆......☆......☆

جب پنچھی سارے اڑ جائیں ہر سمت اندھیرا چھا جائے
جب گزری باتیں یاد آئیں اور بیتے لمحے تڑپائیں
ملنے کو جب جی چاہے مت تنہا تنہا گھبرانا
تم پاس میرے آجانا ہاں! پاس میرے آجانا

☆......☆......☆

خدا کرے تمہیں اتنا عروج حاصل ہو کہ آسماں تمہاری وسعتوں پہ ناز کرے
زندگی کی ہر فضا میں یاد رکھنا اپنی دل کی صداؤں میں یاد رکھنا
بس یہ ہی تحفہ کافی ہے میرے لئے آپ کا خلوص دعا سے اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا

☆......☆......☆

کچھ باتیں تھیں پھولوں جیسی کچھ خوشبو جیسے لہجے تھے
میں شہر چمن میں ٹہلوں تو کچھ دوست بہت یاد آتے ہیں

☆......☆......☆

تمنا پاک، دل معصوم، فطرت کس قدر سادہ کہ تم میں سادگی ہی سادگی معلوم ہوتی ہے

(انتخاب:......کرن صابر، کمالیہ)

☆......☆......☆

اے میرے نبیؐ پیارے نبیؐ

اے میرے نبیؐ پیارے نبیؐ سنت تیری دنیا اُدی
تو ہی شفاعت کی اماں اے رحمۃ للعالمین
کوئی نہیں تجھ سا نہیں اے رحمۃ للعالمین
تیرے در پہ آئے جو دامن کو بھر لے جائے وہ
ان جالیوں کی شان کیا اک نظر ہم پر بھی ہو

باد صبا ان کو بتا اس درد کی ہے کیا دوا
میں تو مریضِ عشق ہوں دے گی شفا ان کی عطا
دیکھ لے مجھ کو ذرا تیرے در پہ ہوں کھڑا
تیرے عشق میں رہوں رات دن میری ہے بس یہ دعا
تو ہی شفاعت کی اماں اے رحمۃ للعالمین
کوئی نہیں تجھ سا نہیں اے رحمۃ للعالمین

(انتخاب:......ارفع لیاقت، کمالیہ)

☆......☆......☆

ہے سایہ فگن تیری، رحمت مجھ پہ تیری

ہے سایہ فگن تیری — رحمت مجھ پہ تیری
میں مانگوں تجھ سے — میں مانگو تجھ سے
ہے سایہ فگن تیری — رحمت مجھ پہ تیری
ہیں عطا و بخشش کے تیری — انبار مجھ پہ تیری
میں مانگوں تجھ سے — میں مانگوں تجھ سے
ہیں نعمتوں کے تیری — پہاڑ مجھ پہ تیری
میں مانگوں تجھ سے — میں مانگوں تجھ سے
ہے سایہ فگن تیری — رحمت مجھ پہ تیری
کروں میں سوال تجھ سے — کروں میں گریہ زاری تجھ سے
میں مانگوں تجھ سے — میں مانگوں تجھ سے
مولا میرے، مانگوں تجھ سے — تو کر دے کرم مجھ پہ تیری
ہے سایہ فگن تیری — رحمت مجھ پہ تیری
میں مانگوں تجھ سے — مولا میرے مانگوں تجھ سے
ہے التجا میری تجھ سے — کر دے تو درگزر مجھ سے
کردے تو درگزر مجھ سے — ہے سایہ فگن تیری
رحمت مجھ پہ تیری — مولا میرے مانگوں تجھ سے
کروں جو میں سرگوشی تجھ سے — سن لیتا ہے تو پہلے مجھ سے
میں مانگوں تجھ سے — میں مانگوں تجھ سے
کرتی ہوں مولا میرے — تیری محبت کا سوال تجھ سے
کردے تو عطا اپنی محبت — اپنی رحمت سے مجھ کو
واسطے اس محبت کے — جو تو کرتا ہے مجھ سے
مولا میرے مانگوں تجھ سے — ہے سایہ فگن تیری

میں مانگوں تجھ سے — میں مانگوں تجھ سے

(انتخاب:......صبا یونس)

☆......☆......☆

اپنے آنگن میں بیٹیاں جلادینا

اونچے اونچے ناموں کی تختیاں جلا دینا — ظلم کرنے والوں کی وردیاں جلا دینا
دربدر بھٹکنا کیا دفتروں کے جنگل میں — بیلچے اٹھالینا، ڈگریاں جلادینا
موت سے جو ڈر جاؤ، زندگی نہیں ملتی — جنگ جیتنا چاہو کشتیاں جلادینا
پھر بہو جلانے کا حق تمہیں پہنچتا ہے — پہلے اپنے آنگن میں بیٹیاں جلادینا

☆......☆......☆

سر سے کلاہ ہاتھ سے دستا رکھ چلے — اک سر بچا تھا وہ بھی سر راہ رکھ چلے
شاید ہمارے بعد ہوا ساز گار ہو — ہم اک چراغ پھر سر دیوار رکھ چلے

(انتخاب:......حفصہ بنت سعید، میانوالی)

☆......☆......☆

ایک خدا

ایک خدا کے بندے ہیں ہم یکدل ہیں یکجاں ہیں
ہم ہیں روشن مستقبل امیدِ پاکستان ہیں
عزم جواں ہے سینے میں اور جذبے فولادی ہے
شر سے جنگ ہماری ہے ہر فتن کی بربادی ہے
ہر لہرہ دشمن کے لئے دہشت کا سامان ہے
ایک خدا کے بندے ہیں ہم یکدل ہیں یکجان ہیں
ہم ہیں روشن مستقبل امید پاکستان ہیں
ظلمت کا کیا خوف ہمیں، کب اندھیروں سے ڈرتے ہیں
علم کی شمع تھام کے ہم تاریکی سے لڑتے ہیں
سورج کی کرنیں ہیں کیا ہم تنویر ایمان ہیں
ایک خدا کے بندے ہیں ہم یکدل ہیں یکجاں ہیں
ہم ہیں روشن مستقبل امیدیں پاکستان ہیں
چشم پلک نے صدیوں پہلے ہی منظر بھی دیکھا تھا
چند نہتے لوگوں نے جب تخت قیصر الٹا تھا
جن کا ہے مقدر ہم وہ شیر جوان ہیں
ہم ہیں روشن مستقبل امیدیں پاکستان ہیں
ایک خدا کے بندے ہیں ہم یکدل ہیں یکجاں ہیں

ہم نے علم توحید کا تھاما ہر بت کو مسمار کیا
اللہ کے محبوب کی الفت سے دل کو سرشار کیا
پاکؐ نبی کی حرمت پر سب مرد و زن قربان ہیں
ہم ہیں روشن مستقبل امید پاکستان ہیں
ایک خدا کے بندے ہیں ہم یکدل ہیں یکجاں ہیں
گرم لہو سے ہم نے ہی اس گلشن کو سیراب کیا
پھولوں کو مہکایا ہم نے ذروں کو مہتاب کیا
اپنا چمن ہے کل ہے اپنا ہم ہی باغبان ہیں
ہم ہیں روشن مستقبل امید پاکستان ہیں
ایک خدا کے بندے ہیں ہم یکدل ہیں یکجاں ہیں

☆......☆......☆

پیارا وطن

اپنے پیارے وطن کو سجائیں گے ہم
ذرے ذرے کو سورج بنائیں گے ہم
دشمن حق کی گردن اڑائیں گے ہم
اپنی جرات و ہمت دکھائیں گے ہم
اپنے پیارے وطن کو سجائیں گے ہم
ہم بہادر جواں اور شہہ زور ہیں
شہر کے ظالموں کو مٹائیں گے
کوئی دشمن نہ غدار باقی رہے
اپنا سکہ جہاں میں بٹھائیں گے ہم
اپنے پیارے وطن کو سجائیں گے ہم
کوئی روکے گا کب تک ہمارے قدم
نسل طوفاں زمانے بٹھائیں گے ہم
شہسوارانِ قوموں و وطن کو صدا
قصۂ عزم و ہمت سنائیں گے ہم
اپنے پیارے وطن کو سجائیں گے ہم
چاند تاروں کی بزم غرب میں صدا
مسکرائیں گے ہم گنگنائیں گے ہم
ہم مجاہد یہ نگہبان سالار ہیں
اپنے خون سے وطن کو سجائیں گے ہم
اپنے پیارے وطن کو سجائیں گے ہم
لے کے ہاتھوں میں پرچم و قرآن کو
بجلیاں ظالموں پہ گرائیں گے ہم
عزم وہمت پہ شاداں اگر کام ہیں
مثل گل ایک دن مسکرائیں گے ہم

☆......☆......☆

باب رحمت

کھلا ہے سبھی کے لئے باب رحمت
یہاں کوئی رتبے میں ادنیٰ نہ عالی
مرادوں سے دامن نہیں کوئی خالی
قطاریں لگائیں کھڑے ہیں سوالی
کھلا ہے سبھی کے لئے باب رحمت
میں پہلے پہل جب مدینے گیا تھا
تو تھی دل کی حالت تڑپ جانے والی
وہ دربار سچ مچ میرے سامنے تھا
ابھی تک تصور تھا جس کا خیالی
کھلا ہے سبھی کے لئے باب رحمت

میں اک ہاتھ سے دل سنبھالے ہوئے تھا
تھی دوسرے ہاتھ روضے کی جالی
دعا کے لئے ہاتھ اٹھتے تو کیسے
نہ یہ ہاتھ خالی نہ وہ ہاتھ خالی
کھلا ہے سبھی کے لئے باب رحمت
جو پوچھا ہے تم نے کہ، میں نظر کرنے کو کیا لے گیا تھا
تو تفصیل سن لو
تھا نعتوں کا اک ہار، اشکوں کے موتی
درودوں کا گجرا سلاموں کی ڈالی
کھلا ہے سبھی کے لئے باب رحمت
دھنی اپنی قسمت کا ہے تو وہی ہے
دیار نبی جس نے آنکھوں سے دیکھا
مقدر ہے سچا مقدر اسی کا
نگاہیں کرم جس نے آقا پہ ڈالی
کھلا ہے سبھی کے لئے باب رحمت
یہاں کوئی رتبے میں ادنیٰ نہ عالی
مرادوں سے دامن نہیں کوئی خالی
قطاریں لگائیں کھڑے ہیں سوالی

(انتخاب:......محمد عمر، عشرہ بنت محمد صادق، رشید آباد ملتان)

☆......☆......☆

پیاری بیٹی دعا کے نام

دعا تو نے جیون میں خوشیاں بھریں
دعا تیری خوشیوں میں رتیاں جگہیں
دعا آج کیسے جدا ہوگئی
میرے آنگن سے کیسے وداع ہوگئی
تو تو پھولوں کی مانند دعا کھلتی تھی
تو تو ہر حال میں با رضا کھلتی تھی
تو نے کیسا تہیہ عجب کرلیا
تونے بچھڑنے کا کیسا سبب کرلیا
اتنی جلدی بھی کیا تھی او میری دعا!!
تیری مرضی ہے کیا تھی میری صدا
کہ ادھوری ہانی میری چھوڑ دی
اپنی سانسوں کی مالا یہیں توڑ دی
تجھ کو جینا سکھاتی میں ہر گام پر
تجھ کو لوری سناتی میں ہر شام پر
تیری آنکھوں کو، ہونٹوں کو، گالوں کو میں
تیری زلفیں سجاتی تیرے نام پر
اتنا سوچا تھا تجھ کو سدھائیں گے ہم
ہاں تجھے دین و دنیا پڑھائیں گے ہم
تیرا اچھا بھلا سب بتائیں گے ہم
تجھکو بچپن کی باتیں سنائیں گے ہم
کیسے ہنستی تھی، روتی تھی، کیسے تو کب
چھوٹی موٹی شرارت تو کرتی تھی جب
تیرا ہر اک انداز آتا پسند
تیری ننھی صداقت پہ ہنستے تھے سب
تو نے یہ سب نہ کہنے کا موقع دیا
ہاں دعا کچھ نہ کرنے کا موقع دیا
میرے سب خواب اب چکنا چور ہوگئے
میری آنکھوں سے، نیندوں سے دور ہوگئے
تو نے کچھ نہ بتایا کہاں چل پڑی
کچھ سنا نہ سنایا کیا جلدی تھی
تیرے بن ہم ادھورے ہیں میری دعا
کرکے کوئی بہانہ تو پھر لوٹ آ
ورنہ آگن میں خوشیاں نہیں آئیں گی
تیرے بن یہ بہاریں نہیں بھائیں گی
مجھ کو اتنا صرف تو بتاتی دعا
وقت جانے کا آ پہنچا ہے ماما
میں چلی جاؤں مجھ کو تو اتنا بتا
تو بتاتی تو کیا روک سکتی تھی میں
اس سے بڑھ کے پیار جتنا کرتی تھی میں
پر نہ جانے کیوں کیسا موڑ آگیا
جس میں دو دل بچھڑنے کا دور آگیا
جس میں دو دل بچھڑنے کا دور آگیا

(انتخاب:......راحیلہ آصف، اٹک)

قارئین کے قلم سے

"ماہنامہ حیا" کی قاریات کے لئے ایک رنگارنگ انتخاب جو آپ کے بھیجے ہوئے شہ پاروں، ادبی نگارشات اور آپ کی اپنی تخلیقات سے آراستہ کیا جارہا ہے۔ "گلدستہ حیا" آپ کی منتخب کی ہوئی خوشبو سے معطر ہے۔ تاہم تحریر کے انتخاب کے وقت اس کے معیار کا ضرور خیال رکھئے۔ تحریر صاف اور ایک لائن چھوڑ کر لکھئے۔ جس کتاب یا مصنف یا شاعر کے کلام سے تحریر اخذ کی گئی ہے اس کا حوالہ بھی ضرور دیجئے۔

دس انبیاء کو دس علوم ملے

اللہ رب العزت نے دس انبیاء علیہم السلام کو دس علوم کے لئے چنا:

☆...... حضرت آدم علیہ السلام کو "علم الاسماء" عطا فرمایا۔

☆...... حضرت ادریس علیہ السلام کو "علم قلم" عطا فرمایا۔

☆...... حضرت نوح علیہ السلام کو "حلال وحرام" کا علم عطا فرمایا۔

☆...... حضرت ابراہیم علیہ السلام کو "علم مناظرہ" عطا فرمایا۔

☆...... حضرت داؤد علیہ السلام کو "فصل الخطاب" کا علم عطا فرمایا۔

☆...... حضرت سلیمان علیہ السلام کو "علم منطق الطیر" عطا فرمایا۔

☆...... حضرت موسیٰ علیہ السلام کو "علم مناجات" عطا فرمایا۔

☆...... حضرت یوسف علیہ السلام کو "تعبیر الرؤیا" کا علم عطا فرمایا۔

☆...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو "علم حکمت" عطا فرمایا۔

☆...... سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے "علم الاولین والآخرین" عطا فرمایا۔

(انتخاب:...... میمونہ بنت عبدالحق، میر پور خاص)

اسمائے حسنیٰ کے معنی اور خواص

ترمذی شریف کی روایت میں جو اسمائے حسنیٰ اور صفات خداوندی مذکور ہیں اور اللہ تعالیٰ کے جن ناموں کے بارے میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے ان ننانوے (۹۹) مبارک ناموں کو یاد کیا، وہ جنت پہنچ گیا، ان میں سے ہر ایک اسم کے معنی اور خواص الگ الگ ہیں، آپ ان ناموں کے فوائد وبرکات جان کر ان کا خوب ورد کریں اور جنت میں پہنچ جائیں۔

اسمِ "اللہ" کے معنی اور خواص

اللہ جل جلالہ:...... (یہ ذاتی نام ہے، معبود برحق، خدا تعالیٰ، معبود حقیقی)

خواص

(۱)...... روزانہ ایک ہزار (۱۰۰۰) بار پڑھنے سے کمال یقین نصیب ہوتا ہے۔

(۲)...... جمعہ کے دن نماز سے پاک وصاف ہوکر خلوت میں پڑھنے میں مقصود آسان ہوجاتا ہے، خواہ کیسا ہی مشکل ہو۔

(۳)...... جس مریض کے علاج سے اطباء عاجز ہوگئے ہیں اس پر پڑھا جائے تو اچھا ہوجاتا ہے، بشرطیکہ موت کا وقت نہ آگیا ہو۔

(۴)...... ہر نماز کے بعد سو (۱۰۰) بار پڑھنے والا صاحب باطن وصاحب کشف ہوجاتا ہے۔

(۵)...... چھیاسٹھ (۶۶) بار لکھ کر دھو کر مریض کو پلانے سے اللہ تعالیٰ شفا عطا فرماتا ہے، خواہ آسیب کا اثر کیوں نہ ہو۔

(۶)...... آسیب زدہ کے لئے کسی برتن پر (اللہ) اس برتن کی گنجائش کے بقدر لکھ کر اس کا پانی آسیب زدہ پر چھڑکیں تو اس پر مسلط شیطان جل جاتا ہے۔

(۷)...... جو ہر نماز کے بعد سات (۷) بار (ھو اللہ الرحیم) پڑھتا رہے گا، اس کا ایمان سلب نہ ہوگا اور وہ شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا۔

(۸)...... جو شخص ایک ہزار (۱۰۰۰) بار (یا اللہ یا ھو) پڑھے گا اس کے دل میں ایمان اور معرفت کو مضبوط کر دیا جائے گا۔

(۹)...... جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز پڑھ کر قبلہ رُخ بیٹھ کر مغرب تک (یا اللہ و یا الرحمٰن) پڑھتا رہے گا، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ سے جو چیز مانگے گا، اللہ تعالیٰ اس کو عطا فرمائیں گے۔

(انتخاب:...... رافعہ عبدالغنی، غلہ منڈی کمالیہ)

☆......☆......☆

دس چیزیں

☆...... دنیا میں سب سے سخت پتھر ہے۔

(انتخاب:.......بنت حافظ محمود قریشی)

☆......☆......☆

آسانی ہو جائے گی روٹھے رب کو منانے میں

صل علیٰ نبینا صل علیٰ محمد — صل علیٰ شفیعنا صل علیٰ محمد
ہر دن گزرے میرا یونہی ان کی نعتیں سنانے میں — ہر شب بیتے میری یونہی ان کی نعتیں بنانے میں
صل علیٰ نبینا صل علیٰ محمد — صل علیٰ شفیعنا صل علیٰ محمد
ان پر درود پڑھوں میں اتنا اور وہ راضی ہو جائیں — یوں آسانی ہو جائے گی روٹھے رب کو منانے میں
عاشقوں جب نعت سناؤ سبحان اللہ کہتے جاؤ — تم بھی شامل ہو جاؤ گے نعت رسول سنانے میں

(انتخاب:.......بنت حافظ محمود قریشی)

☆......☆......☆

مل بیٹھنے کا سماں

یہ دوریا مجبوریا اے کاش ہوتی نہ کبھی — مل بیٹھنے کا وہ سماں، ہوتے اکٹھے تھے سبھی
خوشیوں سے دل سرشار تھے وہ دن جو روشن تھے کبھی — ہائے وہ دن کیا ہوئے وہ راتیں کہاں جا کر چھپیں
اے کاش وہ سماں آ جائے پھر واپس کبھی — آنکھوں میں آئے پھر چمک چہروں پہ آئے تازگی
اندر ہی جب سونے ہوئے، آئے کہاں سے تازگی — دل پھول سے کملا گئے ان کی مہک جاتی رہی

☆......☆......☆

سہیلیاں

علم کی راہوں میں کچھ لوگ ملتے ہیں بچھڑ جاتے ہیں — کتنے حسین ہوتے ہیں وہ لمحے جو یوں ہی گزر جاتے ہیں
دن بیت جاتے ہیں سہانی یادیں بن کر — باتیں رہ جاتی ہیں کہانی بن کر
پر سہیلیاں تو ہمیشہ دل کے قریب رہیں گی — کبھی مسکان تو کبھی آنکھوں کا پانی بن کر

☆......☆......☆

رب کے اختیار میں کیا نہیں — وہ تمہیں اس طرح سے نوازے
تمہاری ساری دعائیں قبول ہوں — تمہارے لب پہ کوئی دعا نہ رہے

☆......☆......☆

بلند رکھنا نگاہ اپنی، مزاج اپنا، خیال اپنا — نہ ڈگمگائیں قدم تمہارے یوں رکھنا وقار اپنا

(انتخاب:.......رخسار صابر، کمالیہ)

☆......☆......☆

فضائے اقصیٰ بھی دکھ بھری ہے

حرم سے طیبہ کو آنے والے — تجھے نگاہیں ترس رہی ہیں
جدھر جدھر سے گزر کے آئے — اداس راہیں ترس رہی ہیں
رسولِ اطہر جہاں بھی ٹھہرے — وہ منزلیں یاد کر رہی ہیں

(۴) سونگھنے کی حس۔ (۵) چھونے کی حس۔ اللہ نے پانچ حواس کے بدلے پانچ نمازیں عطا فرمائی ہیں تاکہ ہر حس عطا ہونے پر اللہ کا شکر ادا کیا جائے۔

(مسز عاصمہ عامر، لاہور)

☆......☆......☆

ایک حدیث کی وضاحت

☆......آپ نے یہ حدیث سنی اور پڑھی ہوگی: ''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ''۔ یہ حدیث نامکمل ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے۔ مفہوم: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں علم کا شہر ہوں اور حضرت ابوبکر اس کی بنیاد ہیں۔ عمر اس کی دیوار ہیں۔ عثمان اس کی چھت ہیں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ یہ ہے مکمل حدیث (واللہ اعلم)

(صحیح بخاری، نزہت المجالس جلد دوم ص ۲۱۴)

☆......☆......☆

بالوں کی نمائش کا عذاب

☆......رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب مجھے معراج پر لے جایا گیا تو میں نے دیکھا کہ میری امت کی بہت سی عورتیں سخت عذاب میں مبتلا ہیں، ان کے ''بال'' جہنم کی دیواروں سے بندھے ہوئے تھے، یہ وہ عورتیں تھیں، جو اپنے سر کے ''بال'' نامحرموں سے نہیں چھپاتی تھیں۔

(چھ گناہگار عورتیں)

☆......☆......☆

☆......قیامت کے دن جب پردے کا سوال کیا جائے گا تو ایک عورت چار (جنتی) مردوں کو دوزخ میں لے جانے کا سبب بنے گی۔ (۱) باپ۔ (۲) بھائی۔ (۳) شوہر۔ (۴) بیٹا۔ کیونکہ جب یہ عورت گھر سے نکلتی ہے تو ان چاروں کی موجودگی میں بے پردہ ہو کر نکلتی ہے، اس لئے عورتوں اور لڑکیوں کو خدارا سر ڈھانپنے کی عادت ڈالیں۔

☆......☆......☆

ذرا سوچئے!!

☆......فجر کی نماز چھ منٹ میں

☆......ظہر کی نماز پندرہ منٹ میں

☆......عصر کی نماز دس منٹ میں

☆......مغرب کی نماز دس منٹ میں

☆......عشاء کی نماز اٹھارہ منٹ میں......یعنی چوبیس گھنٹے میں سے 57 منٹ میں ہم پانچوں فرض نماز ادا کر سکتے ہیں تو کیا ہم اپنے رب کے بے حساب احسانوں کے بدلوں اپنے رب کے لئے چوبیس گھنٹوں میں سے صرف ایک گھنٹہ نہیں دے سکتے؟ ذرا سوچئے!

☆......☆......☆

میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ عادتیں

☆......چلتے وقت نگاہ نیچی رکھتے۔
☆......سلام میں ہمیشہ پہل کرتے۔
☆......مہمان نوازی خود کرتے۔
☆......بیمار کی مزاج پرسی کرتے۔
☆......نفل عبادت چھپ کر کرتے۔
☆......فرضی عبادت سب کے سامنے کرتے۔
☆......مسواک کرتے۔
☆......عشاء سے پہلے کبھی نہ سوتے۔
☆......کبھی کھل کر نہ ہنستے، صرف مسکراتے۔

☆......☆......☆

سات پیاری باتیں

(۱)......جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے وہ کبھی بدلہ نہیں لیتا۔
(۲)......حسد کرنے والا موت سے پہلے مرجاتا ہے۔
(۳)......کسی پر اس وقت تک اعتماد نہ کرو جب تک کہ اسے غصے کی حالت میں نہ دیکھ لو۔
(۴)......موت کو یاد کرنا نفس کی تمام بیماریوں کا علاج ہے۔
(۵)......خوشیاں انسان کو اتنا نہیں سکھاتیں جتنا کہ غم۔
(۶)......سچائی ایک ایسی دوا ہے جس کی لذت کڑوی مگر تاثیر میٹھی ہوتی ہے۔
(۷)......شکر ادا کرتے رہا کرو اس رب کا جو برداشت سے زیادہ دکھ نہیں دیتا، مگر اوقات سے زیادہ سکھ ضرور دیتا ہے۔

☆......☆......☆

بدعت کی حقیقت

☆......ہر وہ نیا عقیدہ یا عمل جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین اور تبع تابعین سے ثابت نہ ہو اور اسباب پائے جانے کے باوجود انہوں نے نہ کیا ہو، اب اس کو دین کا حصہ اور ثواب سمجھ کر کرنا بدعت ہے۔ چاہے وہ عقیدہ یا عمل ظاہراً کتنا ہی اچھا ہو۔

☆......حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ”جس شخص نے ہمارے اس دین میں کوئی نیا طریقہ نکالا جو اس دین میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے“۔

☆......حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ”میری امت کا سب سے بہترین طبقہ وہ ہے جو میرے ساتھ (یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے ساتھ (یعنی تابعین رحمہ اللہ) پھر وہ لوگ ہیں

جوان کے ساتھ ہیں (یعنی تبع تابعین رحمہ اللہ علیہ)۔

خلفائے راشدین کے طریقے کی پیروی

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ”میری سنت اور میرے خلفائے راشدین (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی سنت کو لازم پکڑو اور اس پر قائم رہو اور اس کو داڑھوں سے محفوظ پکڑے رہو اور تم دین میں نئی نئی باتیں پیدا کرنے سے بچو، اس لئے کہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے“۔

☆......☆......☆

سنہری باتیں

☆......گفتگو ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے انسان یا تو دل میں اتر جاتا ہے یا دل سے اتر جاتا ہے۔
☆......اگر تم سے کوئی پوچھے بتاؤ زندگی کیا ہے؟ ہتھیلی پہ ذرا سی خاک رکھنا اور اڑا دینا۔

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے — جسے مرنا نہیں آتا، اسے جینا نہیں آتا

☆......☆......☆

☆......نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ”جب دو آدمی ملتے ہیں تو پہلے کون سلام کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو دونوں میں اللہ کے زیادہ قریب ہوگا۔ (ترمذی شریف)
(انتخاب:......خولہ بنت سلیمان)

☆......☆......☆

سفر آخرت کی تیاری

ٹکٹ فری سیٹ یقینی اہلیت وشرائط نام......ابن آدم عرفیت......انسان، قومیت......مسلمان، شناخت......مٹی......مکمل پتہ روئے زمین سفر کی تفصیلات روانگی از قیام گاہ دنیا منزل آخرت دوران سفر چند ثانیے جس میں چند لمحات کے لئے دو میٹر زیر زمین میں قیام ضروری ہدایات، تمام مسافران سے درخواست ہے کہ وہ ان لوگوں کو اپنی نظر میں رکھیں جو ان سے پہلے آخرت کی طرف سفر کر گئے ہیں، اسی طرح ہر لمحہ ان کی نظر طیارے کے پائلٹ حضرت ملک الموت کی طرف رہنی چاہئے، مزید تفصیات کے لئے ان ضروری ہدایات کو بغور پڑھیں، جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں، اگر اس سلسلے میں کچھ سوالات درپیش ہوں تو جواب کے لئے علمائے امت سے رجوع کریں، پرواز کے دوران آکسیجن کی کمی کی صورت میں آکسیجن ماسک خود بخود آپ کے سامنے گر جائے گا، معاف کیجئے، ماسک گرے گا نہیں بلکہ سارے پردے نگاہوں سے ہٹ جائیں گے اور یقیناً پھر آپ ہر قسم کی آکسیجن سے بے نیاز ہو جائیں گے، زاد راہ ہر مسافر اپنے ساتھ چند سامان لٹھا سفید اور تھوڑی سی روئی لے جاسکتا ہے لیکن وہ سامان جو میزان میں پورا اترے گا، وہ نیک اعمال، صدقہ، جاریہ، نیک اولاد اور وہ علم ہوگا

جس سے بعد والے نفع حاصل کرسکیں گے، CAT کیٹ والا علم نہیں بلکہ علم دین ہی سے بعد والے نفع حاصل کرسکیں گے، جی ہاں، جی ہاں، اس سے زیادہ سامان سفر لانے کی کوشش کی گئی تو اس کے ذمہ دار آپ خود ہوں گے، تمام مسافرین سے درخواست ہے کہ وہ پرواز کے لئے ہمہ وقت تیار رہیں، پرواز کے متعلق مزید معلومات کے لئے فوری طور پر کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے رابطہ قائم کیا جائے، اس سلسلے میں روزانہ پانچ وقتہ مسجد میں حاضری مفید ہوگی، آپ کی سہولت کے لئے دوبارہ عرضی ہے کہ آپ کی سیٹ ریزرو ہو چکی ہے اور اس سلسلے میں کسی ری کنفرمیشن کی ضرورت نہیں ہے، امید ہے آپ سفر کے لئے تیار ہوں گے ہم آپ کو اس مبارک سفر پر خوش آمدید کہتے ہیں، ہماری نیک دعائیں آپ کے ساتھ ہیں، ان شاء اللہ

(انتخاب:......عمارہ جمیل، شان لنڈ)

☆......☆......☆

بچوں سے محبت وشفقت

گھر میں بچے اب تو لائق التفات سمجھے جاتے ہیں لیکن جاہلیت کے زمانے میں تو بالکل ہی ان کو قابل توجہ اور لائق التفات نہیں سمجھا جاتا تھا، لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو بھی اپنی خاص الخاص رحمتوں سے نوازا اور اس سلسلے میں اپنے قول وعمل سے ایسا اسوہ اور نمونہ پیش فرمایا، جس کی مثال پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کے متعلق فرمایا کہ یہ اللہ کی نعمت ہیں، ان کی تعلیم وتربیت اور ان کو حسن ادب کے ساتھ منصف کرنا ماں باپ کی ذمہ داری ہے، بچوں کا یہ بھی حق ہے کہ والدین اور گھر کے دوسرے بڑے ان کے ساتھ شفقت اور محبت کا معاملہ کریں، بچوں میں اگر لڑکیاں ہوں تو ان کے ساتھ حسن سلوک اور برتاؤ میں کسی قسم کی تفریق نہ برتیں، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی اپنے گھر کے بچوں اور بچیوں کے ساتھ ایسا ہی تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بچیوں کے ساتھ غیر معمولی محبت تھی اور ان کے ساتھ شفقت ہی نہیں، بلکہ اکرام کا معاملہ کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کتب حدیث میں آتا ہے کہ جب وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیش قدمی فرما کر ان کا استقبال کرتے اور ان کو اپنی جگہ بٹھاتے۔ گھر کے چھوٹے بچوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ نہایت پیار ومحبت اور شفقت کا تھا اور یہی معیار کمال ہے، حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں ہی پلے بڑھے، نبوت کی ساری ذمہ داریوں کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ذرا بھی حق تلفی نہ فرماتے تھے، ان کو گود میں لیتے، اپنے کندھوں پر سوار کرتے، ان کو پیار کرتے، ان کو سونگھتے اور مستقبل میں ان کو حاصل ہونے والے کمالات کا بھی ذکر فرماتے، نیز ان کو دعائیں دیتے، اپنے ساتھ سواری پر سوار کرتے۔ (ترمذی باب فی رحمۃ الولد)

کبھی فرماتے، تم دونوں میرے گلدستے ہو، کبھی ایسا بھی ہوا کہ درمیان نماز کوئی نواسی یا نواسہ آ کر کندھے یا پیٹھ پر سوار ہوگیا، آپ نے نماز جاری رکھی، جب رکوع یا سجدہ کیا تو اتار دیا اور پھر اٹھا لیا۔ (بخاری کتاب الادب باب رحمۃ الولد)

اولاد سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی محبت تھی، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ رحم دل وشفیق شخص کوئی نہیں دیکھا۔ (مسلم کتاب الفضائل، باب رحمۃ علیہ السلام وتواضعہ)

اگر ان کو تکلیف پہنچتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے تاب ہو جاتے، ایک مرتبہ برسر عام کہا، فاطمہ! میری ہے، میں فاطمہ کا ہوں، فاطمہ کی تکلیف میری تکلیف ہے۔ (مسلم، باب فضائل فاطمہؓ)

ایک صحابی حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے نواسے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بوسہ لے رہے ہیں، انہوں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے دس بیٹے ہیں، میں نے کبھی ان کا بوسہ نہیں لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا، اس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے رحم نہیں کیا جاتا۔ (بخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الولد)

(انتخاب:......بنت عنایت اللہ ساجد، معلمہ جامعہ عائشہ، میر پور خاص)

☆......☆......☆

وساوس کا آسان علاج

(۱)......غیر اختیاری خیالات اور وساس کی کوئی فکر نہ کریں، حتیٰ کہ ان سے بچنے کی بھی کوشش نہ کریں، کسی دینی یا دنیوی کام میں مشغول ہو جایا کریں۔

(۲)......یہ سوچا کریں کہ اس میں میرا کوئی نقصان نہیں، شیطان ویسے ہی پریشان کر رہا ہے، میں اس کی بات نہیں مانوں گا، تو وہ خود ذلیل ہوگا۔

(۳)......نفس کو یوں خطاب کیا کریں کہ میں تیرا بندہ نہیں کہ تیری بات مانوں، میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اس لئے اللہ تعالیٰ ہی کی بات مانوں گا، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ شک اور وہم پر عمل مت کرو، میں اس کے حکم پر عمل کر رہا ہوں۔

(۴)......اول وآخر درود شریف ایک ایک مرتبہ اور درمیان میں دعا **اللھم اجعل وساوس قلبی خشیتک وذکرک واجعل ھمی وھوای فیما تحب وترضیٰ**۔ ایک بار روزانہ پڑھیں، بہتر ہوگا کہ روزانہ بعد از نماز فجر پڑھ بلکہ مانگ لیا کریں۔

☆......☆......☆

گناہوں کے وساوس ایمان کی علامت

بعض لوگ کہتے ہیں کہ گناہوں کے وساوس بہت آتے ہیں، اس بارے میں یہ سمجھ لیں کہ گناہوں کے وساوس آئیں، مگر ان پر عمل نہ کریں، تو یہ بہت بڑی نعمت ہے، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے دل میں ایسے خیالات آتے ہیں کہ اگر ان پر عمل کرلیں تو ہم جل کر خاک ہو جائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو ایمان کی علامت ہے۔ دوسری بات یہ کہ چور وہاں جاتا ہے، جہاں کچھ ہو، نفس وشیطان تو وہاں جاتے ہیں، جہاں کچھ خزانہ ہو اور جہاں کچھ ہے ہی نہیں، اسے تو وہ اپنا بھائی سمجھتے ہیں، وہاں تو شیطان متوجہ ہوتا ہی نہیں، جن کے پاس کچھ خزانہ ہو، ان کے خلاف اگر کسی وقت نفس و

شیطان بظاہر کامیاب ہو بھی جائیں تو وہ درحقیقت کامیاب نہیں ہوتے، اس لئے کہ گناہ کے بعد جب وہ اللہ کے حضور ندامت سے رو روکر آہ وزاری کرتا ہے تو شیطان پھر نیچے اور وہ اوپر، اس طرح آئندہ کے لئے شیطان کی ہمت پست ہو جاتی ہے، وہ کان پکڑتا ہے کہ اس سے تو گناہ کرانے سے تو اس کے درجات میں اور ترقی ہوتی ہے، ایسا انسان نفس و شیطان کے ساتھ جہاد کر رہا ہے اور نفس و شیطان کے تقاضوں کو روندتا چلا جاتا ہے، اللہ کے قرب کے درجات طے کرتا چلا جا رہا ہے۔

☆......☆......☆

دوران نماز وساس کا علاج

ایک شکایت عام طور سے ہوتی رہتی ہے کہ نماز میں وساوس بہت آتے رہتے ہیں، اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک تو خیالات کو نماز میں لانا ہے اور دوسرے خیالات کا خود بخود آنا ہے، خیالات کو نماز میں نماز میں لانا جائز نہیں اور دوسری صورت میں یعنی خیالات کا آنا اس سے کوئی حرج نہیں، بلکہ یہ تو بہت بڑی نعمت ہے کہ آپ رکوع وسجدے میں اللہ کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں، نفس و شیطان آپ کو عبادت سے بہکانا چاہتے ہیں، پھر بھی آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں، یہ خیالات آپ کو اللہ کی یاد سے غافل نہیں کر پائے گا، خیالات کا نہ آنا مطلوب نہیں محمود ہے، نماز میں خشوع وخضوع رہے، توجہ رہے، اس کے لئے تین طریقے ہیں: ایک یہ کہ اللہ کے ساتھ جتنا تعلق بڑھتا ہے، یہ درجہ حاصل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق حاصل ہوتا ہے، گناہوں کو چھوڑنے سے اور ہر کام میں توجہ اللہ کی طرف رکھے، کھانا کھائیں تو اللہ کی طرف توجہ، بیوی کے حقوق ادا کریں تو اللہ کی طرف توجہ، اس کے ساتھ یہ کوشش بھی رہے کہ اللہ کی طرف جو توجہ ہے، اس میں اضافہ کیا جائے، دوسرے یہ کہ نماز میں جس حالت میں ہوں، اسی کو سوچیں، جب رکوع میں جائیں تو یہ خیال کریں کہ اللہ کے سامنے جھک رہا ہوں، سجدے میں یہ خیال کہ اب اللہ کے سامنے سجدہ کر رہا ہوں، اس کے علاوہ نماز میں جو کچھ پڑھیں، اس کے معنی مطلب کو سمجھ کر پڑھیں، اگر معنی معلوم نہ ہوں تو الفاظ پر توجہ رکھیں، تیسری چیز یہ کہ جب کھڑے ہوں تو سجدے کی جگہ پر نظر رہے، رکوع میں پیروں پر نظر رہے، سجدے میں ناک پر نظر رہے، التحیات میں گود پر نظر رہے، ان مقامات پر نظر جمانے سے توجہ اور یکسوئی حاصل ہوتی ہے، ایک تو سجدے کی جگہ کو صرف دیکھنا دوسرے یہ کہ قصد کر کے اس جگہ کو دیکھنا قیام میں اتنا کافی نہیں کہ آنکھوں کا رخ ادھر کو رہے، بلکہ اس جگہ کو دیکھے، اس کے بعد رکوع میں، سجدے میں، التحیات میں یہی عمل کرتے رہیں تو یکسوئی پیدا ہوگی اور وساوس کم ہو جائیں گے۔

(انتخاب:......عمارہ جمیل، شادن لنڈ)

☆......☆......☆

اصلاح نفس کا نسخہ

ایک بزرگ بیٹھے کہہ رہے تھے: ''نہ تو میرا اللہ، نہ میں تیرا بندہ، تیری بات کیوں مانوں۔'' کسی نے سن لیا اور قاضی کو جا کر بتا دیا کہ ایک شخص بیٹھا ایسا کفر بک رہا ہے، قاضی نے انہیں بلوایا، پہلے زمانے میں حکومتیں ایسی تھی کہ ذرا سی کوئی بات اسلام کے خلاف کسی نے کہی تو فوراً گرفت ہوتی تھی، آج کل کی حکومتوں کی طرح نہیں کہ جس کا جو

جی چاہے، بکتا رہے، کوئی پوچھنے والا نہیں۔ خیر!! انہیں بلوا کر پوچھا کہ ''آپ اس طرح کیوں کہہ رہے تھے؟'' انہوں نے فرمایا کہ ''بات یہ ہے کہ میرا نفس کسی گناہ کا تقاضا کر رہا تھا، تو میں نے اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ ''نہ تو میرا اللہ، نہ میں تیرا بندہ، تو تیری بات کیوں مانوں۔'' جب بھی نفس کسی گناہ کا تقاضا کرے تو یہ کہا کریں کہ ''ارے خبیث! میں تیرا بندہ نہیں ہوں تو تیری بات کیوں مانوں، میں تو صرف اپنے اللہ کا بندہ ہوں، اسی کا حکم مانوں گا، اسی طرح بے دین لوگ راہ مستقیم سے ہٹانے کی کتنی ہی کوششیں کرتے رہیں، اتنی ہمت کریں کہ ان کی سب تدبیریں خاک میں مل جائیں''۔

(انتخاب:......آمنہ لیاقت علی، کمالیہ)

☆......☆......☆

جن اوقات میں مسواک کرنا سنت یا مستحب ہے

(۱) سونے کے بعد اٹھنے کے وقت۔ (۲) وضو کرتے وقت۔ (۳) قرآن مجید کی تلاوت کے لئے۔ (۴) حدیث شریف پڑھنے کے لئے۔ (۵) منہ میں بدبو ہو جانے کے وقت یا دانتوں کے رنگ میں تغیر پیدا ہونے پر۔ (۶) نماز میں کھڑے ہونے کے وقت اگر وضو اور نماز میں زیادہ فصل ہو گیا ہو۔ (۷) ذکر الٰہی کرنے سے پہلے۔ (۸) خانہ کعبہ یا حطیم میں داخل ہونے کے وقت۔ (۹) اپنے گھر میں داخل ہونے کے بعد۔ (۱۰) بیوی کے ساتھ مقاربت سے پہلے۔ (۱۱) کسی بھی مجلس خیر میں جانے سے پہلے۔ (۱۲) بھوک پیاس لگنے کے وقت۔ (۱۳) موت کے آثار پیدا ہو جانے سے پہلے۔ (۱۹) سحری کے وقت۔ (۱۵) کھانا کھانے سے قبل۔ (۱۶) سفر میں جانے سے پہلے۔ (۱۷) سفر سے آنے کے بعد۔ (۱۸) سونے سے قبل (اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

☆......☆......☆

ناخن کاٹنے کا مسنون طریقہ

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بعض روایات کے مطابق جمعہ کے دن اور بعض روایات میں جمعرات کے دن ناخن مبارک ترشوانے کا تھا، ہاتھ کے ناخن کٹوانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ترتیب ذیل ملحوظ فرماتے:

سیدھا ہاتھ:......شہادت کی انگلی، بیچ کی انگلی، اس کے برابر والی انگلی، پھر چھنگلیاں۔

الٹا ہاتھ:......چھنگلیا، اس کے برابر والی انگلی، بیچ کی انگلی، اس کے برابر والی انگلی، انگوٹھا پھر سیدھے ہاتھ کا انگوٹھا۔

پاؤں کے ناخن کاٹنے میں حضورؐ حسب ذیل ترتیب ملحوظ رکھتے:

سیدھا پاؤں:......چھنگلیا سے شروع کرتے اور بالترتیب انگوٹھے تک ختم کرتے۔

الٹا پاؤں:......انگوٹھے سے شروع کرتے اور بالترتیب چھنگلیا تک ختم کرتے۔ آپؐ پندرہویں دن ناخن کاٹتے۔

(انتخاب:......حفصہ اکرم، جامعۃ الصفۃ للبنات کراچی)

☆......☆......☆

حیا کی محفل

قارئین حیا کی خدمت میں پُرخلوص سلام

امید ہے کہ آپ سب خیر وعافیت کے ساتھ ہوں گے اور اپنی زندگی کے پُرسکون دن خوشیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق گزار رہے ہوں گے۔ ایک مسلمان کی کامیابی ہی اسی میں ہے کہ اس کی زندگی کے شب وروز اللہ تعالیٰ کے حکم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق گزریں۔

جس وقت ''حیا'' کا شمارہ آپ کے ہاتھ میں پہنچے گا تو رمضان کا بابرکت مہینہ ہم پر سایہ فگن ہوگا اور امید ہے کہ آپ سب قارئین وقاریات خوب خوب ماہ رمضان کی برکتوں کو سمیٹ رہے ہوں گے...... ماہِ رمضان کا ہر ہر لمحہ قیمتی ہے اور خاص کہ آخری عشرے کی طاق راتیں...... جن میں ''لیلۃ القدر'' یقینی ہے، اس ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے...... رمضان کا ہر لمحہ دعاؤں کی قبولیت کا ہے، نیکیوں کا موسم بہار ہے، ایک نفلی عمل پر فرض کا ثواب اور ایک فرض ادا کرنے پر ستر فرائض کا ثواب، سبحان اللہ، دنیا میں ایسا کون ہے جو ایک کے بدلے ستر دے......

خوب دعائیں کریں، اپنے لئے، اپنے دوست، احباب رشتہ داروں کے لئے، امت مسلمہ کے لئے، اپنے ملک ووطن کے لئے دعا کریں اور ہاں، اپنے اس پیارے رسالے حیا اور ادارہ حیا کے تمام افراد اور معاونین کو بھی اپنی دعاؤں میں شامل کر لیجئے۔

مہر افروز مہر

✉ خالدہ بنت سعید میانوالی سے لکھتی ہیں: السلام علیکم ورحمۃ اللہ، باجی جان کیسی ہیں...... امید ہے آپ اور آپ کا پورا اسٹاف خیریت سے ہوگا...... جون کا شمارہ معمول کے مطابق بیس جون کو ملا، بہت خوشی ہوئی...... مگر سرورق پر ''رسول اعظمؐ'' کی آخری قسط کا پڑھ کر افسوس ہوا کہ اتنا دلچسپ اور پیارا سلسلہ اختتام پذیر ہوا...... ہماری دعا ہے کہ اللہ پاک انکل آفاقی کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے، آمین...... سب سے پہلے ''حیا کی محفل'' کی طرف

آئے۔ نازش کنول کا خط پڑھ کر انجانی خوشی، میری بہنا، آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے اپنا قیمتی وقت ہمارے لئے نکالا، کیونکہ مدارس کے سب طلبہ وطالبات کا ہر ہر لمحہ گوہرے نایاب کی طرح ہے اور آپ نے اتنا تفصیلی قسط کا خلاصہ لکھا ہے، پڑھ کر ایسے محسوس ہوا، جیسے ہم نے پورا ناول پڑھ لیا ہو، اللہ پاک آپ کو دنیا وآخرت میں سرخروئی نصیب فرمائے اور دین کا علم پڑھنے پھیلانے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین...... رافعہ عبدالغنی آپ کا بھی بہت بہت شکریہ اور آپ کی معذرت سر آنکھوں پر...... اب شاید آپ کو بھی نازش کنول کا خط پڑھ کر کہانی کی سمجھ آگئی ہوگی، اس کے بعد بنت قاری اکمل کا خط پڑھ کر خوشی ہوئی، اب الحمدللہ ہمارے ضلع کے بھی قارئین میں اضافہ ہو رہا ہے، اب آتے ہیں تبصرے کی طرف، سب سے پہلے قسط وار ناول پڑھے۔ ''رسول اعظمؐ'' کا اختتام زبردست ہوا، بنت مولانا عبدالمجیدؒ کی ''سنو میں اک راز کہتی ہوں'' کی آخری قسط دیکھ کر دھچکا لگا۔ آپی بنت مولانا عبدالمجیدؒ، آپ نے اتنی زبردست تحریر کا اتنی جلدی اختتام کر کے اچھا نہیں کیا، خیر کوئی بات نہیں، آخر ہمیں اک راز تو مل ہی گیا نا کہ علماء حضرات کیسے ہوتے ہیں اور گندے ذہن کے ماڈرن لوگ کیسے ہوتے، اللہ پاک کرے زور قلم اور زیادہ، آمین...... مریم غازی کی ''تیرے عشق کی انتہا چاہئے'' بڑی زبردست جا رہی ہے، ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ رافعہ جیسی بھی سوتیلی مائیں ہوسکتی ہیں اور مریم غازی رافعہ کے لئے صرف ایک تھپڑ کافی نہیں، بلکہ تابڑتوڑ تھپڑوں کی بارش ہونی چاہیے، اللہ پاک مجھ سمیت سب بچوں کے سر پر ماؤں کا سایہ سلامت رکھے، آمین...... فرحانہ عزیز کی ''اے جذبۂ دل گر میں چاہوں تو'' بہت ہی زبردست لگی، آپی آپ کی اس تحریر نے ہمارے دل کو بدل کر رکھ دیا، سچ کہا ہے کہ جو اللہ کا ہوگیا، اس کا اللہ ہوگیا، صبا یونس کی ''ممتا کے سائے'' بھی زبردست جا رہی ہے، ابھی پورا شمارہ نہیں پڑھا، ایک وجہ تو یہ کہ شمارہ دیر سے ملا اور دوسرا یہ کہ رمضان کی آمد آمد ہے اور ہماری ہمشیرہ کے سر پر گھر کی صفائی کا بھوت سوار ہے، بقول ہمشیرہ کے کہ رمضان میں خوب عبادت کرنی ہے اس لئے سب صفائی وغیرہ ہو جائے، مگر ہائے رے قسمت......!! ہم سے تو پیاس اور نیند کے مارے کام تو کام عبادت بھی مشکل سے ہوتی ہے، کیونکہ ابھی پچھلے ہی تو رمضان کی بات ہے کہ ہم صبح سویرے بیٹھے قرآن پاک پڑھ رہے تھے اور نیند سے بھی اونگھ رہے تھے کہ دھڑام سے چارپائی سے نیچے گر گئے، پہلے پہل تو گرنے کی وجہ سے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ہم کہاں ہیں، جب مکمل ہوش میں آئے تو جلدی سے اٹھے، گرے تو اکیلے تھے، مگر اب پیشانی پر ایک عدد ''گومڑ'' محترم بھی تشریف فرما تھے، دعا ہے اللہ پاک ہماری ٹوٹی پھوٹی عبادات قبول ومنظور فرمائے، آمین...... ہاں تو بات ہو رہی تھی صفائی کی، تو وہ ہمشیرہ صاحبہ بار بار اصرار کر رہی تھی کہ اب ہم بستہ اور قلم رکھ دیں اور تھوڑی ''اُن'' کی ہیلپ کریں، آخرکار ان کے اصرار پر ہم اٹھے اور آستین چڑھائے بغیر (ہم نے کام تھوڑی ہی کرنا تھا جو آستین چڑھاتے) برش اٹھا کر کمرے میں آگئے...... نہ ختم ہونے والی باتوں کا اب اختتام کرتے ہیں، آخر میں میری تمام ماؤں بہنوں سے گزارش ہے کہ ہماری بہت دنوں سے طبیعت بہت خراب ہے، ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں کہ اللہ پاک ہمیں جلد از جلد صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے، آمین......

✍ خالدہ بیٹا، ''حیا'' کے تمام سلسلے پسند کرنے کا شکریہ، آپ کی طبیعت کا سن کر افسوس ہوا، اللہ پاک سے دعا ہے کہ آپ کو جلد از جلد صحت وتندرستی عطا فرمائے۔ آمین، میری پیاری بٹیا!! بزرگوں نے لکھا ہے کہ جب نیند کا غلبہ ہو تو پہلے آرام کرنا چاہیے، عبادت بعد میں کر لیں، تاکہ نیند کے غلبہ میں عبادت میں غلطی نہ ہو جائے۔

☆......☆......☆

✉ ساجدہ غازی لاہور سے لکھتی ہیں: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! بعد از سلام مسنون، امید ہے کہ آپ اور''

حیا'' سے وابستہ اہل ایمان بخیر و عافیت ہوں گے۔ ان شاء اللہ...... آج ایک طویل عرصے بعد ''حیا'' میں حاضری کا شرف حاصل ہو رہا ہے تو سب سے پہلے میں آپ کو، ہماری محبوب مدیرہ راحت ارشد حسین کو اور حیا کے تمام اسٹاف کو اور تمام قارئین کو ''حیا'' کے سات سال پورا ہونے پر دل کی گہرائیوں سے مبارکباد دوں گی، ایک قطعہ ''حیا'' کی نظر:

خدا کرے تیری آنکھیں ہمیشہ ہنستی رہیں ۔۔۔ دیارِ وقت سے تو شادماں گزرتا رہے
میں مانگتی ہوں تیری زندگی قیامت تک ۔۔۔ ہوا کی طرح سے تو جاوداں گزرتا رہے

ہم سب کی ہر دلعزیز ساجدہ بتول نے یاد فرمایا بھی اور '' کچھ یاد کروایا بھی'' ان کی یاد آوری پر بہت مشکور ہوں، ساجدہ آپ تو لفظوں سے ہی ہر ایک کی دوست معلوم ہوتی ہیں، ہم تو دوست! آپ کے اور آپ کی تحریروں کی بے ساختگی، برجستگی اور خوبصورتی کے بے حد مداح ہیں، آپ کا خط چاہے جس بھی رسالے میں چھپے، بغیر نام پڑھے ابتداء ہی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کون سی ہستی قدم رنجہ فرما رہی ہیں، اللہ اللہ، اسے جھوٹ موٹ کی تعریف یا مسکہ مت سمجھئے گا، ہم حقیقتاً اپنے دل سے آپ کے لفظ لفظ کے قدر دان ہیں، بہر حال آپ سے ایک ہنستے مسکراتے خوب صورت سے طویل ناول اور خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔ جون کا شمارہ میرے ہاتھوں میں موجود ہے۔ ٹائٹل پر ملگجے سے اندھیرے میں اونٹوں کے قافلے بہت بھلے بھی لگے اور کچھ ان دیکھے مناظر کی یاد بھی دلا گئے۔ ''حیا'' کو میں ہمیشہ الٹا پڑھنا شروع کرتی ہوں، سو پہلا ٹاکرا خطوط سے ہوا۔ ''حیا کی محفل'' یا کہہ لیں کہ خطوط کی محفل مجھے ہر رسالے میں سب سے پسند ہوتی ہے، ایک عجیب سی چاشنی محسوس ہوتی ہے، اس بزم میں ہر کوئی اپنا اپنا سا لگتا ہے اس بار گو کہ خطوط کم تعداد میں تھے، مگر پڑھ کر اچھا لگا، صبا مسعود کا خط دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ قسط وار کہانیوں میں سب سے پہلے ''سنو اک راز کہتی ہوں'' کو پڑھا، بنت عبدالمجیدؒ صاحبہ کے اس ناول کی تعریف نہ کرنا زیادتی ہوگی، ایک حساس موضوع پر قلم اٹھایا اور حق ادا کیا، انہوں نے بہت کھری کھری باتیں بنا کسی بناوٹ کے کہیں، سچ تو یہ ہے کہ سحاب کے ساتھ ساتھ ہم بھی جلتے کڑھتے رہے، بنت عبدالمجیدؒ صاحبہ آپ کا یہ ناول شاید کبھی فراموش نہ کر سکیں گے، آپ نے ہمارے دردِ دل کو بھی قرطاس پر لفظوں کے روپ میں بکھیر دیا، اللہ پاک آپ کے علم، عمل اور تقویٰ میں اضافہ فرمائے اور آپ کے قلم کی جولانی اور روانی سلامت رکھیں، آمین......

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں ۔۔۔ میری سادگی دیکھ، کیا چاہتا ہوں

''مریم'' کی کہانی دیکھ کر ہمیشہ زبان سے یہ شعر نکل پڑتا ہے، انہوں نے کہانی پر گرفت بہت مضبوط سی جما رکھی ہے، لیکن کہانی سست روی کا شکار ہے، مریم! کہانی کے کینوس کو تھوڑا وسیع کیجئے، ایسے لگ رہا ہے کہ بس گھر میں گھومے جا رہی ہے اور جمود کا شکار ہے۔ (برا مت مانئے گا، اپنا سمجھ کے کہا ہے) اور پلیز امن کے ساتھ اتنا برا مت کیجئے، آخر امن کو ہی ہر کوئی کیوں تختۂ ستم بناتا ہے، بہر حال کہانی بہت زبردست ہے اور آپ کے ساتھ ساتھ ہم بھی راہِ عشق پر منزل انتہا پر پہنچنے کے لئے رواں دواں ہیں۔ ''انوکھی بیوی'' میں بڑی خوب صورتی سی بات کو لپیٹ کر پیش کیا گیا، لکھنے والے کا نام نامکمل نہ ہوتا تو اچھا ہوتا، بہت اچھی لگی۔ ''اجالے دھند کے اس پار......'' اس پر فی الحال کچھ نہیں کہا جا سکتا، تبصرہ محفوظ ہے اختتام تک...... فرحانہ عزیز کی ''اے جذبہ دل'' بھی بہت اچھی لگی، خاص کر کہانی کا یہ جملہ کہانی کی جان تھا کہ ''ہم دو کشتیوں میں سوار زندگی گزار رہے ہیں، ۔ ہم اسے راہ اعتدال کہتے ہیں۔ مگر یہ حقیقت میں اعتدال نہیں، ہمارا من چند چیدہ چیدہ باتیں منتخب کیا ہوا ایمان ہے۔'' اور یہ کہ ''ہم ماڈرن اسلامزم کا شکار ہیں یا شاہکار ہیں۔'' یوں لگا جیسے آپ نے میرے دل کی بات کو الفاظ کا قالب عطا کر دیا ہو، اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ......! اہلیہ محمد عبید الرحمٰن آپ کی تو دل سے بے حد مشکور ہوں اور مقروض بھی کہ آپ نے ہم تک مولانا صاحب کی خوب صورت سچی باتیں پہنچائیں،

مولانا صاحب دامت برکاتہم ہماری محبوب شخصیت ہیں اور ہم اللہ کے لئے ان سے بے حد محبت کرتے ہیں، اللہ پاک ان کی ہر شر سے حفاظت فرمائے۔ آمین...... مولانا صاحب دامت برکاتہم کے ارشادات میں سے یہ قول تو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ ''مردوں کے لئے اللہ پاک کی نظر میں سب سے بڑا اعزاز، راہِ حق میں اپنی جان دینا ہے اور عورتوں سے اللہ کا سب سے بڑا مطالبہ پردے اور ''حیا کی پاسداری ہے۔'' اللہ پاک ہمیں عمل کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین...... ام حیات ہنگورا کی کہانی کی تعریف نہ کرنا زیادتی ہے، ماشاء اللہ، آپ کی ہر کہانی سبق آموز اور شاہکار ہوتی ہے، اللہ پاک آپ کو آپ کے مقصد میں کامیاب کرے، آمین...... اور اب اجازت لینے سے پہلے محترم پروفیسر خیال آفاقی صاحب کو دل سے بے حد مبارکباد دیتی ہوں، اللہ پاک کی خاص رحمتیں ہوں آپ پر، آمین...... اور براہ کرم ہمیں بتا دیجئے کہ یہ کتابی شکل میں ہمیں کہاں سے مل پائے گی؟ راحت آپی! ہم آپ کے ناول کے بھی کتابی شکل میں آنے کے منتظر ہیں، بار بار تسلسل ٹوٹ جانے کے باعث فی الحال اس کے مطالعہ سے محروم ہیں، اب ایک بار اکٹھا ہی پڑھیں گے، خط بہت طویل ہو گیا، بہر حال مجموعی طور پر ''حیا'' کا شمارہ اچھا تھا، کچھ ابھی پڑھ نہیں پائے، اس لئے مکمل تبصرہ نہیں کر پائے۔ ''سہانا بچپن'' میں حسان شہیدؒ کا بچپن بہت اچھا لگا، لیکن معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کس نے لکھا ہے۔ تمام پڑھنے اور لکھنے والے معاونین و کارکنان کے لئے نیک خواہشات اور دعائیں۔ کوئی غلطی کوتاہی یا کوئی بات کسی کی دل آزاری کا ذریعے بنی ہو تو دلی طور پر معذرت کرتی ہوں۔

ساجدہ غازی صاحبہ، ''حیا'' کے تمام سلسلے پسند کرنے اور ان پر تبصرہ کرنے کا بہت شکریہ۔ آپ نے پوچھا تو یہ خوش خبری بھی سن لیجیے کہ ماہنامہ ''حیا'' میں شائع ہونے والے کئی سارے سلسلے عن قریب کتابی صورت میں شائع ہو کر منظر عام پر آنے والے ہیں، جن میں ''رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم''، ''فداک ابی وامی''، ''حنا کی آگ''، ''انٹرویوز''، ''بلاعنوان''، ''ازابیلا''، ''دشت جنوں کی نقش پائی''، ''ایک زندگی ایک کہانی'' سرفہرست ہیں، اس کے علاوہ دیگر ناول اور سلسلے بھی جلد کتابی صورت میں شائع ہوں گے۔

☆......☆......☆

ہادیہ حبیب الرحمان باغ آزاد کشمیر سے لکھتی ہیں: پیاری مہر آپی، السلام علیکم! امید ہے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہتر حالت میں ہوں گی اور ''حیا'' کو دلہن کی طرح سجا کر ہم تک پہنچانے کے لئے کوشاں ہوں گی، اب آتے ہیں ''حیا'' کی طرف، ہمیشہ کی طرح ''حیا'' ہمیں مہینے کے دوسرے جمعہ کو مل گیا ہے، سب سے پہلے ''تیرے عشق کی انتہا چاہئے'' پڑھی، بہت زبردست کہانی تھی، امن کے لئے بہت رونا آتا ہے اور اس کی سوتیلی ماں کے لئے بہت غصہ بھی آتا ہے، معارج بھائی کے لئے بہت ترس آتا ہے۔ ''قرآنی اثر'' (ف بنت حسین پیلاں) بہت زبردست تھی، واقعی قرآن میں ہی شفا ہے۔ ''میں کیوں پریشان دیکھتی ہوں'' عفراء محمد کی کہانی اچھی تھی، واقعی اللہ نے ہمارے لئے کیا کیا بنایا ہے لیکن پھر ناشکرا انسان ہر وقت پریشان ہوتا ہے۔ ''ممتا کے سائے'' صبا یونس کی کہانی بھی اچھی ہے۔ ''بناوٹ کے اصول'' بنت حوا کی بہت پسند آئی، آج کل تو ہر جگہ پر یہی ہے، میکے والوں کے ساتھ بہت اچھی ہوتی ہیں مگر سسرال والوں کے ساتھ ان کا رویہ بہت ہی برا ہوتا ہے۔ ''نفرت کے خارمت بونا'' بہت اچھی لگی، آخر میں نائلہ کے لئے بہت ترس آیا۔ ''ایک زندگی ایک کہانی'' بھی اچھی تھی۔ ''کسک''، تبسم محسن علوی کی واقعی آج کے حالات کے مطابق بہت زبردست کہانی تھی، آج ہر بچہ اپنے بوڑھے ماں باپ کو چھوڑ کر باہر کی دنیا میں مگن ہو گئے ہیں اور یہی مائیں انہیں بچپن میں کس طرح پالتی ہیں، یہ وہ نہیں جان سکتے اور جب انہیں اپنی جنت کمانے کا وقت آتا ہے، تو یہ باہر ملکوں میں جا کر

اپنی جہنم کے لئے آگ بھڑکاتے ہیں، اللہ آج ہر نوجوان کو ہدایت اور اپنے ماں، باپ کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین...... "میرے خواب ریزہ ریزہ" ساجدہ یوسف کی بہت بہت زبردست کہانی تھی، خاص طور پر اس کا اختتام بہت اچھے طریقے سے کیا گیا تھا، آپا نے سب کو بہت ہنسایا، زیبا نے ثناء کو بھی شکر ہے تیز کر دیا ورنہ وہ سیدھی سادی نہ جانے کب تک ماسی بنی گھر کے ہی کام کرتی رہتی، ساجدہ یوسف کو اتنی زبردست کہانی لکھنے پر میری اور میرے گھر والوں کی طرف سے مبارکباد۔ "نئی زندگی" بینارانی کی بہت اچھی تھی۔ "گھر کہانی" اہلیہ امان اللہ (ماشاء اللہ) اللہ ان کے بچوں کو نظر بد سے اور ان کے بیٹے، بیٹیوں کو بچائے، آمین...... "ناشکری" فرحانہ عزیز کی بہت اچھی لگی، واقعی ہم ہر انسان کے اندر کوئی نہ کوئی عیب دیکھتے ہیں ورنہ ہر انسان میں کوئی نہ کوئی خوبی بھی ہوتی ہے، دیکھا اللہ نے کیسے اس ناشکری عورت کو قبول کیا۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا کہ "باورچی خانے" میں ہم کبھی بھی نہیں گئے، تھوڑا جاتے ہیں، جھانک کر واپس آجاتے ہیں، ایسی ایسی چیزیں استعمال ہوتی ہیں کہ ہم بس صبر کر لیتے ہیں، پلیز ہاتھ ہلکا رکھیں باورچی خانے میں، باغ والوں سے کیا کہیں، وہ بھی ایسی چیزیں نہیں لاتے، پھر باورچی خانے سے نکلے اور "حیا کی محفل" میں جا گھسے، یہ کیا؟ ہمیں تو "حیا کی محفل" میں خوف آیا، سمجھ نہ آئی کہ یہ خوف کیسا ہے، پھر بعد میں یاد آیا کہ اس میں مابدولت کا جو خط نہ تھا، کیسے محفل اچھی ہوتی، شیریں آنٹی بھی یہیں تھی، جو کہ اس محفل کی صدر ہیں، نائب صدر ساجدہ بتول اور بنت الیاس اور ہم اس محفل کے خادم ہیں جی...... سب قاریات نے بہت اچھے خطوط لکھے تھے، بھرپور تبصرہ کیا گیا تھا۔ مہر آپی اگر آپ مناسب سمجھیں تو ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی والدہ عصمت آنٹی سے انٹرویو لے اور "حیا" میں شائع کریں، عافیہ کے لئے بہت رونا آتا ہے۔ "حیا" کے قارئین وقاریات سے بھی ان کی رہائی کے لیے دعاؤں کی درخواست ہے، اب اجازت دے دیں، اللہ حافظ۔

ہادیہ بیٹی، حسب سابق "حیا" پر آپ کا تبصرہ دل کو بھایا، امید ہے کہ آئندہ بھی لکھتی رہیں گے۔ آپ کی انٹرویو کی خواہش پوری کرنے کی کوشش کریں گے۔

☆......☆......☆

حافظہ وسطیٰ چوہدری ملتان سے لکھتی ہیں: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! پیاری آپی، امید کرتے ہیں آپ اور "حیا" کی پوری ٹیم خیروعافیت سے ہوں گی اور ہمارے لئے خوب صورت، مزیدار یعنی ٹیسٹی اور پیارا سا "حیا" تیار کرنے میں مصروف ہوں گی۔ "مریم غازی" ماشاء اللہ بہت زبردست طریقے سے آگے بڑھ رہی ہیں، ہمیں بھی "امن" پر بہت ترس آتا ہے، ساجدہ یوسف کی "میرے خواب ریزہ ریزہ" کا اختتام بھی بہت اچھا لگا، بھئی آخر کار "ثناء صاحبہ" نے بھی ہمت کر ہی لی، جس طرح "آپا" کو گھسیٹ کر لے جایا گیا، پڑھ کر ہنسی نہ روک سکے، بہت زبردست "سین" تھا، بیچاری آپا "ہائے ہائے" کرتی رہ گئیں۔ "تبسم محسن علوی" ہمیشہ کی طرح زبردست رہیں، "ان کے تو کیا ہی کہنے"!!! "ایک زندگی ایک کہانی"، "نفرت کے خار مت بونا" بھی بہت اچھی لگی۔ "ممتا کے سائے" صبا یونس کی پڑھ کر مزہ آجاتا ہے۔ "بینارانی" کو ماہنامہ "حیا" میں خوش آمدید کہتے ہیں۔ اب آخری بات "ساجدہ بتول جی" سے گزارش ہے کہ وہ اپنی طرح چٹ خارے دار مزے دار کہانی لے کر حاضر ہو جائیں، راحت آپی جان اور آنٹی شیریں جی کو بہت بہت سلام۔

وسطیٰ جی، آپ کا پیغام "ساجدہ بتول" تک پہنچا دیا ہے۔

☆......☆......☆

اہلیہ محمد امان اللہ فاروقی لکھتی ہیں: السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ! پیاری باجی مہر افروز مہر صاحبہ! کیا حال ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ قارئین حیا کی دعاؤں سے آپ ٹھیک ہوں گی، بہت دن گزر گئے، ہم نے قلم کاغذ نہ اٹھایا، باجی، کراچی کے حالات معلوم ہوتے ہیں تو میں بہت اداس ہوتی ہوں کہ کراچی تو ہمارے اہل سنت والجماعت کی مقتل گاہ بنی لگتی ہے، کتنے بھائی شہید ہوئے کراچی میں اور پھر جیل میں بھی ہمارے بھائیوں کو ڈالا جاتا ہے، صحابہ کرام کے محافظ اپنی جان قربان کر کے روز محشر درجات پائیں گے ان شاء اللہ، باقی باجی ہم دعا کرتے ہیں کہ ہمارے پاکستان کا ہر گوشہ امن کا گہوارہ بن جائے، آمین...... کفار کے منصوبے ناکام بنانے والا رب کفار کو خاک میں ملا دے، باجی رسالہ الحمدللہ بہت اچھا جا رہا ہے تھا، سب بہنوں کی محنت اللہ پاک کی بارگاہ میں قبول ہو جائے، آمین...... باجی ہم سب "حیا" پڑھنے والوں سے التماس کرتے ہیں، اپنی دعاؤں میں تمام غلامان صحابہ وختم نبوت، تبلیغی بھائیوں کو اور مجاہدین اسلام کو ضرور یاد رکھا کریں، اہل مدارس کے طلبہ کو دعاؤں میں نہ بھولیں، سب مسلمان رب کے فضل سے دین سے جڑ جائیں۔

بس میری بہن، ہمارے اختیار میں دعا کرنا ہے، وہ ہم کرتے ہیں اور تمام قارئین حیا سے گذارش کرتے ہیں کہ اپنی دعاؤں میں ملک پاکستان اور خاص کر شہر کراچی کو ضرور یاد رکھیں۔

☆......☆......☆

فوزیہ اکبر ندیم لکھتی ہیں: قابل احترام معزز ومحترم مدیر مسئول محمد ساجد میمن صاحب، منیجر محمود عباسی صاحب السلام علیکم! خداوند تعالیٰ سے آپ کے لئے اور ماہنامہ "حیا" کے تمام اسٹاف کے لئے اللہ سے ڈھیروں دعائیں ہیں کہ اللہ آپ کو لمبی عمر خوشیوں، سکون کی دولت سے مالا مال کر دے، رسالہ مجھے 16 مئی کو ملا، ٹائٹل ہمیشہ کی طرح پہلے زیادہ خوب صورت تھا، تپتی گرمیوں میں ٹھنڈک کا احساس سا لئے ہوئے، اگر ہر بار ٹائٹل پر بلیک کو پر چودھویں کے چاند کا عکس سمندر میں چمکتا ہوا کبھی کھلے نیلے آسمانوں پر سفید وسرمئی بادلوں کی چھت تلے بہتی آبشار تو کبھی غروب ہوتے ہوئے سورج کا منظر تو کبھی تو خزاں رسیدہ پتوں سے جھڑتا درخت تو کیا زبردست ہوگا...... خیر، اپنا نام دیکھ کر خوشی سے آنسو نکل آئے، اپنی تحریر پڑھ کر ڈھیر سارا رونا آیا، ایک بات پہلے بھی نوٹ کی کہ بہت غلطیاں ہوتی ہیں، دراصل رائٹر ہو یا کوئی اور غلطیاں تو ضرور ہوتی ہیں، مگر پڑھنے والے کا تسلسل ٹوٹتا ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ رائٹر نے غلط لکھ ڈالا، امید ہے کہ میری اس بات کا برا نہیں مانیں گے۔ تمام رسالہ دن بدن شاندار تحریروں سے مزین تھا، مریم غازی کی تحریر زبردست تھی، داستان غم، ام محمد صدیقی کی بیٹی کا بچھڑنا بہت رلا گیا، میں اپنی دوسری تحریر زندگی کی ڈور بھیج رہی ہوں، بہت امید اور یقین کے ساتھ کہ آپ جیسے عظیم لوگ مجھ ناچیز کو اس رسالہ میں جگہ دیں گے، میں آپ کی بہت شکر گزار ہوں، مہر افروز مہر آپی کو ڈھیروں دعائیں۔

فوزیہ صاحبہ، پروف ریڈنگ کے باوجود بھی غلطیاں رہ جاتی ہیں، جس کی بنا پر قارئین کو جو تکلیف ہوتی ہے اس کے لیے ہم تمام قارئین سے معذرت خواہ ہے۔ جہاں تک برا ماننے کا تعلق ہے تو ہر وہ بات جو "حیا" کے فائدے کے لیے کہی جائے اسے ہم شکریہ کے ساتھ قبول کرتے ہیں۔

☆......☆......☆

کبریٰ بنت نذیر احمد ملتان سے لکھتی ہیں: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! محترمہ مہر آپی، دعا ہے کہ اللہ پاک آپ کی ہر جائز دلی خواہش کو پورا فرمائے اور زندگی کے ہر موڑ پر کامیابی وکامرانی آپ کے قدم چومے، دھوکے باز،

بے وفا، دغاباز، مکاراور جھوٹے لوگوں سے اللہ پاک آپ کی حفاظت فرمائے اور آپ کو لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے، اللہ آپ کو آپ کے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب فرمائے۔۔ پیاری آپی! اپریل کا شمارہ ماشاء اللہ بہت زبردست تھا، لیکن ایک کمی محسوس ہوئی اور تھی ساجدہ بتول کی، جناب تو اس بار ''حیا کی محفل'' میں بھی شامل نہیں ہوئیں، یہ انہوں نے اچھا نہیں کیا، اب انہیں اس کا بدلہ چکانا پڑے گا، ساجدہ بتول سوچ لیں، ابھی وقت ہے!!!...... ابھی تو صرف ایک خالدہ بتول آئی ہیں، وہ نہ ہو کہ کل راشدہ بتول، صابرہ بتول، طاہرہ بتول، آسیہ بتول، فاخرہ بتول، شارفہ بتول، رافعہ بتول، رابعہ بتول، عائشہ بتول وغیرہ...... اور نجانے کون کون سی ''بتول'' آجائیں اور آپ یونہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہیں، اس کے نتیجے میں ہوسکتا ہے پھر آپ کو آپ کے ''وہ'' بھی کچھ کہہ دیں، پھر آپ طیش میں آجائیں اور پھر دوبارہ میدان میں اتر آئیں، کیا آپ چاہتی ہیں کہ ایسا موقع آئے، اگر نہیں تو ابھی سے ہاتھ، پاؤں مارلیں ورنہ تو پھر انتظار فرمالیں، وہ گھڑیاں دور نہیں، اب اجازت چاہتے ہیں۔

لیجیے ساجدہ بتول صاحبہ، دھمکی آگئی ہے، جلد از جلد اپنے مستقبل کا فیصلہ کرلیں، ورنہ یہاں تو ''بتول'' کی ایک لائن لگی ہوئی ہے۔

☆......☆......☆

سویرا چوہدری ملتان سے لکھتی ہیں: پیاری مہر آپی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ اور ''حیا'' کے پڑھنے، لکھنے اور بنانے والے سب خیریت وعافیت سے ہوں گے، اللہ تعالیٰ آپ سب کو اپنی امان میں رکھے، آمین...... مئی کا شمارہ اپنی پوری آب وتاب سے چمکتا دمکتا ہمارے ہاتھوں میں آیا، اب اس وقت ''حیا'' ہمارے سامنے ہے اور ہم ''حیا'' رسالے پر تبصرہ کررہے ہیں، مئی کے ''حیا'' کا سرورق زبردست ہے۔ ''فداک ابی وامی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' یہ سلسلہ ہمیں بہت پسند ہے۔ ''انبیاء کے دیس میں'' پڑھ کر تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے ہم بھی ''بنت عبدالمجید صاحبہ'' کے ساتھ ساتھ ہوں۔ ''تیرے عشق کی انتہا چاہئے۔'' تو بہت ہی زبردست ہے۔ فرحانہ عزیز صاحبہ کی ''منہ بولا بھائی'' ایک بہت اچھی کاوش ہے۔ ''رشتوں کے حصار'' بھی اچھی ہے۔ ''جلترنگ'' تو انتہائی زبردست مزے دار ہے، ہمیں تبسم محسن علوی صاحبہ کی تحریریں بے انتہا پسند ہیں۔ ''سنو میں اک راز کہتی ہوں'' بہت دلچسپ اور رلانے والی ہے۔ ''میرے بھیا میرے چندا میرے انمول روشن'' پڑھ کر افسردہ سے ہوگئے، اللہ تعالیٰ فوزیہ صاحبہ کو اور ان کے گھر والوں کو صبر عطا فرمائے اور فوزیہ صاحبہ کے بھائی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین...... ''ممتا کے سائے'' صبا آپی کی بہت زبردست کہانی جارہی ہے۔ ''ذرا سنبھال کر'' پڑھ کر ہم ہوشیار ہوگئے۔ ''اس کی صبح'' اور ''حقیقی محبت'' زبردست تحریریں ہیں۔ ''گھر کہانی'' سلسلہ اچھا جارہا ہے۔ ''تبسم'' میں سب سے اچھا اور مزاحیہ لطیفہ عشرہ گل بنت محمد صادق صاحبہ کا لگا۔ ''سہانا بچپن'' آمنہ بنت مفتی سفیر احمد اور شارفہ طاہر دونوں کا ہی مزاحیہ ہے۔ ''میری پسند'' تو بھئی ''میری پسند'' ہے۔ ''گلدستہ حیا'' واقعی ہی ایک ''گلدستہ'' ہے جو کہ انتہائی خوشبودار پھولوں سے مزین ہے۔ ''حیا کی محفل'' کے تمام خطوط ایک سے بڑھ کر ایک ہیں اور مزے دار، کرارے اور...... اور...... اور بہت دلچسپ بھی ہیں اور اس کے ساتھ ہی رسالہ ختم ہوا، مطلب یہ کہ مئی کا ''حیا''، اللہ تعالیٰ سب کی محنتوں کو قبول فرمائے، آمین...... ہمیں ''حیا'' میں سب سے زیادہ تبسم محسن علوی صاحبہ، بنت عبدالمجید صاحبہ، مریم غازی صاحبہ اور صبا مسعود صاحبہ کی کہانیاں پسند ہیں، لیکن کچھ عرصے سے صبا صاحبہ لاپتہ ہیں، بھئی ''حیا'' میں (تو جن کو بھی مل جائیں تو وہ صبا مسعود صاحبہ تک ہماری گزارش پہنچادیں کہ مہربانی کرکے ''حیا'' پھر سے آپہنچیں) کیونکہ ہمیں آپ کی کہانیاں پسند ہیں، آخر میں ''حیا'' کی پوری ٹیم کو ڈھیروں سلام۔

شیرین آنٹی کو خصوصی سلام اور ساتھ میں سب سے دعاؤں کی درخواست

سویرا بیٹا، ''حیا'' کے تمام سلسلے پسند کرنے اور ان پر تبصرہ کرنے کا بہت شکریہ۔ لیجیے جناب!! آپ نے ''صبا'' کو یاد کیا اور وہ آگئیں، واہ!! کیا بات ہے۔

☆......☆......☆

شارفہ جابر و عشرہ صادق رشید آباد ملتان سے لکھتی ہیں: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! محترمہ مکرمہ مدیرہ مہر آپی، امید ہے آپ خیریت سے ہوں گی، ادارے کے تمام لوگ اور ''حیا'' کے قارئین بھی بخیر وعافیت ہوں گے، ہمیں یہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ آپ کو آئندہ بھی ہمارے خط کا انتظار ہوگا، ہم نے اپنا خط اپنی خوشی سے آپ کے پاس بھیجا، یہ تو آپ کی اجازت پر موقوف ہے کہ آپ شائع کریں یا نہ کریں اور آپ نے شائع کردیا، ہم یہ آپ کا احسان کبھی نہیں بھولیں گے، ہمارا مقصد پچھلے خط میں آپ کو دھمکی دینا مقصود نہیں تھا، اس لئے ہم آپ سے معذرت چاہتے ہیں، اپریل کے ''حیا'' کا سرورق ہمیشہ کی طرح خوب صورت اور چمکتا دمکتا تھا، پیاری آپی جان، موقع ملا تو ہم ایک بار پھر حاضر ہوں گے، اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

☆......☆......☆

عشرہ محمد صادق ملتان سے لکھتی ہیں: محترمہ و مکرمہ مدیرہ مہر آپی صاحبہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! آپ، آپ کے اہل وعیال، قارئین حیا، سب بفضل خدا خیریت سے ہوں گے، ''حیا'' رسالہ جب ہمارے ہاتھوں میں آیا تو یہ دیکھ کر ہوش اڑ گئے، ٹانگیں کانپنے لگی، زبان تالو سے چپک گئی کہ مریم غازی کی قسط وار کہانی پھر سے اتنی شارٹ آئی تھی، سوری کچھ زیادہ ہی بول گئی، تو مہر آپی یا آپا، آپ نے تو کہا تھا کہ مریم غازی کی قسط ہر ماہ زیادہ صفحات پر پڑھنے کو ملے گی، مگر یہ کیا، اس دفعہ بھی اتنے کم صفحات پر پڑھنے کو ملی، ہمارے ساتھ یہ زیادتی تو نہیں کریں، چلیں چھوڑیئے، ''حیا'' رسالہ ہر ماہ کی طرح بہت ہی اچھا تھا، تمام کہانیاں بہت اچھی تھی۔ ''میرے خواب ریزہ ریزہ'' بھی اچھی تھی، اس کا اختتام بھی اچھا تھا، باقی ''ممتا کے سائے''، ''نفرت کے خارمت بونا''، ''کسک''، ''ناشکری''، ''مال کا وبال'' تمام کہانیاں مزیدار تھی۔ اب آتے ہیں ''حیا کی محفل'' میں، یہاں آکر اپنی کزن شارفہ طاہر کا خط پڑھ کر خوشی ہوئی کہ انہوں نے مجھے شکریہ بولا اور جو میرے بورڈ کے ایگزیمز ہوئے تھے، میں ان میں بہت ہی اچھے نمبروں سے پاس ہوئی ہوں، اپنی کزنز اور دوستوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے، اب میں بہت خوشی محسوس کررہی ہوں، آج بروز اتوار 14 کو ماہدولت کی والدہ، والد اور یک شریر بھائی عمرے کے لئے روانہ ہورہے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو بار بار اپنے گھر کی زیارت نصیب فرمائے، آمین...... میں کئی دنوں سے مصروف تھی، آج ٹائم نکال کر خط لکھ رہی ہوں اور اس کے کچھ چیزیں ارسال ہیں، 2009ء میں ہم سب گھر والے عمرہ کرنے گئے تھے، تو ان دنوں کے کچھ یادگار واقعات میری ڈائری کے صفحات میں قید ہیں، میں وہ بھی ارسال کرنا چاہتی ہوں، امید ہے ضرور آپ اپنی خوشی کے ساتھ شائع کرکے شکریہ کا موقع دیں گی، آپی مجھے ابھی خط لکھنے کا ٹھیک طرح سے اندازہ نہیں ہے، بس ایسے ہی کچھ لکھ دیتی ہوں اور آپ ہر دفعہ میرا خط شائع کرکے مجھے بھرپور شکریہ کا موقع دیتی ہیں، میں آپ کی احسان مند ہوں، اچھا اس سے پہلے کہ امی کمرے میں تشریف لائیں، میں اپنے طویل ہوتے خط کو ذرا شارٹ کرنا چاہتی ہوں، کیونکہ امی کو میرا خط لکھنا بالکل پسند نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کچھ لوگ میرے خط لکھنے اور ''حیا'' میں خط شائع ہونے سے جیلسی ہوتے ہیں اور پھر بے کار میں معاشرے میں نام اچھال کر بدنام کرنے پر تلے ہوئے ہیں، امی کو یہ پسند نہیں، لیکن مجھے خط لکھنا پسند ہے، اسی لئے میں

چھپ چھپ کر خط لکھتی ہوں، اچھا اب میں اپنے خط کا اختتام کرتی ہوں، اللہ آپ کو لمبی عمر عطا فرمائے، اپنے گھر بلائے اور ہمارے گھر بھی آنا نصیب کرے، آمین...... اب میں اس خط کے چھٹ پٹے اور مزیدار جواب کی منتظر ہوں، ابھی تو یہ خط بہت ہی چھوٹا ہے، امید ہے آئندہ ضرور طویل خط لکھوں گی۔ ''حیا'' دن بدن یونہی جگمگاتا رہے اور مجھ میں مزید لکھنے کی صلاحیت عطا کرے، آمین ثم آمین، راحت باجی کو سلام

عشرہ بیٹا، آپ کے خط کا جواب تو پھر کبھی دے دیں گے، فی الوقت تو ہم مریم غازی سے درخواست کرتے ہیں کہ ''بھئی مریم!! قسط کو تھوڑا لمبا کر لیا کرو، ورنہ یہاں تو مختصر قسط دیکھ کر لوگوں کے ہوش اُڑ جاتے ہیں، ٹانگیں کانپنے لگتی ہیں، زبان تالو سے لگ جاتی ہے، رحم کرو ہمارے قارئین پر!!''......

☆......☆......☆

☒ سیدہ اقراء صدیقہ میانوالی سے لکھتی ہیں: محترمہ مدیرہ آپی، پیاری رائٹر بہنو اور دیگر قاریات حیا، السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ! امید ہے آپ سب بفضل خدا بخیر و عافیت ہوں گی۔ مئی کا ''حیا'' ہمیشہ کی طرح کافی دیر سے ملا، ہم جو انتظار کی سولی پر لٹکے ہوئے تھے سکھ کا سانس لیا، پیارے ''حیا'' کو ہاتھوں ہاتھ لیا، دل سے ساری شکایات کے پلندے کو نکال کر باہر پھینکا، جو ''حیا'' کے نہ آنے پر خیمے گاڑے کھڑی تھی، دل نشین سا ٹائٹل، رنگین اور دل کش تحاریر، خوب صورت پیرائے پر لکھے گئے مختلف علمائے کرام کے مضامین اور دیگر اہم لاجواب سلسلے رسالے کی خوب صورتی کو سولہ چاند لگا رہے تھے۔ ''آوازِ حیا'' میں مہر آپی کا کلیم مئی کے حوالے سے دیا گیا، خوب صورت سبق دل کو بھایا، ''آوازِ حیا'' کا مطالعہ کرنے کے بعد خلاف معمول ہم دھیرے دھیرے ''حیا کی محفل'' کی طرف بڑھے، ہمیشہ کی طرح ڈاکیا انکل خطوط کے انبار کے ساتھ یہاں پہلے ہی سے آن وارد تھے، ہم نے ان کو نظر انداز کیا اور مہر آپی کے پیغام کی طرف نظریں گامزن کر دیں، ارے خوشخبری ایک نہیں دو اور وہ بھی ایک ساتھ، ''حیا'' کے قارئین کی تعداد میں اضافہ...... واقعی یہ بڑی بات ہے، ہم سب کے لئے راحت آپی کے آنے کی خبر سن کر ہم بھی خوش ہوئے، راحت آپی کو ہماری طرف سے موسٹ ویل کم امید ہے کہ آپ کی تشریف آوری ''حیا'' کا سونا پن ختم کر دے گی، اطلاع کی طرف نگاہ دوڑائی اور بغور پڑھا، پھر آنکھیں پھاڑ کر حیرت سے دیکھا اور دوبارہ ان کو زور زور سے مسلا اور پھر ہم سرپٹ دوڑے چلے جا رہے تھے، آئینہ کی طرف یہاں پہنچ کر ہم نے اپنی سانسیں بحال کی، یہ یقیناً ہمیں ڈرانے کی کوشش کی جا رہی تھی، خیر یہ سب شاید غلطی سے ہو گیا تھا، کیوں کہ ''بنت عبدالمجید صاحبہ'' اپنی خوب صورت سی تحریر کے ساتھ آئینہ میں تشریف فرما تھیں، ہم نے خدا کا شکریہ ادا کیا اور خطوط پڑھنے لگے، ہمیشہ کی طرح تمام خطوط لاجواب اور سپرہٹ تھے، ہر ایک نے اپنے قلم کے ذریعے بہترین الفاظ کو لکھ کر ان کو ''حیا کی محفل'' کے لئے منتخب کیا تھا۔ پہلا خط پڑھ بے ساختہ ان کے لئے دل سے دعا نکلی کہ خدا ان کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور ہمیشہ اپنی حفظ و امان میں رکھے، آمین...... شارفہ طاہر کا خط پڑھ کر بے اختیار ہی ہم پر حیرت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، ہائیں شارفہ جی...... بھلا آج تک کسی کو اشتہارات میں بھی دلچسپی رہی ہے اور وہ بھی اپنے پسندیدہ رسالے کے لئے......؟ خیر جی تب تک موصوفہ کی کہی ہوئی بات کی وجہ بھی ہماری تیز نگاہوں کے سامنے آ گئی، چونکہ ان کا طرز تحریر خوب تھا، اس لئے ہم نے ان کی خطا کو پس پشت رکھا اور نگاہیں اگلے خط کی جانب گامزن کر دیں۔ اگلے خط ہادیہ حبیب الرحمان کا تھا، جو آج کل محترمہ نامعلوم صاحبہ بننے کے لئے کافی جتن کر رہی ہیں شاید؟ لیکن وہ چھپ کر بھی نہ چھپ سکیں؟ عفراء آپی کو ہماری طرف سے شادی کی ڈھیروں مبارک ہو، ویسے عفراء آپی آپ تو چھپی رستم نکلی۔ خالدہ بنت سعید ہیں تو ہمارے میانوالی کی ہی...... لیکن موصوفہ رہتی کہاں ہیں یہ ہمیں معلوم

نہیں...... ارے ہم تو آپ کا خط پڑھنے کے لئے آئینہ سے ''حیا کی محفل'' کی طرف بھاگم بھاگ آئے تھے، ویسے آپ کو تو داد دینی چاہئے، ساجد آپی ''اتنا خوب صورت، نرالا، انمول اور دل کش انداز، طرز تحریر پر لطف، جس میں مزاح کا عنصر بھی موجود ہو، بے اختیار ہم عش عش کر اٹھے اور یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ کہیں آپ نے خط لکھنے کا انداز مرزا غالب کا تو نہیں اپنایا......؟ صبا یونس کی کہانی جس طرح کافی سپرہٹ ہے اس طرح تبصرہ بھی کافی زبردست لگا، امید ہے، ایسے بے لاگ تبصروں سے نوازتی رہیں گی، قرۃ العین صاحبہ نے تبصرہ کر کے واقعی کمال کر دیا، اس کے علاوہ دیگر تمام خطوط بھی لاجواب تھے۔ ''سہانا بچپن'' پڑھ کر ہماری تو ہنسی ہی چھوٹ گئی، واقعی بچپن جس کا بھی ہو، اپنے ساتھ انوکھی اور خوب صورت یادیں سموئے ہوئے ہوتا ہے۔ ہر غم سے عاری ہوتا ہے، کسی شاعر نے کیا خوب کہا:

عمر رواں پھر نہ مسکرائی بچپن کی طرح
میں نے گڑیا بھی خریدی، کھلونے بھی لے کر دیکھے

''تبسم'' میں تمام کاوشیں ہی زبردست تھی، اس کے علاوہ تمام قسط وار سلسلے بہت بہت پسند آئے، ''حیا'' میں لکھنے والے تمام قارئین نہایت محنت سے لکھتے ہیں، اس دفعہ بھی میرے بس کی بات نہیں کہ کسی ایک کہانی کی تعریف کر کے سورج کو چراغ دکھاؤں، کیوں کہ قسط وار کہانیوں کے علاوہ تمام کہانیاں بھی بڑی زبردست تھی، اقراء الیاس آج کل کہاں غائب ہیں، ان کی کوئی تحریر نظر نہیں آتی، ''حیا'' میں؟ آخر میں میری طرف سے ساجدہ بتول آپی، ساجدہ بنت سعید آپی، بنت مسعود آپی، بنت عبدالمجید آپی، اقراء الیاس اور تمام قاریات کو ڈھیروں سلام اور دعائیں۔

دیکھ لیں، مئی کے شمارے کے لیے لکھا جانے والا تبصرہ ہمیں اگست میں موصول ہو رہا ہے، اب اس میں قصور کس کا ہے، ہمارا...... آپ کا...... یا؟؟؟؟

☆......☆......☆

☒ بنت بشیر احمد لکھتی ہیں: السلام علیکم! میں پہلی مرتبہ آپ کو خط لکھ رہی ہوں، امید ہے کہ آپ اس خط کو ضرور شائع کریں گے، میں نظم آپ کو ارسال کرنا چاہتی ہوں، جو میری پیاری سی سہیلی نے خود لکھی ہے جو کہ دورہ حدیث کی طالبہ ہے، میری آپ سے التماس ہے کہ یہ نظم ضرور شائع کریں میری پسند میں۔

بنت بشیر صاحبہ کو حیا کی محفل میں خوش آمدید، آپ نظم ارسال کریں اگر معیاری ہوئی تو ضرور شائع ہوگی۔

☆......☆......☆

☒ سیدہ عطیہ میانوالی سے لکھتی ہیں، پیاری آپی راحت اور آپی مہر آفروز مہر، السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ! امید ہے آپ اور ''حیا'' کا تمام اسٹاف خیریت سے ہوگا اور ''حیا'' کی تیاری میں مشغول ہوں گی۔ آج پھر امت مسلمہ ایک عظیم اور اور باعمل صالح ہستی میرے پیر و مرشد عارف باللہ حضرت مولانا شاہ محمد حکیم اختر رحمۃ اللہ سے محروم ہو گئی، ایک اور ستارہ بھی آج ڈوب گیا، نیک ہستیاں دنیا سے جا رہی ہیں، ہم جیسے گناہگار اور گندے لوگ اللہ کی زمین پر چھوڑے جا رہے ہیں، حضرت والا کی جدائی ایک عظیم سانحہ ہے، دل زخموں سے چور ہے، اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے درجات کو بلند فرمائے، اپنے دار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے، مولانا شاہ محمد حکیم اختر کے عزیز و اقارب اور عقیدت مندوں کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین...... تمام قارئین و قاریات سے درخواست ہے کہ وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلندی کے لئے دعا فرمائیں۔ آپی میں نے ایک قسط وار کہانی لکھی ہے، یہ میری پہلی کوشش ہے، پہلے کبھی کسی رسالے میں نہیں لکھا۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ بھیجنے کا کیا طریقہ ہے؟ اب آپ مجھے بتائیں کہ کیا میں وہ کہانی بھیج دوں، ایک بار اکٹھی بھیج دوں یا کسی اور طریقہ سے...... آج کل پتہ نہیں ڈاک کا مسئلہ ہے یا پھر ہماری کوئی

غلطی دو تین خط آپ کے پاس بھیج چکی ہوں، ایک بھی جواب نہیں آیا، یعنی شائع نہیں ہوئے، نہ کوئی اتا پتہ، اب یہ خط لکھتے ہوئے بھی ڈر رہی ہوں کہ پتہ نہیں، اب پہنچے گا یا ہی نہیں، پلیز آپی مجھے ضرور مطلع کیجئے گا کہ میرے خط آپ کے پاس پہنچے بھی ہیں یا نہیں، ابھی کچھ ماہ پہلے میں نے آپ کے پاس "حیا" رسالے کے دو شمارے منگوانے کے لئے پیسے خط والے لفافہ میں ڈال کر بھیجے تھے، اس وقت مجھے معلوم نہیں تھا کہ خط میں رقم ڈالنا غلط اور قانون کے خلاف ہے، جب بعد میں معلوم ہوا تو بہت افسوس ہوا، آپی سوری، میں نے آپ کو زحمت دی، امید ہے آپ درگزر کا مظاہرہ فرمائیں گی، بہرحال ان رقوم کا کچھ معلوم نہیں، زمین کھا گئی یا آسمان۔ نیز "حیا" ایک عظیم رسالہ ہے، اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے، بہت کم ہے، اللہ آپ کو اس کا اچھا اجر دے، آمین

عطیہ بیٹا، آپ کے نقصان کا سن کر افسوس ہوا، ایسے معاملات میں گھر کے مرد حضرات سے مشورہ کر لینا چاہیے، خیر، جو ہونا تھا سو ہو گیا، آئندہ خیال رکھیے گا...... آپ اپنی مکمل کہانی ماہنامہ "حیا" کے ایڈریس پر ارسال کر دیں، پڑھنے کے بعد ہی اس کی اشاعت کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے، قبل از وقت کچھ کہنا ممکن نہیں۔

☆......☆......☆

شاہ عبداللہ، مدرس دارالعلوم غذر گلگت بلتستان سے لکھتے ہیں: بخدمت جناب مدیر مسئول صاحب زید مجدہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! ماہنامہ "حیا" میں دوسری دفعہ شرکت کر رہا ہوں، جب بندہ کا مضمون مئی کی اشاعت میں شامل ہوا تو بندہ کے حوصلہ کو اور جلا ملی، اس لئے ایک اور مضمون کے ساتھ شرکت کرنے کی جرأت ہو رہی ہے، امید ہے یہ مضمون بھی شامل اشاعت ہو جائے گا، ماہنامہ "حیا" صفتِ حیا کو مسلمانوں میں دوبارہ زندہ کرنے کی ایک عظیم تحریک ہے، اللہ تعالیٰ اس کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور نظر بد سے محفوظ رکھے۔ آمین

آپ کی تحریر ہمیں موصول ہو گئی ہے، عن قریب شامل اشاعت ہو گی۔

☆......☆......☆

قرۃ العین خالد عربیہ نعمانیہ کمالیہ سے لکھتی ہیں، مدیرہ و مہر افروز مہر آپی صاحبہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ و مغفرتہ! دعا ہے کہ "حیا" پھولوں کی طرح مہکتا رہے، پرندوں کی طرح چہکتا رہے، کھیتوں کی طرح لہلہاتا رہے، چاند کی طرح جگمگاتا رہے اور سورج کی طرح روشنی پھیلاتا رہے اور لوگ کو صراط مستقیم دکھاتا رہے، آمین...... تبصرہ تو نہیں کروں گی کیونکہ "حیا" ابھی پڑھا نہیں ہے، بس تھوڑا بہت ہی پڑھا ہے، کیونکہ امتحان نزدیک ہیں ان دنوں لیکن جب خط شائع ہو گا، تب تک تو نتیجہ آنے والا ہو گا، اس لئے آپ سب بہنوں، ماؤں سے درخواست ہے کہ دعا کیجئے گا کہ اللہ ہمیں اس امتحان میں بھی سرخرو کریں اور آخرت کے امتحان میں بھی، آمین...... جتنا "حیا" پڑھا ہے، ہمیشہ کی طرح زبردست، "میری پسند" بھی اچھی تھی۔ "تیرے عشق کی انتہا چاہئے"، "ممتا کے سائے" دو پڑھی ہیں، دونوں زبردست تھیں، ٹائٹل بھی بہت خوبصورت تھا اور "حیا کی محفل" میں اپنا خط بھی اچھا لگا اور شیرین آنٹی کے متعلق پتہ چلا کہ وہ بیمار ہیں، نہایت دکھ ہوا، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ انہیں شفائے کاملہ عطا فرمائیں اور راحت آنٹی سے بھی دعاؤں کی درخواست ہے کہ ہمیں اور ہمارے جامعہ کو دعاؤں میں یاد رکھئے گا، آپ سب کے لئے دعا گو اور سب کی دعاؤں کی طالب۔

قرۃ العین، امید ہے کہ جب اگست کا شمارہ آپ کے پاس پہنچے گا تو آپ کا رزلٹ آ چکا ہو گا، ہمیں اپنے رزلٹ سے ضرور مطلع کریے گا اور ساتھ.......... (امید ہے کہ سمجھ ہی گئی ہوں گی کہ آگے کیا لکھنا چاہتے ہیں، اگر نہیں سمجھیں تو ہماری قاریات میں سے کوئی نہ کوئی آپ کو سمجھا دے گا، ہاں جی بہنوں، کون ہے سمجھدار؟؟؟)